

تعمیر و ترمیم کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

# سائبر الاخلاق

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب شاہ کویٹہ

ترجمہ و تحقیق

حفظہ اللہ  
الشیخ عبدالحسن

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

نعمانی مکتب خانہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

\*\*\* توجہ فرمائیں! \*\*\*

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

\*\*\* تنبیہ \*\*\*

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر  
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

[webmaster@kitabosunnat.com](mailto:webmaster@kitabosunnat.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



www.KitaboSunnat.com

# رضی الخلیل





281  
۱-۲۲۱



www.KitaboSunnat.com  
COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by  
Nomani Kutub, Khana  
Lahore Pakistan. No part  
of this publication may be  
translated, reproduced,  
distributed in any form or  
by any means or stored in  
a data base retrieval  
system, without the prior  
written permission of the  
publisher.



نام کتاب

ریاض الاخلاق

ترتیب

حضرت مولانا حکیم محمد صادق حساسیہ لکھنؤ

ترجمہ و تصحیح

الشیخ عبدالحسین

سرورق

رضم لاہور

تاریخ اشاعت

اگست ۲۰۰۲ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

۷۹ کاپے

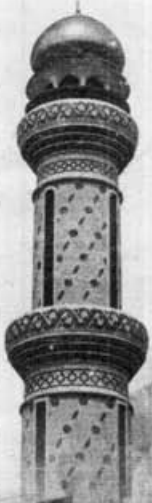
نعمانی کتب خانہ  
لاہور

المکتبۃ البرجانیہ

۹۹- جے ماڈل ٹاؤن - لاہور

15744

تحقیق و ترویج کے ساتھ (اخلاقیہ شہداء ایڈیشن)



# ریاض الاخلاق

www.KitaboSunnat.com

ترویج و تحقیق

حفظہ اللہ  
الشیخ عبدالحسن

مفتی

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب شاہ کویٹہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور



شرع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

## فہرست مضامین

۴۲	چھوٹا بڑے کو سلام کرے	۱۳	انتساب
۴۳	سوار کا پیدل کو سلام	۱۴	عرض ناشر
۴۳	واقف اور ناواقف کو سلام	۱۶	تبصرے
۴۳	یہودیوں کے شترکینہ کا جواب	۲۵	خطبہ رحمتہ للعالمین
۴۴	انگلی اور ہتھیلی سے سلام کرنے کی ممانعت	۲۷	پیش آہنگ
۴۴	سلام کو دیگر مکروہ صورتیں	۳۳	السلام علیکم
۴۵	تبلیغی سلام کا جواب	۳۴	مسلمان کے چھ حق
۴۶	رخصت کے وقت سلام	۳۵	دوستی اور محبت کا راز
۴۶	سلام کی ابتداء	۳۶	تقدیم سلام کا مرتبہ
۴۷	اسلامی سلام کا لازوال توازن	۳۶	تکبر سے برات و نجات
۴۸	مصافحہ، معانقہ اور بوسہ	۳۷	معمولی اوٹ کے بعد سلام
۴۹	مصافحہ سے گناہوں کی بخشش	۳۷	سلام کے آداب
۴۹	مصافحہ سے تکمیل اسلام	۳۷	قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب
۵۰	مصافحہ سے کینہ دور	۳۸	دوران نماز سلام کا جواب
۵۰	مصافحہ سے سقوط معاصی	۳۹	قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سلام کرنا
۵۱	مصافحہ ایک ہاتھ سے	۳۹	حمام میں موجود شخص کو سلام کرنا
	رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہ کا ایک ہاتھ	۳۹	سوتے جاگتے لوگوں کو سلام کرنا
۵۲	مصافحہ سے	۴۰	دوران خطبہ سلام کرنا
۵۲	محرم مرد اور عورت کا مصافحہ	۴۰	گھر والوں پر سلام
۵۳	مصافحہ کے بعد سینے پر ہاتھ	۴۱	عورتوں پر سلام
۵۳	حضرت جعفر سے معانقہ	۴۱	لڑکوں پر سلام
۵۵	اولاد کا بوسہ	۴۱	کلام سے پہلے سلام
	رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہ میں محبتوں	۴۲	سلام با برکت و رحمت

۷۶	مشائخ کیلئے تعظیمی قیام	۵۵	کے تبادلے اور استقبال
۷۷	صحابہ قیام نہ کرتے	۵۶	بوسہ کی اقسام
۷۷	مریدوں کی خدمت میں	۵۷	علمائے ربانی کا فرض
۷۸	حضرت سعد کے استقبال کی حقیقت	۵۷	بوسہ کا انوکھا دستور
۷۹	قیام تعظیمی کی سزا	۵۸	چوما چائی کرانا
۸۰	ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ	۵۸	خودی کے شاہین کا خون
۸۱	ایفائے عہد	۵۹	ایک ملاقاتی سے رسول خدا کا سلوک
۸۱	مناہفت کی ایک تہائی	۶۰	مرید کا فقید المثل استقبال
۸۲	قابل ایفا وعدہ کرو	۶۰	مرید کو چہ اونٹنیاں دیں
۸۲	عہد شکن کی حشر میں رسوائی	۶۱	حدیث بوسہ اطراف اور نفس امارہ
۸۳	حکام کی رعایا سے عہد شکنی	۶۱	درویشی بھی عیاری
۸۴	غادر اعظم	۶۲	جملہ معترضہ
۸۵	وعدہ کی اہمیت	۶۲	ایک خضر صورت کا نزول
۸۶	بچوں سے جھوٹے وعدے	۶۳	دو ضروری مسئلے
۸۷	وعدہ بھی قرض ہے	۶۵	دونوں آیتوں کا ماہ چہار دہم
۸۸	تیرہ اونٹنیوں کا وعدہ	۶۶	حدیث بوسہ اطراف کی حقیقت
۸۸	عہد کی باز پرس	۶۹	حقیقت کی روشن جبین
۸۹	صدق اور کذب کا امتیاز		ہاتھ پاؤں کا نہ چومنا اللہ تعالیٰ اور رسول کو پسند
۸۹	نیوک کاری اور بد کاری کے محرک	۷۰	ہے
۹۰	صدق اور کذاب	۷۰	خودداری کا فلک بوس تخیل
۹۲	کلکہ حق بھی جہاد ہے	۷۱	نفس امارہ کی سجدہ خواہی
۹۲	جھوٹ بولنا بڑی خیانت ہے	۷۱	سجدہ کی شرعی ممانعت
۹۳	کذاب اور پھر مسلمان	۷۲	غیر اللہ کے سجدہ کا استیصال
۹۴	اخلاقی پلیدی	۷۲	استقبال جائز ہے
۹۵	دروغ گوئی اور جھوٹی شہادت	۷۵	ایک وہ درویش ایک یہ
۹۵	شرک اور جھوٹ ہموزن ہیں	۷۵	قیام لغیر اللہ کی ممانعت
۹۶	جھوٹ بولنا ہی جھوٹی گواہی ہے	۷۶	عجمی قیام کی تعریف



۱۱۹	چغتل خور کا انجام	۹۷	جھوٹی قسم سے دوزخ
۱۲۰	برائیوں کا تذکرہ اور شکایتیں	۹۸	تکفیر و لعنت اور بدگمانی
۱۲۱	دریا کو متغیر کر دینے والی غیبت	۱۰۰	زبان کی حفاظت کی ضمانت
۱۲۱	نقل نکالنا غیبت ہے	۱۰۰	معمولی باتوں کے بھاری نتائج
۱۲۲	ثریارفت اخلاق	۱۰۱	پہلے تو لیں پھر بولیں
۱۲۲	رحمتہ للعالمین کی سات نصیحتیں	۱۰۲	مسلمان کو کافر کہنا
۱۲۳	نصائح رسالت ماب فیہم علیہم پر ایک نظر	۱۰۲	مال جان اور آبرو
۱۲۴	اللہ کا ڈر	۱۰۳	فسق اور کفر کی تہمت
۱۲۶	گندے گھروندے	۱۰۴	سباب کی پہلے ظلم ہے
۱۲۷	اللہ کی پوجا	۱۰۴	صدیق لعان نہ ہو
۱۲۷	شرک سے اجتناب	۱۰۵	لعنت اور رحمت کے معنی
۱۳۲	دو آیتوں کا سرچشمہ	۱۰۶	اللہ کے قریب لائیں
۱۳۳	طول سکوت	۱۰۷	لعن طعن کی ممانعت
۱۳۴	کثرت محکم	۱۰۷	مومن لعان نہیں ہوتا
۱۳۵	قہقہہ دل کی موت	۱۰۸	لعنت کی بددعا نہ کرو
۱۳۷	حق گوئی ہر قیمت پر	۱۰۹	ہوا پر لعنت نہ کرو
۱۳۸	اظہار دین بلا خوف لومہ لائم	۱۰۹	لعنت لاعن پر لوٹ آتی ہے
۱۳۹	اپنے گریبان میں منہ	۱۱۰	لعنت قہر الہی ہے
۱۴۰	غیبت سے عذاب قبر	۱۱۰	مورد لعنت افعال
۱۴۰	غیبت زنا سے سخت تر	۱۱۳	کسی کو اللہ کا دشمن کہنا
۱۴۱	غیبت سے وضو اور روزہ کا اعادہ	۱۱۴	آگ کی دوزبانیں
۱۴۲	خدا کے بہترین اور بدترین بندے	۱۱۵	غیبت بہتان اور حفظ لسان
۱۴۳	اہل اللہ کی زیارت	۱۱۵	غیبت کے احوال و کوائف
۱۴۳	مفسد چغتل خور	۱۱۷	بدنی عیبوں کی غیبت
۱۴۵	بہتان کی فتنہ انگیزی	۱۱۷	سکوت میں نجات
۱۴۶	دوزخ کے پل پر قید	۱۱۸	زبان کی حفاظت کا حکم
۱۴۷	غیبت کا کفارہ	۱۱۹	آج کل کا ماحول

۱۷۷	ظلم کی معادنت	۱۳۸	حضرت عائشہ پر بہتان
۱۷۸	ظالم حاکموں کا انجام	۱۳۹	جگر خراش واقعہ فلک
۱۷۸	ظالم کا معاون	۱۵۱	حضرت عائشہ پر رنج و غم کے پہاڑ
۱۷۹	بعض امور ظلم	۱۵۱	طوفان کی بھٹک کانوں میں
۱۷۹	حنفی مذہب کا فتویٰ	۱۵۲	حضرت عائشہ میکے گھر
۱۷۹	نذر بغیر اللہ کیوں باطل ہے	۱۵۲	آنکھوں سے اشکوں کی برکھا
۱۸۰	ایمان افر و فتویٰ	۱۵۳	عائشہ کی طلاق کے مشورے
۱۸۰	بحر الرائق کا فتویٰ	۱۵۳	حضرت اسامہ کی شہادت
۱۸۰	مولانا عبدالحی کا فتویٰ	۱۵۳	حضرت علیؓ کی شہادت
۱۸۳	ظلم نہ کرو	۱۵۴	بریرہؓ کی شہادت
۱۸۳	حشر میں ظالموں کا حال	۱۵۴	عائشہ کے آنسو جاری ہیں
۱۸۴	ستم سے باز آ ظالم	۱۵۴	آلودہ دامن ہے؟
۱۸۴	امانت کی ذمہ داریاں	۱۵۵	عائشہ کا صبر لبریز جواب
۱۸۵	امانت کی وسعتیں	۱۵۷	عائشہ کی پاک دامنی پر نزول قرآن
۱۸۵	امانت کی جلوہ فرمائی		بہتان میں حصہ لینے والوں کو اسی کوڑے
۱۸۶	ایمان بالقرآن کا مطلب	۱۵۹	سزا مسطح، حسان اور حمنہ پر حد
۱۸۶	گلبھائے امانت کا تنوع	۱۵۹	بہتان نہ لگائیں
۱۸۶	علماء و مشائخ کی خیانت	۱۶۰	سانحہ فلک کی سبق آموزیاں
۱۸۷	حکومت خدا کی امانت ہے	۱۶۳	اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں
۱۸۷	اعضائے انسانی امانتیں ہیں		رسول ﷺ خدا کو غیب دان جاننے کے متعلق
۱۸۷	حقوق العباد کی امانتیں	۱۶۶	حنفی مذہب کا فتویٰ
۱۸۸	فریضہ کسب حلال	۱۶۷	غیبت غیر محرّمہ
۱۸۸	زمانہ حمل میں رزق حلال	۱۶۷	غیبت کے جواز کی صورتیں
۱۸۸	ایام رضاعت میں صالح دودھ	۱۷۳	ظلم کی تاریکیاں
۱۸۹	کھجور منہ سے تھو کو	۱۷۵	ظلم کے افعال
۱۹۰	رزق حلال سے اخلاق پراثر	۱۷۶	ظلم کی نتیجہ خیزیاں

۲۱۰	تین بار اجازت مانگیں	۱۹۰	آمدنی کے ذرائع پر ایک نظر
۲۱۱	میں ہوں میں ہوں نہ کہو	۱۹۰	وکالت کے حلال محنتانے
۲۱۲	سلام اور اذن کیلئے لوٹا دیا	۱۹۱	ڈاکٹری اور طبابت کا پیشہ
۲۱۲	اپنے گھروں میں سلام پکاردو	۱۹۱	پولیس اور کچھری کے ملازمین
۲۱۳	خوشامد پاجت اور مدح سرائی	۱۹۱	حسب حرام کے انبار
۲۱۳	خوشامدیوں کے منہ میں مٹی ڈالو	۱۹۱	پیری مریدی اور وعظ کی کمائی
۲۱۴	منہ پر تعریف کی ممانعت	۱۹۳	پھر کیلئے مرید کے گھر کا کھانا
۲۱۴	شہاباش یہ لو تمغہ	۱۹۴	صبر و توکل اور حرص تا گور رہتی ہے
۲۱۴	عرش کا نپ جاتا ہے	۱۹۵	شاہی میں فقیری ہے
۲۱۵	والدین کے حقوق	۱۹۷	امت رسول ﷺ کی عمریں
۲۱۷	نماز کے بعد نیکی	۱۹۸	بڑھاپے میں حرص کی جوانی
۲۱۷	ذلیل اور خوار ہو	۱۹۸	مومن کے وارے نیارے ہیں
۲۱۸	سب سے زیادہ مستحق احسان	۱۹۹	کامل توکل کا پھل
۲۱۸	والدہ کو ایذا دینا حرام	۲۰۰	توکل کا فلک بوس پہاڑ
۲۱۹	والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے	۲۰۰	کوئی نعمت حقیر نہیں
	حارث بن نعمان کی قرآن خوانی کی آواز بہشت	۲۰۱	ریا کاری
۲۱۹	میں	۲۰۲	کونسے اعمال معتبر ہیں
۲۲۰	والدین کو دیکھنے سے حج کا ثواب	۲۰۲	ریا کاری کی رسوائی
۲۲۰	باپ کی مستجاب دُعا	۲۰۲	ریا بھی شرک کی قسم ہے
۲۲۱	تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے	۲۰۳	دکھاوے کی عبادت بے ثمر ہے
۲۲۱	باپ کے دوستوں سے احسان	۲۰۴	مخلص اعمال پر شہرت مبارک
	قربت کے حقوق	۲۰۴	ریا بھی چھوٹا شرک ہے
۲۲۲	قربت کے خدا سے فریاد	۲۰۶	ریا کا رذوق پوش
۲۲۳	رحم رحمن سے مشتق ہے	۲۰۸	امت کے خطیب اور آگ کی قینچیاں
۲۲۳	رحم عرش سے معلق ہے	۲۰۸	ریا کار عالموں کا دوزخ
۲۲۴	قاطع رحم بہشت میں نہ جائے گا	۲۰۹	استیذان کا بیان

	توقیر بزرگان و شفقت خورداں	۲۲۵	قرابتی میل جول کا اثر
۲۲۲	بڑھاپے میں عزت کی امید	۲۲۵	برائی کا جواب نیکی سے دو
۲۲۳	نوکروں اور خادموں کے ساتھ برتاؤ		مزاح اور خوش کلامی
۲۲۳	ساتھ بٹھا کر کھاؤ	۲۲۵	اچھی بات صدقہ ہے
۲۲۳	خادم تمہارے بھائی ہیں	۲۲۶	کلام غیر کی ترغیب
۲۲۳	خادم کی غلطیاں معاف کرو	۲۲۶	اسلام میں خوش کلامی
۲۲۴	نقصان تقدیر میں ہوتا ہے ملامت نہ کرو	۲۲۶	خوش کلامی سے آگ کا بھجنا
	عیادت کے فضائل	۲۲۷	خوش طبعی کی حقیقت
۲۲۴	مریض کی تسلی کے الفاظ	۲۲۸	دوکان والے
۲۲۵	مرض سے گناہ دور	۲۲۸	ابو عیبر کیا ہوئی غیر
۲۲۵	مسلمان کی مصیبتوں کی مثال	۲۲۹	سواری کیلئے اونٹنی کا بچہ
۲۲۶	عیادت پر ستر ہزار فرشتوں کی دعا	۲۲۹	بوزہسی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی
۲۲۷	مریض سے دعا کراؤ	۲۳۰	رحمت منی اللہ علیہ وسلم کو عالم نے کوالے بھرے
۲۲۸	مریض کے لئے دعائے شفا	۲۳۱	میرا تمام بدن آئے
۲۲۸	کھانے اور پینے کے احکام		ہمسایوں کے حقوق
۲۲۹	دائیں ہاتھ سے کھاؤ پیو	۲۳۱	ہمسایہ کی عزت کرو
۲۲۹	برتن صاف کرو	۲۳۲	خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا
۲۵۰	تین انگلیوں سے کھاؤ	۲۳۳	قیامت میں ہمسایوں کے فیصلے
۲۵۰	تکیہ لگا کر نہ کھاؤ	۲۳۴	جبریل کی ہمسایوں کے متعلق تاکید
۲۵۰	کھانے کی صورتیں		مہربانی، تعاون اور مواخات
۲۵۱	کھانے سے قبل و بعد ہاتھ دھوئیں	۲۳۴	بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
۲۵۱	جوئی اُتار کر کھانا کھاؤ	۲۳۵	مسلمان بھائی ہے مسلمان کا
۲۵۱	تین سانس میں پانی پیئیں	۲۳۶	جوامع الکلم سے اعجازی حدیث
۲۵۲	کھانے کے بعد کی دعا	۲۳۹	مسلمان بھائی کی آبرو بچانا
	گداگری	۲۳۹	پانچ خیر خواہیاں
۲۵۳	گداگری کا حشر	۲۳۹	قطرہ میں دجلہ کا اعجاز



۲۷۱	عورتوں کا کفرانِ نعمت	۲۵۴	کما کر کھانے کی تعلیم
	رفق و حلم اور انکسار	۲۵۵	خلق سے ناامید ہونا تو نگیری ہے
۲۷۱	رفق موجب عطا ہے	۲۵۶	عدم سوال پر بہشت کی ضمانت
۲۷۲	نزی اور بردباری کی برکت	۲۵۷	تین آدمیوں کو سوال کی اجازت
۲۷۲	دوزخ کی آگ حرام		لباس کے آداب
۲۷۳	انکسار اختیار کرو	۲۵۷	نیا کپڑا پہننے کی دعا
۲۷۳	رحمتہ للعالمین کا انکسار	۲۵۸	نعت الہی کا اظہار
۲۷۴	کتے اور سور سے خوار تر	۲۵۹	لباس میں اسراف نہ ہو
	ارسال ہدایا اور مہمان نوازی	۲۵۹	مردوں کو ریشم حرام ہے
۲۷۵	ارمغان سے کینے دور	۲۶۰	قمیض دائیں طرف سے پہنو
۲۷۶	خوشبودار پھول کا تحفہ	۲۶۰	جبریل نے ریشمی قبائروادی
۲۷۶	مہمان نوازی کے آداب		غضب و تکبر اور حسد
۲۷۷	مہمانی تین دن تک ہے	۲۶۲	غصہ خرابی ایمان ہے
۲۷۷	مہمان کا اکرام	۲۶۳	ترکِ غضب کی وصیت
۲۷۷	ہمیں بھوک نہیں ہے	۲۶۳	پہلوان کون ہے؟
	بخل و امساک اور سخاوت و خیرات	۲۶۳	غصہ کے گھونٹ کی فضیلت
۲۷۸	بخیل کون ہوتا ہے	۲۶۳	غصہ میں وضو کرو
۲۷۸	بخیل کا انجام	۲۶۳	حشر میں متکبروں کی ذلت
۲۷۹	صدقہ آگ سے بچاتا ہے	۲۶۶	رائی بھر تکبر کا انجام
۲۷۹	صدقہ و خیرات کا وقت	۲۶۶	حسد سے نیکیاں برباد
	پردہ پوشی اور ذکرِ رفتگان		عفو و حیا اور شکر گزاری
۲۷۹	پردہ پوشی کا شرعی حکم	۲۶۷	سب سے عزت والا
۲۸۰	مسلمان بھائیوں کے عیب چھپاؤ	۲۶۸	حیا سب سے عمدہ خلق ہے
۲۸۰	زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کا احیاء	۲۶۸	حیا کا مطلب
۲۸۰	نہ عار دلاؤ نہ عیب ڈھونڈو	۲۶۹	بے حیا باش ہر چہ خواہی کن
۲۸۱	مرے ہوؤں کو نیکی سے یاد کرو	۲۷۰	محسن کی شکر گزاری کا ارشاد

۲۹۱	دعوت طعام	تجسس اور بدظنی
۲۹۲	شعر و شاعری	۲۸۲ آٹھ ممانعتیں
۲۹۲	بری شاعری کا نشان	تین دن سے زیادہ ترک ملاقات حرام
۲۹۵	مبالغہ آمیز شاعری	ہے
۲۹۶	اچھی شاعری کا پتہ	۲۸۳ رشوت، خیانت اور مشورہ
۲۹۷	مصرعہ بزبان رسول ﷺ	۲۸۳ راشی ترشی ملعون ہیں
۲۹۹	خاتمہ اور دُعا	۲۸۵ سفارش کے عوض تحفہ لینا
	بوستان اخلاق میں دعاؤں کی باد	۲۸۵ مسلمان خیانت نہیں کرتا
	بہاری	۲۸۵ خیانت سے اللہ کی بیزاری
۳۰۱	بس غلام آزاد کرنے کا ثواب	۲۸۶ مشورہ امانت ہے
۳۰۱	سوچ کا ثواب	صلح و صفائی
۳۰۲	ایک اعرابی کو ذکر الہی کی تعلیم	۲۸۶ صلح کروانے کا درجہ
	ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں سے بھاری	حیوانوں پر رحم
۳۰۲	کلمات	۲۸۷ بدکار عورت کی بخشش
		۲۸۸ ایک عورت عذاب میں
		۲۸۸ بے زبان حیوانوں کا حق
		۲۸۸ جانوروں کو آپس میں نہ لڑاؤ
		آداب محفل
		۲۸۸ جگہ فراخ کر دو
		۲۸۹ دو آدمیوں کی مجلس
		۲۸۹ قیام شبی کی ممانعت
		۲۹۰ منعہائے مجلس میں بیٹھے
		۲۹۰ دوسرے کی جگہ پر نہ بیٹھو
		۲۹۰ محفل کے درمیان آ بیٹھنے کی ممانعت
		۲۹۱ آٹھ کر جگہ نہ دو

## انتساب

مہر عالمتاب کو تاج زر پہنانے والے  
 ماہتاب کو سہانا نور بخشنے والے  
 زمیں سے تابہ ثریا ہر چیز کے خالق و پروردگار!

رَبِّ عَرْشِ عَظِيمٍ!

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

میں خلوص بھرے دل سے اس کتاب کے

گلہائے رنگارنگ کو

تیرے ازلی ابدی حسن کی نذر کرتا ہوں!

فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط

تیرا عاجز بندہ

محمد صادق

## سخن ناشر

www.KitaboSunnat.com

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے سے اُجالے کو پیدا کیا مخصوص فرشتوں اور انسانوں کو اپنا قاصد اور پیغامبر بنا کر ان پر عظیم تر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے تاکہ اللہ کا دین اللہ کے بندوں تک پہنچے۔ اور انہیں دنیا کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں سے صرف اسی کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر مرنے کے بعد جینے کا آرام اور سچی خوشی ملے۔

✽ ہر آن اور ہر گھڑی تا بہ ابد درود و سلام ہو رحمت عالم ﷺ، سر و درود عالم ﷺ پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے ازل سے اپنا محبوب اور آخری نبی اور رسول ہونے کا شرف بخشا اور ان کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے والوں کو داور محشر روزِ حشر ”لواءِ محمد“ ”مقامِ محمود“ اور ”حوضِ کوثر“ پر آپ ﷺ کی سپردگی عطا فرمائی۔

✽ رحمت حق کا سایہ ہو آپ ﷺ کی پاک اور برگزیدہ آلِ اولاد پر اور آپ ﷺ کے تمام جانشین صحابہ کرام پر اور تاقیامت آنے والے ان تمام اللہ کے بندوں پر جنہوں نے راستی اور اخلاص کے ساتھ آپ ﷺ کی کامل پیروی میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ حد سے زیادہ مخلص اور بے لوث ثابت ہوئے اپنی نیکو کاری پر بیہیز گاری، علمی قابلیت کا دنیا والوں سے لوہا منوالیا۔

✽ ایسے ہی بندوں میں ایک نام بر صغیر پاک و ہند میں مولانا محمد صادق سیالکوٹی کا ہے۔ آپ سیالکوٹ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب آسان سلیس اردو زبان میں کتاب و سنت کی روشنی میں عام فہم لوگوں کی ضرورتوں کے مطابق دینی مسائل معاملات پر لٹریچر کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی تھی۔ آپ نے اس خلاء کو محسوس کرتے ہوئے ان تمام دینی مسائل پر اپنا قلم اٹھانے کا بیڑا اٹھایا۔ اور ان کی طباعت و نشر و اشاعت کی خدمت مکمل طور پر والد گرامی (بشیر احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ مدیر اعلیٰ نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان) کے سپرد کر دی۔ یہ ان بزرگوں کے اخلاص نیت کا صلہ تھا کہ انتہائی محدود مالی وسائل اور نامساعد حالات کے باوجود قرآن حکیم حدیث نماز حج روزہ زکوٰۃ اور دیگر اہم ترین موضوعات پر یہ علمی تصانیف ایک ایک کر کے ہمارے ادارے نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان سے پوری آب و تاب سے شائع ہونے لگیں۔ آسان سلیس اردو زبان میں عام فہم انداز لیے دلائل و شواہد کے ساتھ جا بجا قرآن پاک اور احادیث مقدسہ کی قندیلوں اور ان کے جلو میں عقل و قیاس اور روزمرہ کی مثالوں، مشاہدوں پر مشتمل یہ کتب عوام الناس کے ضمیر کو جلاء بخشتی ہوئی راست دلوں میں اترتی چلی گئیں آج یہی وجہ ہے کہ آپ کی



تصانیف نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ برطانیہ، یورپ کے دیگر ممالک اور سعودی عرب کی لائبریریوں کی زینت ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انقلاب برپا کر رہی ہیں۔

الحمد للہ ہم اب مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے ادارے کی جانب سے شائع شدہ کم و بیش تیس (۳۲) کتب کو از سر نو حوالہ جات میں احادیث کی تحقیق و تخریج اور تعلق کے ساتھ جدید کمپیوٹرائزڈ کتابت کرا کے نعمانی کتب خانہ کے مخصوص طباعتی معیار کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ”صلوٰۃ الرسول“، ”سبیل الرسول“ اور ”اصلاح معاشرہ“ کے بعد اب ریاض الاخلاق بھی جدید انداز میں قرآنی آیات اور احادیث کی تخریج و تحقیق کے ساتھ آپ کے مشتاق ہاتھوں میں ہے۔

اس اہم کتاب پر یہ تحقیقی کام جناب شیخ عبدالحسن صاحب نے کیا ہے جو کہ علامہ عبدالعزیز بن بازؒ لائبریری کراچی میں شعبہ تحقیق و تخریج کے انچارج ہیں اور اپنے کام میں نہایت اعلیٰ علمی ذوق رکھتے ہیں۔

امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس کاوش کو سراہتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ اور اس کتاب میں کسی قسم کی لغزش پائیں تو اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

طالب دُعا

ضیاء الحق نعمانی

## تبصرے

## ماہنامہ ”فاران“ کراچی

جناب مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلامی زندگی کے اخلاق و اطوار اور معاشرت کے آداب مرتب اور مدون کئے ہیں۔ یہ کتاب بڑے اخلاص اور دردمندی کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے اور کوئی شک نہیں کہ اس موضوع پر بڑے کام کی کتاب ہے۔ اسلامی معاشرت اور دینی زندگی کی تعلیم کے ساتھ فاضل مؤلف نے شرک و بدعت کا بھی جگہ جگہ رد کر کے خالص توحید کو اجاگر کر دیا ہے۔

”ریاض الاخلاق“ کو پڑھ کر خوفِ باری تعالیٰ، خوفِ آخرت اور دین سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جتنی دیر تک یہ کتاب مطالعہ میں رہتی ہے۔ ذہن و فکر اور دل و دماغ پر پاکیزہ تاثرات قائم رہتے ہیں۔ دو چار حدیثوں کے علاوہ تمام احادیث صحاح ستہ سے لی گئی ہیں۔ فاضل مصنف کو اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر عطا فرمائے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ بد اخلاقی اور بدکاری کی نجاستیں قدم قدم پر بکھری ہوئی ہیں۔ موصوف نے اخلاق کے پھولوں سے مشام جاں کو معطر کر دیا ہے۔ (فاران کراچی۔ مارچ ۱۹۵۳ء)

## ”نوائے وقت“ لاہور

اخبار بین طبقہ مولانا محمد صادق صاحب کے نام سے اچھی طرح واقف ہے۔ مولانا محمد صادق کئی سالوں سے مختلف اسلامی موضوعات پر کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے متعلق حدیثیں یکجا کر دی ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو اسلامی طرز معاشرت سے پوری طرح شناسا کر سکتا ہے۔ اور وہ اس کی بدولت بہترین شہری بن سکتا ہے۔

(نوائے وقت۔ ۳ نومبر ۱۹۲۵ء)

## ہفت روزہ ”قندیل“ لاہور

یہ کتاب مجموعہ ہے حضرت رسول مقبول ﷺ کے ارشادات کا اور حکیم صاحب نے مختلف ابواب کے تحت احادیث نبوی ﷺ کو جمع کر دیا ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں جو فہرست میں موجود نہ ہو۔ ایک عام مسلمان کے لئے یہ

کتاب انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ اپنی ہدایت کے لئے یہاں سے ارشاد نبوی ﷺ کی تلاش کر سکتا ہے۔ حکیم صاحب کی یہ کوشش قابل ستائش و مبارک باد ہے۔

(”قدیل“ ۲۱۔ دسمبر ۱۹۵۲ء)

”زمیندار“ لاہور

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کو اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی مسائل و احکام کی تبلیغ و تشریح سے جو والہانہ عشق ہے اس کا ثبوت آپ رسالے و جرائد میں مضامین لکھ کر بھی دیتے ہیں اور مستقبل کی تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اس کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔

انسانی سیرت و اخلاق کی اصلاح و تدوین کے لئے اسلام نے جو اصول و قواعد پیش کئے ہیں۔ ان کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی اور اس باب میں دین فطرت کو بالکل منفرد اور لائٹانی حیثیت حاصل ہے کہ اخلاقیات کے متعلق اس کے وضع کردہ ضابطے انسان کو اس حد تک پاکیزہ سیرت اور بلند کردار بنا دیتے ہیں۔ جن کا عشر عشر بھی دوسرے ادیان و مذاہب کی تعلیمات سے ممکن نہیں۔ لیکن بایں ہمہ یہ حقیقت کتنی دل خراش ہے کہ الحاد و دہریت اور فیشن پرستی کا موجودہ دور اپنے زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو اسلام کے پیروکار ہوتے ہوئے بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہا۔ اور وہ اخلاق و سیرت کے اس معیار سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ جو اسلام نے ان کے لئے قائم کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس صورت حال کے پیش نظر اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی نشر و اشاعت کر کے اور ان کا ایک ایک نکتہ سمجھا کر انہیں اپنے اخلاق کی اصلاح و ترمیم کی طرف مائل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مولانا محمد صادق صاحب نے جن کا دل و دماغ خدمت دین کے جذبہ سے ہمیشہ لبریز و سرشار رہتا ہے اس اہم ضرورت کو بڑی حد تک پورا کر دیا ہے اور اسلامی تعلیمات اخلاق کو تفصیل و تشریح کے ساتھ پیش کر کے مسلمانوں کے لئے ایک چمکتی ہوئی راہ کھول دی ہے۔

فاضل مصنف کی یہ محنت و عرق ریزی حد درجہ قابل تحسین ہے کہ انہوں نے ”ریاض الاخلاق“ میں حضرت رسول کریم ﷺ کی وہ تمام اخلاقی احادیث جمع کر دی ہیں۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخلاق و سیرت کے متعلق مختلف وقتوں پر ارشاد فرمائیں۔ ہر ایک حدیث نقل کرنے کے بعد مولانا نے اس کی وضاحت بڑے دلنشیں اور اچھوتے پیرایہ میں کی ہے۔ زبان اتنی سادہ و سلیس اور انداز بیان ایسا دل کش اور سلجھا ہوا ہے کہ زبان سے بے ساختہ مرحبا۔ سبحان اللہ نکل جاتا ہے۔ غرض کہ یہ کتاب جو فی الحقیقت اسلامی اخلاقیات کا ایک چمن زار اور اسباق و نصاب کا ایک مرقع ہے۔ مولانا محمد صادق صاحب کی وہ قابل قدر تصنیف ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو استفادہ کرنا چاہئے۔

اور ہر اسلامی گھر میں اس کا موجود ہونا لازمی ہے۔

(”زمیندار“ لاہور، نومبر ۱۹۵۲ء)

### ”آفاق“ لاہور

یہ کتاب دراصل احادیث رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے مختلف موقعوں پر جو ارشادات فرمائے ہیں ان کی افادیت اور حقیقت مسلم ہے۔ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کس نوج پر ڈالنی چاہئے۔ اس کے متعلق بصیرت افروز ارشادات ان حدیثوں میں ملیں گے۔ اسلامی زندگی کا اصل دستور تو قرآن حکیم ہے۔ لیکن احادیث نبوی ﷺ بھی اپنی جگہ مسلم ہیں۔ اور قرآن حکیم ہی کی تشریح و تفسیر ہیں یوں تو یہ احادیث موٹی موٹی کتابوں میں بند ہیں۔ جو کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ عام آدمی کی رسائی ان تک بالعموم نہیں ہوتی۔ زیر نظر کتاب کی اہمیت یہی ہے کہ ارشادات نبوی کو عام آدمی تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مختلف حدیثوں کو باقاعدہ تقسیم کے ساتھ ایک مختصر سی کتاب میں پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے مولف حکیم مولانا محمد صادق سیالکوٹی ہیں۔

(آفاق۔ ۱۵ نومبر ۱۹۵۳ء)

### ”ماہو“ کراچی

اخلاقیات کی صحیح تعلیم ہر پختہ سیرت اور بلند کردار کا سنگ بنیاد ہے اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ نے جس خوش اسلوبی سے اس کا اہتمام کیا۔ وہ نوع انسان کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ تعلیمات قرآنی تو رشد و ہدایت کا ایک مستقل ذریعہ ہیں ہی۔ لیکن نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور ارشادات ہمیں ان فضائل تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔ جو انسانی فطرت کی انتہائی ترقی کے ضامن ہیں۔

زیر نظر کتاب ان احادیث نبوی ﷺ کی توضیح و تشریح پر مشتمل ہے۔ جو اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ان کی اہمیت ظاہر ہے۔

(ماہ نو کراچی۔ جنوری ۱۹۵۳ء)

### ”نوائے ملت“ مردان

مشہور مبلغ اسلام مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے حال ہی میں ”ریاض الاخلاق“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کی ان عبرت آموز احادیث کو یکجا کیا گیا ہے۔ جن میں حسن اخلاق پر زور دیا گیا ہے۔ اور تہذیب و اخلاق ہی کو مدار عظمت و شرافت قرار دیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی کمال کاوش اور محنت کی وجہ سے مقدمہ بھر کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی ہے۔ جو اخلاقیات سے متعلق ہو۔ اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب واقعی اسم باشمی ہے۔ اور اس کے ذریعہ اخلاق کے



باغچوں کی سیر باحسن وجہ کی جاسکتی ہے۔

غرض یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی بے مثال اخلاقی حدیثوں کا بہترین مجموعہ ہے۔ جس کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے ضروری اور مفید ہے۔

(نوائے ملت مردان۔ ۱۲ نومبر ۱۹۵۲ء)

### ”اہل حدیث“ سو بدرہ

مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی کے نام نامی دام گرامی سے ناظرین ”اہل حدیث“ اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کی چند کتابوں پر تبصرہ پہلے بھی ان کالموں میں آچکا ہے۔ یہ زیر نظر کتاب بھی آپ ہی کی تصنیف ہے اور حق یہ ہے کہ یہ بہت ہی اچھی تصنیف ہے۔ علم اخلاق سے متعلق آج تک بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ فی زمانہ ایسی کتابوں کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں ۲۹۰ عنوانات باندھ کر ایسے واقعات اور ایسی حدیثیں جن کا تعلق براہ راست اخلاق انسانی پر پڑتا ہے اس انداز سے قلمبند فرمائی ہیں کہ انسان ان سے بیسیوں سبق حاصل کر سکتا ہے۔

(دفتر ”اہل حدیث“ سو بدرہ)

### اخبار ”اہل حدیث“ دہلی

کتاب ”ریاض الاخلاق“ کے مصنف اخبار ”اہل حدیث“ کے مشہور مقالہ نگار مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی ہیں۔ کتاب واقعی اسم باشمی ہے علم اخلاق پر بے شمار کتابیں نئے اور پرانے زمانہ میں لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں سے بعض نے اچھی شہرت پائی ہے۔ مگر اس کتاب میں جو خوبی ہم دیکھتے ہیں۔ وہ دوسری کتابوں میں بہت کم نظر آتی ہے۔ مصنف نے اخلاق کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ اخلاق فاضلہ کی جو تشریح کی گئی ہے۔ وہ قابل تحسین ہے پھر اخلاقی مضامین کے علاوہ اسلامی آداب اور تہذیب کو ایسے گفتگو جیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ کتاب کو خود بخود پڑھنے کو بچی چاہتا ہے۔ کئی سو عنوانوں پر مشتمل ہے۔ جس میں احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ کا دریا موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب واعظوں اور خطیبوں کی جان ہے ہر مسجد و مجلس میں سنائے جانے کے قابل ہے۔ کتنا ہی سنگ دل سے سنگ دل انسان ہو۔ وہ بھی اس کتاب کو پڑھ کر متاثر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے عوام و خواص کی تہذیب اسلامی اور آداب شریعت اور اخلاق فاضلہ کو اپنانے کے لئے ششہ زبان میں خطیبانہ رنگ میں ایک ایسے زمانہ میں یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ جبکہ انسانی اخلاق پامال ہو رہے ہیں۔ انسانیت گر رہی ہے اس کتاب کا مطالعہ انسان کو سنجیدہ اور بااخلاق بننے کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

(اخبار اہل حدیث دہلی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء)

## ”الاعتصام“ لاہور

”ریاض الاخلاق“ میں وہ حدیثیں لائق مصنف نے سلیقے اور خاص ترتیب سے جمع کر دی ہیں۔ جن کا تعلق اخلاقیات سے ہے مکارم اخلاق شریعت کا ایک اہم باب ہے۔ اور اس سے صرف نظر اسلام کی ایک بہت بڑی شق سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔ اس کتاب میں حسن اخلاق کے ضمن میں دروغ گوئی، بہتان طرازی، جھوٹی شہادت وغیرہ امور شنیعہ پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے کتاب اس قابل ہے کہ ہر طبقہ و خیال کے لوگ اس سے مستفید ہوں۔

(الاعتصام لاہور۔ ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء)

## ”تنظیم اہل حدیث“ لاہور

یہ ضخیم کتاب ۳۹۰ عنوان پر مشتمل ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی بہترین تشریح اور اخلاقی مسائل پر مشتمل احادیث نبوی ﷺ کی عمدہ اور شگفتہ دلنشین انداز میں تفصیل کی گئی ہے۔ یہ کتاب پاکستان اور ہندوستان کے جید علماء اور اسلامی پریس سے زبردست خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

فاران نوائے وقت، قدیل زمیندار آفاق، ماہ نوائے ملت، اہل حدیث سوہدرہ، اہل حدیث دہلی جیسے اخبار و رسائل کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی، جناب مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا احمد علی، مولانا غلام مرشد، مولانا داؤد غزنوی جیسے اکابر اس کتاب اور اس کے مصنف کو خراج تحسین پیش کر چکے ہیں۔

ہمارے خیال میں اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلامی اخلاق سے روشناس کرانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس شعر کی تفصیل و تفسیر ہے۔

ہزار نقش برآید ز کلک صنع دیکے  
بہ دلپذیری نقش نگار مازسد

(تنظیم اہل حدیث لاہور۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۹ء)

## روزنامہ ”احسان“ لاہور

فاضل مؤلف حکیم مولانا محمد صادق سیالکوٹی اخبار بین طبقے کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ مولانا نے سرکار دو عالم ﷺ کی لامثال اخلاقی حدیثوں سے جو گلزار رسالت کے الگ الگ رنگ مہک کے سدا بہار پھول ہیں۔ جن کی روح پرور عطر بیڑیاں اور جاں نواز عنبر فشانیاں انسانیت کی جان اور طائر لاہوتی کی روح رواں ہیں۔ ”ریاض الاخلاق“ کو سجایا ہے جیسا کہ فاضل مؤلف نے لکھا ہے۔

”رسول اللہ ﷺ نبوت کے شرف لامثال کے ساتھ خلق عظیم کی دولت سے بھی مالامال تھے آپ کی عادت و

سیرت، مزاج اور طبیعت میں پورا پورا اعتدال پایا جاتا تھا۔ ایسا کامل اعتدال کہ اولاد آدم میں کوئی بھی اس نقطہ کمال کو نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنکَ لَعَلیٰ خُلُقِ عَظِیْمِ آپ ہی کی شان میں فرمایا ہے۔ اگر آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل نہ ہوتے خوش خلقی کا شیریں چشمہ نہ رکھتے۔ قدیل سیرت جلوہ بار نہ ہوتی تو عرب کی سنگناخ زمین کے اجڈ اور اکھر، غیر مہذب اور وحشی انسان کبھی سیدھی راہ پر نہ آتے ہدایت قبول نہ کرتے اور اسلام کی خاطر اپنی جان دینے کے لئے تیار نہ ہوتے۔

سیرت نبوی اور اخلاق حسنہ ہی کی برکت تھی کہ اسلام نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ چین جیسے دُور دراز ملک میں محض مسلمان تاجروں کے کردار اور دیانت کی وجہ سے اسلام پھیلا۔ جب تک مسلمانوں نے ہادی برحق کی تعلیمات اور سیرت کو اپنی زندگی کے لئے عملی نمونہ بنایا۔ وہ جہاں گیری اور جہاں بانی کرتے رہے اور جب سے انہوں نے یہ راستہ چھوڑا۔ وہ گمراہی اور ضلالت کے عیش غار میں گر گئے۔ اور آج اکثریت ہونے کے باوجود ذلیل و خوار ہیں۔

سرور کائنات نے اٹھنے بیٹھنے، سلام بات چیت، مصافحہ، معانقہ، بزرگوں کا ادب، ایفائے عہد، غرض روزہ مرہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اپنی امت کی راہ نمائی فرمائی ہے۔

مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے ”ریاض الاخلاق“ میں بالتفصیل بتایا ہے کہ سلام، مصافحہ، معانقہ، ایفائے عہد، صدق اور کذب کا امتیاز، تکفیر و لعنت اور بدزبانی، غیبت، بہتان، امانت کی ذمہ داریاں، صبر و توکل، حرص، خوشامد، لجاجت والدین، قرابت، ہمسایہ کے حقوق، عیادت، کھانے پینے کے احکام، مہمان نوازی، سخاوت، پردہ پوشی، تجسس اور بدظنی، صلح و صفائی، آداب محفل، دعوت طعام، شعر و شاعری کے متعلق کیا ارشادات ہیں۔ ہر جگہ قرآن کی آیات اور حدیث کے ضروری حوالے دیئے گئے ہیں۔ کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔

(”احسان“ لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۵۲ء)

### حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کا تبصرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی کتاب ”ریاض الاخلاق“ آج ملی۔ میں نے جا بجا سے پڑھی۔ دل بہت خوش ہوا۔ کہ آپ نے بحکم الدین النصبیۃ مسلمانوں کی خیر خواہی کا بفضل باری تعالیٰ بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیں اور مسلمانوں کو اس سے متمتع فرمائیں۔ مضمون بھی اچھا ہے طرز تحریر بھی بہتر ہے قرآن اور حدیث سے باہر کوئی بات نہیں۔

(سید سلیمان ندویؒ۔ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دارالعلوم دیوبند کا تبصرہ

مکرم بندہ!..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ!..... افسوس ہے کہ آپ کی تمبرک کتاب کے مطالعہ کے لئے کافی وقت نہ نکال سکا۔ تاہم اس کے اجمالی مطالعہ ہی سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمات میں مشغول رکھیں۔ چند کلمات لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

”ریاض الاخلاق“ مولفہ مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی میری نظر سے گزری۔ افسوس ہے کہ ہجوم مشاغل کے سبب میں اسکا پورا مطالعہ نہ کر سکا۔ تاہم جتنہ جتنہ متفرق مقامات سے دیکھا۔ کتاب کا موضوع وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس وقت جب کہ اسلامی اخلاق ہماری غفلتوں اور غیروں کی چیرہ دستیوں کے سبب نظروں سے اوجھل ہوئے جاتے ہیں۔ بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو ان سے آگاہ کی جائے۔ مولانا موصوف کی یہ خدمت انشاء اللہ اس فرض کی ادائیگی میں مفید و معین ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو حسن قبول عطا فرمائیں۔ آمین!

(بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ کراچی نمبر ۱۔ ۱۵ مارچ ۱۹۷۲ء)

حضرت مولانا احمد علی صاحب شیرانوالہ دروازہ لاہور کا تبصرہ

محترم المقام مولانا محمد صادق دامت معالیکم ازا حقرا لانا م  
احمد علی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

”ریاض الاخلاق“ کو متفرق مقامات سے بغور دیکھا۔ الحمد للہ بے حد مفید کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ سے اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

(۲۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا غلام مرشد صاحب خطیب شاہی مسجد لاہور کا تبصرہ

هُوَ الرَّحْمٰنُ! محترمی! السلام علیکم!

”ریاض الاخلاق“ کا مطالعہ کیا ہے۔ جزاک اللہ خیر الجزاء خداوندان اقتدار طالبان تمسکین مدعیان اصلاح اور متلاشیان امن کو آج جس چیز کی زیادہ ضرورت ہے۔ وہ اس کتاب نے پوری کر دی ہے۔ مولف کا اسلوب بیان حکیمانہ ہے۔ والسلام!

دعا گو

(غلام مرشد بھائی دروازہ لاہور۔ ۶۲ نومبر ۱۹۵۲ء)



حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی صاحب صدر جمعیت الحمدیث مغربی پاکستان کا تبصرہ

باسمہ عزوجل!

محترم مولانا محمد صادق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مزاج گرامی!..... آپ کی طرف سے کتاب ”ریاض الاخلاق“ وصول ہوئی۔ جتہ جتہ مقامات سے میں نے کتاب مذکور کو دیکھا۔ آپ کی محنت قابل قدر ہے۔ مضامین کی وسعت کی وجہ سے کتاب ”ریاض الاخلاق“ اس باسٹھی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت کو بہتر بنائے اور آپ کو اس دینی و علمی اور اخلاقی خدمت کیلئے اجر عظیم عطا فرمائے۔

(داؤد غزنوی یکم جنوری ۱۹۵۲ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت الحمدیث مغربی پاکستان کا تبصرہ

گوجرانوالہ

۱۱۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

محترم حکیم صاحب!..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

”ریاض الاخلاق“ مل گئی۔ آپ نے ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ جو اسلام کی تبلیغی مساعی میں رکن اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ مواد جمع کرنے میں جناب کی کوشش قابل صد تحسین ہے۔ آپ ایسے حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جو ملت پر کوئی بوجھ ڈالے بغیر اس کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

کثر اللہ امثالکم

(محمد اسماعیل۔ گوجرانوالہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مدظلہ مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا تبصرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

جناب محترم حکیم محمد صادق صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

بناب لی کتاب ”ریاض الاخلاق“ ملی۔ آپ نے بہت محنت سے احادیث کو فصیح اردو میں منتقل کر کے امت کے شوقین افراد کے مطالعہ کا بہترین ذخیرہ مہیا فرمایا۔ آج وقت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ جمہور کی اصلاح کی جائے۔ آپ نے وقت کی آواز کو محسوس کیا۔ اور اس کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے مذہب و ملت کی صحیح ترجمانی

فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے۔ اور اخلاق کی اصلاح میں اس کو بہترین ذریعہ قرار دے۔ والسلام  
خیر الختام.

العبد محمد گوندلوی

۰۲ صفر ۱۳۷۲ ہجری

اگرچہ حسن فروشاں بجلوہ آمدہ اند  
کے بحسن و لطافت پیار مانرسد  
ہزار نقد بازار کائنات آرنہ  
کے بساۃ صاحب عیار مانرسد

(حافظ)

ہزار نقش بر آیدز کلک صنع ویکے  
بدپذیری نقش نگار مانرسد

(حافظ)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### خطبہ رحمتہ للعالمین

الْحَمْدُ لِلَّهِ <sup>(۱)</sup> نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ <sup>(۲)</sup> أَمَا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ النَّاسِ هَدَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ○

ارشاد فرمایا:-

ترجمہ:- سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ (اس لئے) ہم اسی کی تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں، ہم اس (رب العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اپنے اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی) اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ (یقین مانو) کہ جسے

(۱) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفيف الصلوة والخطة حديث: ۸۶۸۔

سنن ابن ماجه كتاب النكاح باب خطبة النكاح حديث ۱۸۹۳۔ الفاظ اسی کے ہیں۔ سنن نسائی كتاب النكاح باب ما يستحب من الكلام عند النكاح حديث ۳۲۸۰/۳۲۸۹۔ و كتاب الجمعة باب كيفية الخطبة حديث ۱۳۰۵۔ سنن ابوداؤد كتاب النكاح باب في الخطبة النكاح حديث ۲۱۱۸۔ سنن ترمذی ابواب النكاح باب ماجاء في خطبة النكاح حديث ۱۱۰۵۔

(۲) صحیح مسلم كتاب الجمعة باب تخفيف الصلاة و الخطبة حديث ۸۶۷۔ سنن نسائی كتاب الصلاة العیدین باب

كيف الخطبة حديث: ۱۵۷۹۔ صحیح ابن خزيمة حديث: ۱۷۸۵۔

صحیح مسلم سنن نسائی اور مسند احمد۔ میں ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں خطبہ کا آغاز (إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ) سے ہے۔ لہذا (الْحَمْدُ لِلَّهِ) کی بجائے (إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ) کہنا چاہیے۔ اس خطبہ میں (نؤمن بہ و نتوکل علیہ) کے الفاظ صحیح حدیث میں نہیں

ہیں۔

اللہ راہ دکھائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھکا دے۔ اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہو سکتا۔ اور ہم (تو دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی طرح (اعماق دل سے) ہم اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ محمد ﷺ اس کے (خاص) بندے اور (آخری) رسول ہیں۔ حمد و صلوة کے بعد (یقیناً) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور تمام راستوں سے بہتر راستہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہے۔ جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں۔ (یاد رکھو) دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے۔<sup>(۱)</sup>



(۱) سرور عالم ﷺ کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے جو آپ اپنے ہر وعظ اور تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے یہ خطبہ بہ الفاظ مختلف مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔ (ترمذی)

## پیش آہنگ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اخلاقیات (ETHICS) کو اسلام میں جو بلند مقام حاصل ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اور اسلام کے آنے کا بڑا مقصد ہی یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے اخلاق کی اصلاح کی جائے۔ لوگوں کی طبیعتیں سنوریں، کردار نکھریں، لیلائے سیرت کے حسن کو چار چاند لگیں۔ مزاج کی دہن فضائل کے زیور سے اور نیکیوں کے پھولوں سے آراستہ ہو۔ اور نقوش اندرون کی تمام دو شیرائیں رباب زندگی کے لاہوتی نغموں سے کیف ایمان پائیں۔

یاد رہے کہ خلق کے معنی ظاہری شکل و صورت کے ہیں۔ اور خلق باطنی شکل و ہیبت کو کہتے ہیں اور باطنی شکل و ہیبت سے مراد سجاؤ۔ برتاؤ، خو، فُضَلت، عادت، سیرت، طبیعت، مزاج، وصف، سلیقہ، تمیز، شعور، وقوف اور لیاقت ہے۔ جب تک انسان کے یہ باطنی اوصاف درست، صحیح اور اعتدال پر نہ ہوں۔ انسان کو انسانیت زیب نہیں دیتی۔ اور اس کی شرافت کے تاج میں آدمیت کے موتیوں کی مینا کاری جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۔

ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملتا ہے۔ سہیلی جب دوسری سہیلی سے ملاقات کرتی ہے۔ شرفا جب ایک دوسرے کی دوستی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ خواتین کے درمیان جب محبت کا ساغر گردش کرنے لگتا ہے تو سب سے پہلے ایک دوسرے کے سجاؤ اور برتاؤ ہی کی جانچ ہوتی ہے خود فُضَلت اور مزاج معطلی ہی تجربہ کی سان پر چڑھتے ہیں۔ جو عورت مرد لڑکی لڑکا دریا ئے اخلاق کا پیراک بن کر سیرت زیبا کی موجوں کے سہارے کنارے جا لگتا ہے۔ انسانی معاشرے میں محبت و عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ معتد علیہ باوقار، معزز اور محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر حق و صداقت کو قبول کرنے اور کذب و باطل کو ٹھکرانے کی استعداد اگلازایاں لینے لگتی ہیں۔ اس کے برعکس بد اخلاقی کا زہر اپنے پینے والے مرد اور عورت متحرک نعشیں ہوتی ہیں۔ جن کے تعفن اور بد بو سے خلقت بیزار ہوتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی عزت، بزرگی، مرتبہ اور دولت نہیں ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک بہت بڑا عالم ہے اس کے علم کا سمندر حد و فراموش اور ناپیدا کنارہ ہے۔ لیکن اگر اس عالم کی طبیعت کے جوا لامبھی سے بد اخلاقی کا لاوا بہتا ہو تو اس لاوے سے نہ صرف اس کے علم کا سمندر ہی خشک ہو کر کھائیوں، کھڈوں اور غاروں میں

تبدیل ہو جائے گا۔ بلکہ عامۃ الناس اور اس عالم کے درمیان نفرت و نفرتیں کا ایک تپتا ہوا ریگ زار ظہور پذیر ہوگا۔ جس کے نتیجے میں نہ لوگ اسکے علم سے مستفید ہو سکیں گے۔ اور نہ ہی وہ علم کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوگا۔ اسی طرح سوہ خلق کی برائیوں اور خرابیوں کے پیش نظر آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے لئے نیک خلق کس قدر لابدی اور ناگزیر ہے۔ آدمیت اپنے عروج و ارتقا اور فلاح و بقا کے لئے کس درجہ اخلاقِ حسنہ کی محتاج ہے۔ انسانی معاشرے کو بد خلقی سے بچانے کے لئے اور اس میں اچھے اخلاق کی ترویج کی خاطر رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ تَرَضَّوْنَ دِينَهُ وَ خُلِقَهُ فَرَّ وَ جُودُهُ. (مشکوٰۃ) (۱)

”جس شخص کی دینداری و خوش اخلاقی (لڑکے کا انتخاب کرتے وقت) تم کو پسند آئے۔ اس سے لڑکی کی شادی کر دو۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا مرد کے ساتھ ازواجی تعلق قائم کرتے وقت صرف یہی نہ دیکھو۔ کہ لڑکا بڑا دیندار اور پرہیزگار ہے۔ صوم و صلوة کا پابند اور نیک ہے۔ بلکہ ان بنیادی خوبیوں کے ساتھ اس کی خوش اخلاقی نیک کرداری اچھی خود خصلت اور عمدہ سہاؤ برتاؤ کا ہونا بھی لازمی ہے۔ تاکہ دینداری اور خوش اخلاقی کے حسین امتزاج سے جو اولاد پیدا ہو وہ بھی اچھے اخلاق پر مجبول ہو کر نوع انسانی کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ ایجاب و قبول کی دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے دلہا دلہن کی دین نوازی کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کے سنہری پیوند نے مسئلہ کی اہمیت کو اور اجاگر کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نبوت کے شرف لامثال کے ساتھ خلقِ عظیم کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ آپ کی عادت سیرت مزاج اور طبیعت میں پورا پورا اعتدال پایا جاتا تھا۔ ایسا کامل اعتدال کہ اولاد آدم میں کوئی بھی اس نقطہ کمال کو نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنکَ لَعَلِّیْ خُلُقِیْ عَظِیْمٍ۔ آپ ہی کی شان میں فرمایا ہے۔ اگر آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل نہ ہوتے۔ خوش خلقی کا شیریں چشمہ نہ رکھتے۔ قدیل سیرت جلوہ بار نہ ہوتی۔ تو عرب کی سنگلاخ زمین کے اجڑ اور اکھڑ لوگ غیر مہذب اور وحشی انسان کبھی سیدھی راہ پر نہ آتے ہدایت قبول نہ کرتے اور اسلام کی خاطر اپنی جانیں دینے کے لئے تیار نہ ہوتے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَقَضُوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران : ۱۵۹)

”اور (اے پیغمبر ﷺ) اگر تو تیز خوخت دل ہوتا۔ تو لوگ تیرے آس پاس سے بکھر جاتے۔“

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح حدیث : ۳۰۹۰۔ بحوالہ سنن ترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فیمن ترضون دینہ فزوجوه حدیث : ۱۰۸۳۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱/۵۵۱ حدیث ۱۰۸۳ اسلسلہ الاحادیث الصحیحہ ۲۲/۳ حدیث : ۱۰۲۲۔

یعنی اگر تیرے اخلاق اچھے نہ ہوتے۔ تو تیری تبلیغ و عطا اور نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ اور ترش روئی کی وجہ سے کوئی تیرے نزدیک تک نہ پہنچتا۔ زمانہ نبوت کے تیس سالہ عرصہ میں سوا لاکھ شمع رسالت کے پروانوں کے ہجوم نے ثابت کر دیا کہ رحمت دو عالم ﷺ فی الواقع بہت بلند اخلاق کے مالک تھے۔ اور آپ کے خلق عظیم ہی کی بدولت اسلام کو کہکشاں گیر ترقی کا شرف حاصل ہوا۔

اپنی اُمت کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتے ہوئے رحمت دو عالم ﷺ حقیقت بیان فرماتے ہیں۔

((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

”تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں۔ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“

((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَوْ أَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَبِكُمْ أَخْلَاقًا)) (ترمذی) <sup>(۲)</sup>

حضور انور ﷺ فرماتے ہیں:

”تم میں سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک اور قیامت کے روز سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے

والے وہ لوگ ہیں۔ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“

((مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلَ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ)) (ابوداؤد) <sup>(۳)</sup>

حضور ﷺ نے فرمایا:

”میزانِ عمل کے اندر خوش خلقی سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہیں ہے۔“ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

((مَا أَكْثَرَ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ))

”حضور ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جو سب سے بڑھ کر بہشت میں داخل ہونے کا موجب ہو سکتی ہے؟“

((قَالَ التَّقْوَى وَ حُسْنُ الْخُلُقِ)) (ابن ماجہ) <sup>(۴)</sup>

(۱) صحیح بخاری۔ کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ حدیث ۳۵۵۹ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب كنزة

حياته ﷺ حدیث ۲۳۲۱۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی معالی الاخلاق حدیث: ۲۰۱۸ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی

۲/۳۸۵-۳۸۴ حدیث: ۲۰۱۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۲/۳۱۸۔ حدیث ۷۹۔

(۳) سنن ابوداؤد۔ کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث ۳۷۹۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد ۳/۱۷۹ حدیث:

۳۷۹۹۔

(۴) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی حسن الخلق حدیث: ۲۰۰۳۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب ذکر

الزئوب حدیث: ۲۳۳۶۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۹۔ حدیث: ۲۰۰۳۔ صحیح سنن ابن ماجہ

۳/۳۸۲۔ حدیث ۳۳۳۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۲/۲۶۹ حدیث ۹۷۷۔



آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:- ”اللہ رب العزت کا خوف اور خوش خلقی“

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِيُذْرِكَ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةً قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ)) (ابوداؤد) (۱)

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

”مومن خوش اخلاقی کی بدولت تمام رات کے عبادت گزاروں اور دن کے روزہ دار کے برابر ثواب پاتا ہے۔“

((لَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ)) (ابن ماجہ) (۲)

ارشاد نبوی ہوتا ہے:

”کوئی شرافت اور بزرگی اخلاق حسنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔“

مسلمان کے لئے خوش اخلاقی اتنی اچھی اور ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود اخلاق کے انتہائی عروج پر ہوتے ہوئے پھر بھی اللہ رب العزت سے دُعا کرتے ہیں۔

((اللَّهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي)) (مسند امام احمد) (۳)

”الہی! تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے میری سیرت کو بھی (اور) اچھا بنا۔“

یہ بات کس قدر قابل غور ہے کہ جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ لم یزل سے کیسے اخلاق کی عزت نشانیوں کی فضا میں شانہ کُشی کی توفیق مانگتے ہیں۔ اور جن مسلمانوں کو سکھانے پڑھانے کے لئے ایسی دُعا کرتے

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث ۴۷۹۸۔ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب الادب

باب ماجاء فی حسن الخلق حدیث: ۱۹۲۷۔ مستدرک حاکم کتاب الایمان ۱۲۸/۱ حدیث ۱۹۹۔ طبع جدید و طبع

قدیم ۶۰/۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۷۸/۳ حدیث ۴۷۹۸۔ صحیح الموارد الظمان ۲۳۷/۲ حدیث

۱۶۱۹۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۳۲۱/۲ حدیث ۷۹۵۔ امام حاکم نے اس حدیث کو شیعین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح

کہا ہے اور امام ذہبی نے اُن کی موافقت کی ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب الورع والتقوی حدیث: ۳۲۱۸۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابن ماجہ صفحہ

۳۵۳ حدیث ۳۹۷۸۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳۸۲/۳ حدیث / ۱۹۱۰۔

(۳) مسند احمد ۶/۱۶۸ اس کی سند صحیح ہے۔ ارواء الغلیل ۱/۱۱۵۔ (عن عائشہ رضی اللہ عنہا) یہ روایت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی

مروی ہے۔ مسند احمد ۳۰۳/۱۔ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب الادعیۃ باب ۱۳ حدیث ۲۳۲۳۔ مسند ابی

یعلیٰ الموصلی ۳/۳۵۵ حدیث ۵۰۵۳۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح الموارد الظمان ۳/۳۲۹ حدیث

۲۰۵۶۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۱۳۰۷۔

تعمیہ: اس دعا کو آئینہ دیکھتے وقت پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

ہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ زندگی کا ہر پہلو گوشہ زانوہ اور شعبہ اخلاقی روشنی کے ایک ایک لمحہ شعاع کو ترستا ہے۔ کیسا جگر خراش منظر ہے۔ کہ مسلمانوں کی تمدنی، معیشتی، معاشرتی اور مذہبی حالتیں اخلاقیات کی جان پہچان کھو بیٹھتی ہیں۔ رذائل کی کالی گھٹائیں مطلع ادب پر ایسی چھائی ہیں کہ نیر فضائل کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی۔

اخلاق کا یہ تاریک دور بتا رہا ہے کہ حالت دن بدن رو بہ زوال ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تبلیغی سعی کو بروئے کار لایا جائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کی اخلاقی مشعلیں روشن کر کے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی اصلاح کی جائے چنانچہ اسی سلسلہ میں کتاب ”ریاض الاخلاق“ آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ خلوص دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کو اخلاص سے عمل کی توفیق دے۔

چہ باید مرد را طبع بلندے مشرب تا بے  
دل گرے نگاہ پاک بینے جان بے تا بے

(اقبال)

رجب ۱۳۸۷ھ محقق صادق



www.KitaboSunnat.com

## السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کو بکثرت سلام کیا کریں؛ جس کو پہچانیں اسے بھی اور جسے نہ پہچانیں اسے بھی بڑی محبت اور خلوص دل سے سلام کہیں رحمت و دعاء عالم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو سارا مدینہ زیارت کے لئے اٹھ آیا۔ عبد اللہ بن سلام بھی جو یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ کشاکش کشاکش دربار رسالت میں جا پہنچے۔ روئے انور کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ تو رات کے وعدہ کے مطابق پیغمبر آخرا الزمان آپ ہی ہیں۔ اور پھر شمع نبوت کا پروانہ بن کر مسلمان ہو گئے۔ یہی عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے حضور ﷺ کی زبان سے سب سے پہلے یہ الفاظ سنے۔

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ))<sup>(۱)</sup>

”لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام عام کرو۔“

آشنا کو بھی اور بیگانہ کو بھی واقف کو بھی اور ناواقف کو بھی سلام کو خوب پھیلاؤ اور بکثرت عمل میں لاؤ۔ یاد رہے کہ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دراصل ایک خیر و برکت کی دُعا ہے جو ملاقات کے وقت ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے جذبہ خلوص کے ماتحت زبان سے نکالتا ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم پر سلام ہو۔ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور اس کے معنی ہیں۔ سراسر سلامتی، سلامتی اور حفاظت کا منبع۔ ہر قسم کی تکلیف، مصیبت، دکھ، درد، رنج، مرض، غم، فکر، بلا، وبا، آفات و حادثات سے سلامت رکھنے والا اَسْن و امان اور حفاظت جان بخشنے والا۔ بزرگ و برتر سلام جو بیشار سلامتیوں کا سرچشمہ ہے۔ اے میرے پیارے مسلمان بھائی۔ ہمیشہ تیرے ساتھ رہے۔ یعنی اللہ جو سلام ہے۔ سلامتی کے ارادوں سے تیرے سر پر سایہ فگن ہو۔

اور السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ تو (اے میرے بھائی) مجھ سے سلامتی میں ہے۔ یعنی میری طرف سے ہر قسم کی دشمنی، حسد، بغض، کینہ، شرارت، غیبت، بہتان، بدخواہی، دھوکہ، فریب، نفاق اور ایسے قولی و فعلی سے تو اپنے آپ کو سلامت اور مومن سمجھ۔ تیرے اور تیرے باطن سے میں تیرا رفیق ہوں۔ دین کا بھائی ہوں۔ میری ذات سے تو ہمیشہ اَسْن رہ! غور فرمائیں۔ کہ سلام کے اس متبرک مفہوم کو جو شخص سوچ سمجھ کر عمل میں لاتا ہے۔ خلوص سے دوسرے کو السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتا ہے۔ وہ مسلمان بھائی کی کس قدر خیر خواہی اور ہمدردی کرتا ہے۔ اور اس بہی خواہی میں وہ اللہ کو کس قدر راضی کرتا ہے۔ پھر اگر اسی طرح خلوص نیت سے سلام کئے جائیں۔ تو کیا باہمی حسد۔ بغض۔ کینے۔ عداوتیں اور کدورتیں باقی رہ سکتی ہیں؟ سبحان اللہ! اسلام کی کیسی پاکیزہ اور صلح کل تعلیم ہے۔ لیکن

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب حدیث افشو السلام حدیث ۲۴۸۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی

۶۰۰/۲۔ ۵۹۹ حدیث ۲۴۸۵۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۱۱۴/۲ حدیث ۵۶۹۔

افسوس! کہ مسلمان اس تعلیم کی روح سے بے رواں ہو گئے ہیں!

یہ صرف اسلامی سلام ہی ہے جو اپنے پہلو میں عالمگیر افادیت اور ہمہ گیر جامعیت کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے۔ سارے جہان میں کوئی مذہب، قوم، جماعت، اور ملک ایسا خوبیوں اور رحمتوں بھرا سلام پیش نہیں کر سکتا۔ ہم یہاں غیر اقوام اور مختلف ممالک کے سلاموں کو گنوا کر ان کا اسلامی سلام سے بالتفصیل موازنہ کرتے۔ لیکن طوالت مانع ہے۔

سلام کہنے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے سلام کہا کریں۔ ہنگام سلام لبوں پر ضرور تبسم کی ضیا ہو!

واضح رہے کہ جو شخص مسلمان بھائیوں کو سلام نہیں کرتا۔ یا سلام کرنے میں پہل اس نیت سے نہیں کرتا کہ دوسرے ہی اس کو پہلے سلام کہیں۔ تو جان لینا چاہئے کہ وہ اخلاقی بیمار ہے۔ اس کی سیرت کو تکبر کا عارضہ لاحق ہے۔ اور اس عارضہ کا علاج سلام کرنے میں ہے بلکہ سلام کرنے میں پہل کرنے اور سبقت لے جانے میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس کے افشار پر بہت زور دیا ہے۔

اب آپ اسلامی سلام سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

### مسلمان کے چھ حق

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ نِسْتُ حِصَالٍ يَعُوذُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَسْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُسَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ)) (مشکوٰۃ شریف) (۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔“

◆ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

◆ اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھے۔

◆ اور اگر وہ کھانے کی دعوت کرے تو قبول کرے۔

◆ اور جب اس کو طے تو السَّلَامُ عَلَیْكُمْ کہے۔

◆ اور جب اسے چھینک آئے تو (اس سے اَلْحَمْدُ لِلَّهِ) کہ کر) یَرْحَمُكَ اللهُ کہے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب السلام حدیث ۴۲۳۰۔ سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تشمیت العاطس حدیث ۲۷۳۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۹۳/۳ حدیث ۲۷۳۷۔

اور اس کی (دین و دنیا کے ہر امر میں) خیر خواہی کرے اس کی موجودگی میں بھی اور غیر حاضری میں بھی۔

### انتباہ

دعوتِ طعام کا قبول کرنا سنت اور بڑا ثواب ہے۔ حضور انور ﷺ کی ایک دوسرے کو کھانا کھلانے کے متعلق کئی حدیثیں ہیں۔ باہمی دعوتوں کی رغبت دلانے میں یہ راز ہے کہ آپس میں اُلفت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ رنج و کینہ دُور ہو کر رشتہ اخوت مضبوط ہوتا ہے۔ لیکن ایسی دعوت کو قبول نہیں کرنا چاہئے جو فخر و یا اور نمود و نام کے لئے ہو۔ یا جس محفل میں باجے گائے، مزا میر اور برابط اپنا رنگ دکھا رہے ہوں۔ یا کوئی اور شرعی امر مانع ہوں۔ اور اگر دعوت کرنے والے کی کمائی کا ناجائز اور حرام کے ذریعہ حاصل کرنا کھلم کھلا معلوم ہو۔ تو ایسی دعوت سے بھی ضرور اجتناب کرنا چاہئے بعض سپوت اپنے بڑے بوڑھے کے مرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے ان کی روٹی کرتے ہیں۔ اور نام و نمود اور فخر و غرور کی دگیں پکاتے ہیں اور خویش قبیلہ برادری اور دوست احباب کو مدعو کر کے انہیں کھلاتے پلاتے ہیں۔

خوب یاد رکھیں! کہ کبھی ایسی دعوت اڑانے نہ جائیں۔ کیونکہ اگر یہ دعوت نمود و ریا کے لئے ہے (برادری کی واہ و اہ کی خاطر ہے) تو جسی اس کا لھانا جائز ہے۔ اور اگر میت کے ایصالِ ثواب کے لئے ہے تو اس کے مستحق فقراء و مساکین ہیں۔ پھر بھی آپ کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوئی۔ مسلمان بھائیوں کو ہر کام سوچ سمجھ کر شریعت کے مطابق کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان کا دعویٰ مسلمان ہونے کا جیسی صحیح ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنی ہوا و حرص کو چھوڑ کر اسلام کے پابند ہو جائیں۔ ہر کام کتاب و سنت کی روشنی میں کریں۔ قرآن اور حدیث کے استدلال سے عمل میں لائیں۔

## دوستی اور محبت کا راز

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُونَ الْحَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تُحَابِبُوا أَوْ لَا أَدْلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))  
(مسلم) (۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں داخل ہو گئے تم بہشت میں یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ۔ اور نہ ایمان (کامل) لاؤ گے یہاں تک کہ آپس میں (لِللہ) دوستی اور محبت کرو اور کیا نہ بتاؤں تمہیں وہ چیز جس پر عمل کرنے سے تمہارے اندر دوستی اور محبت پیدا ہو؟ (سنو) اپنے درمیان سلام کو خوب پھیلاؤ۔“

(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان أنه لا يدخل الحنة الا المومنون و أن محبة المومنین من الایمان حدیث:

ملاحظہ:۔ سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر واقف ناواقف اپنا پرایا آشنا نا آشنا دیہاتی شہری مقامی غیر مقامی اجنبی مسافر غریب امیر چھوٹا بڑا بچہ بوزھا اور ہر کہہ و مہ جو بھی ملے۔ بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے اسے اَلسَّلَام عَلَیْکُمْ کہیں۔ آپ ذرا سوچیں کہ جو شخص اس طرح ہر ملنے والے کو خواہ اسے پہچانتا ہو یا نہ۔ سلام کرنا شروع کر دے۔ تو ایک مہینہ میں ان کی جان پہچان اور میل ملاقات کا حلقہ کتنا وسیع ہو جائے گا۔ سال میں اس کے ملاقاتیوں اور آشناؤں کی تعداد کہاں تک جا پہنچے گی۔ اور پھر چند سالوں میں اس کے احباب اور مخلص دوست کس قدر پیدا ہو جائیں گے جو اسے جان کی طرح عزیز رکھیں گے۔ اور سر آنکھوں پر جگہ دیں گے یہ سب افشائے سلام ہی کی خوبی و برکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ صحابہ پر بیشمار رحمتیں نازل کرے۔ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سلام کو پھیلاتے تھے۔ اور اس حب کے نئے پر عمل پیرا ہو کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں ساتے تھے۔ انہیں بکثرت سلام کرنے میں کوئی عار نہیں آتی تھی۔ وہ حقیر سے حقیر آدمی کو بھی سلام کہنا اپنی کسر شان نہیں جانتے تھے۔ لیکن افسوس آج کم حیثیت شخص کو سلام کہتے ہوئے ہماری آن میں فرق پڑتا ہے۔ اور غریبوں، مسکینوں، ضعیفوں، حقیروں اور نوکروں چاکروں پر تقدیم سلام کے تصور سے ہماری جان جاتی ہے۔

### تقدیم سلام کا مرتبہ

((وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ))<sup>(۱)</sup> (ترمذی۔ ابو داؤد)

”ابی امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سب آدمیوں سے بڑھ کر وہ شخص اللہ والا (اللہ کے نزدیک) ہے جو سلام کرنے میں ابتداء کرتا ہے۔“

ملاحظہ:۔ سلام میں پہلے کرنے پر نفس کشی لازم آتی ہے۔ تکبر خودی اور ہنکار مٹتا ہے۔ عجز و انکسار اور تواضع و فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شخص سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اللہ تواضع اور انکساری کے بدلے اسے عروج اور بلندی عطا کرتا ہے جو اس کا قرب ہے۔

### تکبر سے براءت و نجات

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَادِيُّ بِالسَّلَامِ بَرِيٌّ مِنَ الْكِبْرِ))  
(مشکوٰۃ)<sup>(۲)</sup>

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی فضل من بدأ السلام حدیث ۵۱۹۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۲۷۵/۳ حدیث ۵۱۹۷۔

(۲) بیہقی فی شعب الایمان ۳۳۲/۶ حدیث ۸۷۸۷۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب اسلام حدیث ۳۶۶۶۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۲۳۶۵۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۲۳۶ حدیث ۱۷۵۱۔



”حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہ تکبر سے پاک ہو جاتا ہے۔“

## معمولی اوٹ کے بعد سلام

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَحَاهُ فَلْيَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَإِنْ خَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهِ فَلْيَسَلِّمْ عَلَيْهِ)) (ابوداؤد) (۱)

ترجمہ:- ”حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی سے ملے۔ تو اس پر سلام کرنے پھر اگر دونوں کے درمیان درخت، دیوار یا (بہت بڑا) پتھر حائل ہو (اور) پھر ملے اس سے تو دوبارہ سلام کرے اس پر۔“

## سلام کے آداب

رحمت عالم ﷺ نے استحباب سلام میں یہاں تک فرمادیا۔ کہ ایک سلام کرنے کے بعد اگر تمہارے درمیان کوئی درخت، دیوار، پتھر، حائل ہو جائے۔ یعنی لمحہ بھر کے لئے بھی ایک دوسرے سے جدا ہو کر پھر آئے سانسے آ جاؤ۔ تو اب پھر سلام کرو۔ اس سے سلام کے استحباب میں کمال مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور مبالغہ اس کے انشاء کی کثرت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

البتہ بعض مقامات میں سلام کرنا مکروہ ہے یا خانہ پھرنے، پیشاب کرنے، استنجاء کرنے کے وقت سلام نہ کرنا چاہئے اور اسی طرح نماز پڑھنے، قرآن کی تلاوت کرنے، اذان دینے، غسل کرنے، اونگھنے کی حالتوں میں بھی سلام نہ کریں اور نہ ہی دورانِ خطبہ میں سلام کرنا چاہئے۔

## قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی کا وہاں سے گزر ہوا اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ (۲)

سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے ایک آدمی گزرا اور اس نے سلام کیا آپ نے فرمایا: ”جب تم مجھے اس جیسی حالت میں دیکھو تو مجھے سلام مت کہو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو میں

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه ایسلم علیہ؟ حدیث ۵۲۰۰ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح

سنن ابوداؤد ۲۷۶/۳ حدیث ۵۲۰۰ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۳۲۱/۱ حدیث ۱۸۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الحيض باب التيمم حدیث ۳۷۰۔

تمہیں جواب نہیں دوں گا۔“ (۱)

اسی حدیث کی بناء پر باتفاق علماء پیشاب و پاخانہ میں مصروف کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسے شخص کو سلام کرے تو مستحب یہ ہے کہ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضوء کر کے سلام کا جواب دے۔ سیدنا مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ نے وضوء کر لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عذر بتایا پھر فرمایا مجھے یہ بات ناپسندیدہ تھی کہ میں اللہ کا ذکر طہارت کے بغیر کروں۔ (۲)

### دوران نماز سلام کا جواب دینا

نماز پڑھنے والے کو سلام کرنا جائز ہے۔ البتہ باہر سے آنے والا نماز کی حالت میں سلام آہستہ کہے جس سے نمازی کو تکلیف نہ ہو۔ البتہ نمازی سلام کا جواب اشارے سے دے گا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی ضرورت سے بھیجا تو واپسی پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارے سے جواب دیا۔ (۳)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نماز پڑھتے وقت جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کیسے جواب دیتے، انہوں نے جواب دیا کہ اس طرح کرتے اور اپنا ہاتھ پھیلا یا۔ (۴)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ باہر سے مسجد میں داخل ہونے والا سلام کہہ سکتا ہے خواہ جماعت بھی ہو رہی ہو۔ اگر یہ درست نہ ہوتا تو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہاتھ کے اشارے سے جواب ہی نہ دیتے بلکہ اس سے روک دیتے جیسا کہ منہ سے جواب دینے سے روک دیا تھا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جشہ جانے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران ہی ہمیں جواب دے دیتے تھے۔ جب ہم جشہ سے واپس آئے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ میں نے سلام کہا آپ

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب الرجل یسلم علیہ وهو یبول۔ حدیث ۳۵۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن

ماجہ حدیث ۲۸۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث ۱۹۷۔

(۲) سنن ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب ایرد السلام وهو یبول؟ حدیث ۱۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد حدیث

۱۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاة باب لتحريم الکلام فی الصلاة حدیث ۵۴۰۔

(۴) سنن ترمذی کتاب الصلاة باب ماجاء فی الاشارة فی الصلاة حدیث ۳۶۸۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن

ترمذی حدیث ۳۶۸۔

نے جواب نہ دیا۔ نماز کے بعد فرمایا: ”کہ اللہ تعالیٰ اپنا جو حکم نیا دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ایک نیا حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کرو۔“ (۱)

### قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سلام کرنا

قرآن پڑھنے والے کو سلام کہنا جائز ہے اور قرآن پڑھنے والا اس کا جواب دے گا۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے پھر آپ نے ہمیں سلام کیا تو ہم نے سلام کا جواب دیا۔ الخ (۲)

### حمام میں موجود شخص کو سلام کرنا

اگر کوئی شخص حمام میں ہو (یہاں حمام سے مراد وہ غسل خانہ ہے جہاں صرف غسل کرنے کا انتظام ہو اور وہ شخص ایسے حمام میں غسل کر رہا ہو تو ایسے شخص کو سلام کیا جاسکتا ہے۔

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی جس سال مکہ فتح ہوا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرتے ہوئے پایا اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا۔ میں ام ہانی ابوطالب کی بیٹی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا کہا۔ الخ (۳)

### سوتے جاگتے لوگوں کو سلام کرنا

اگر کسی جگہ کچھ لوگ سو رہے ہوں اور کچھ بیدار ہوں تو وہاں سلام کیا جاسکتا ہے۔ ایک طویل حدیث ہے۔ جس

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الصلاة باب رد السلام فی الصلاة حدیث ۹۲۳۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد حدیث ۹۲۳۔

(۲) مسند احمد۔ ۱۵۰/۳۔  
محقق العصر حافظ زبیر علیہ کی حفظ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت حسن ہے۔ اسے امام ابو عبد الرحمن النسائی (۲۱۵ھ تا ۳۰۳ھ) نے بھی احمد بن نفر (بن زیاد انیسابوری) عن عبد اللہ بن یزید (ابن عبد الرحمن) المقرئ کی سند سے روایت کیا ہے۔

سنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ صفحہ ۱۹-۱۸ حدیث ۸۰۳۵۔ کتاب فضائل القرآن باب ۲۸ الامر بتعليم القرآن والعمل بہ) (ماہنامہ شہادت نومبر ۲۰۰۲ء صفحہ ۳۹)

اس حدیث کے بارے میں محدث العصر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے هذا اسناد صحیح۔ یعنی یہ سند صحیح ہے۔ کہا ہے۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة: ۸۲۷/۷۔ حدیث ۳۲۸۵۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الصلاة باب الصلوة فی الثوب الواحد حدیث ۳۵۷۔ صحیح مسلم کتاب الطہارة باب تستر المغتسل بثوب و نحوه۔ حدیث ۳۳۶۔ اور حدیث ۷۱۹۔

میں سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے لیے ان کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ پس آپ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوتے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور بیدار کو سنا دیتے پس نبی ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ کیا کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### دوران خطبہ سلام کرنا

جب امام خطبہ دے رہا ہو تو مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں موجود لوگوں کو سلام کرے۔ نیز جو لوگ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ان کے لیے بھی جائز نہیں کہ سلام کا جواب دیں۔ لیکن اگر کسی نے اشارے سے جواب دے دیا تو جائز ہے۔<sup>(۲)</sup>

### گھر والوں پر سلام

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُونُ بَرَكَتًا وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ)) (ترمذی)<sup>(۳)</sup>

”حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا۔ بیٹا! جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو انہیں سلام کہہ۔ ایسا کرنے سے تجھ پر برکت ہوگی اور تیرے گھر والوں پر بھی۔“

ملاحظہ:- سب بھائیوں اور بہنوں کو چاہئے کہ جب وہ گھر آیا کریں۔ تو گھر والوں پر سلام کیا کریں۔ جتنی مرتبہ آپ گھر سے باہر جائیں واپسی پر ہر بار سلام کریں۔ ایسا کرنا بے حد خیر و برکت کا موجب ہوگا۔ گھر کے افراد میں پیار، محبت اور اتفاق پیدا ہوگا۔ رزق میں فراخی، کاموں میں برکت اور اعمال صالح کی توفیق حاصل ہوگی۔ ضرور گھر میں آتے ہی پکارا کریں۔ ﴿السَّلَامُ عَلَيْكُمْ﴾

نیز حضور ﷺ نے فرمایا

((فَإِذَا أَخْرَجْتُمْ فَأَوْدِعُوا أَهْلَهُ بِسَلَامٍ)) (بیہقی)<sup>(۴)</sup>

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشارة باب فضل الضعیف و فضل ایثارہ حدیث ۲۰۵۵۔

(۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء ۲۴۳/۸۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی تسلیم اذا دخل بیتہ حدیث ۲۶۹۸۔ یہ حدیث حسن الخیرہ ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۲/۲۶۶۔ حدیث ۱۶۰۸۔ البتہ محقق العصر حافظ زبیر علی زکی حفظہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ تخریج ریاض الصالحین مترجم ۲/۲۶۶۔ حدیث ۸۶۱۔

(۴) بیہقی فی شعب الایمان ۶/۳۳۸۔ حدیث: ۸۸۳۵۔ و مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب باب السلام حدیث: ۳۶۵۱۔ وضاحت: یہ حدیث مرسل (ضعیف) ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس مرسل کو حسن کہا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر

”جب گھر سے نکلو تو گھر والوں کو سلام کے ساتھ رخصت کرو۔“

## عورتوں پر سلام

((عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدٍ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا)) (ابن ماجه) (۱)

”اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے کہ عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ تو آپ ﷺ نے ہم سب عورتوں پر سلام فرمایا۔“

## لڑکوں پر سلام

((عَنْ أَنَسِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ صِبْيَانًا فَسَلَّمَ عَلَيْنَا)) (ابن ماجه) (۲)

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول ﷺ نے ہمارے پاس نزول اجلال فرمایا جب کہ ہم ابھی لڑکے تھے۔ تو آپ نے ہمیں سلام کہا۔“

## کلام سے پہلے سلام

((وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْكَلَامِ)) (ترمذی) (۳)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اسلام علی النساء حدیث ۵۲۰۴۔ سنن ابن ماجه کتاب الادب باب السلام علی الصبیان والنساء حدیث ۳۷۰۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۷۷۔ حدیث ۵۲۰۴۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳/۲۲۲۔ حدیث ۳۰۰۱۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ۲/۳۶۷۔

جہاں فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو تو مرد و عورت کو اور عورت مرد کو سلام کر سکتی ہے۔ عورتوں کی جماعت ہو یا بونڈھی عورت ہو تو مردوں کا ان کو سلام کہنا جائز ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ جوان عورت کا جب کہ وہ تنہا ہو مرد کو سلام کرنا اور اسی طرح مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا صحیح نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ (دیکھیں الطالین ترجمہ ذوالاندریاض الصالحین جلد ۱ ص ۶۸۸ ناشر مکتبہ دارالسلام ریاض)

(۲) سنن ابن ماجه کتاب الادب باب اسلام علی الصبیان والنساء حدیث: ۳۷۰۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳/۲۲۲۔ حدیث ۳۰۰۰۔ اسی مفہوم کی حدیث صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم علی الصبیان حدیث ۶۲۳۷۔ صحیح مسلم کتاب اسلام باب استحباب السلام علی الصبیان حدیث ۲۱۶۸ میں بھی موجود ہے۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی السلام قبل الکلام حدیث ۲۶۹۹۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۷۹۔ حدیث ۲۶۹۹۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ۲/۳۵۸۔ حدیث ۸۱۶۔

”حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سلام پہلے کلام کے ہے۔“

ملاحظہ:- یعنی جب ملیں تو بات کرنے اور خیریت وغیرہ پوچھنے سے پہلے سلام کرنا چاہئے۔ سلام سے پہلے کلام کرنا اچھا نہیں ہے۔

## سلام با برکت و رحمت

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرُ ثُمَّ جَاءَ آخَرَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عَشْرُونَ ثُمَّ آخَرَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلَاثُونَ)) (ترمذی) (۱)

”حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ! آپ نے سلام کا جواب دیا اور وہ شخص بیٹھ گیا آپ نے فرمایا: اس کو دس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ! آپ ﷺ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا حضور نے فرمایا۔ اس کو بیس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی آیا۔ اور اس نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ اور وہ بیٹھ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کو تیس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔“

## چھوٹا بڑے کو سلام کرے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ)) (بخاری شریف) (۲)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرنے میں پہل کرے۔“

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ما ذکر فی فضل السلام حدیث ۲۶۸۹۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب کیف اسلام؟ حدیث ۵۱۹۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۷۳-۷۴ حدیث ۲۶۸۹۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۷۵ حدیث ۵۱۹۵۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب تسلیم القلیل علی الکثیر حدیث ۷۲۳۱۔

## سوار پیدل کو سلام کرے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّابِطُ عَلَى الْمَاشِي))  
(بخاری) (۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوار پیادہ پا کو سلام کہنے میں پہل کرے۔“

## واقف اور ناواقف کو سلام

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرِي السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ)) (بخاری شریف، مسلم شریف) (۲)

”عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اسلام کی کونسی صفت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (لوگوں کو) کھانا کھلانا اور ہر آشنا و ناواقف و ناواقف کو سلام کہنا۔“

## یہودیوں کے شتر کینہ کا جواب

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمْ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ أَوْلَمْ تَسْمَعِ مَا قَالُوا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَ عَلَيْكُمْ)) (بخاری و مسلم) (۳)

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریاب ہونے کے لئے اجازت مانگی (آپ ﷺ نے انہیں اجازت دیدی) پھر انہوں نے (دربار

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب یسلم الراكب علی الماشی حدیث: ۶۲۳۲۔

صحیح مسلم کتاب السلام باب یسلم الراكب علی الماشی والقلیل علی الکثیر حدیث ۲۱۶۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الاسلام حدیث ۱۲ اور کتاب الاستیذان باب اسلام للمعرفة و

غیر المعرفة حدیث: ۶۲۳۶۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان تفاضل الاسلام و ائ امورہ افضل حدیث:

(۳) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب کیف الرد علی اهل الذمة بالسلام؟ حدیث ۶۲۵۶۔ صحیح مسلم کتاب

السلام باب النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام و کیف یرد علیہم حدیث ۲۱۶۵۔



رسالت میں آ کر) حضور ﷺ کو السَّامُ عَلَيْكُمْ کہا۔ (یعنی تم پر موت) حضرت عائشہؓ نے کہا۔ موت تم پر اور لعنت۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو دوست رکھتا ہے سب امور میں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ حضور ﷺ آپ نے سنا نہیں تھا کہ یہودیوں نے (جگائے سلام کے) کیا کہا تھا (السَّامُ عَلَيْكُمْ) ”تم پر سام یعنی موت ہو۔“ آپ نے فرمایا (سنا تھا) اور میں نے انہیں جواب میں وعلیکم یعنی تم پر ہو۔ کہہ دیا تھا۔“

## انگلی اور ہتھیلی سے سلام کرنے کی ممانعت

((وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ بِالْإِشَارَةِ بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِيمَ النَّصَارَى بِالْإِشَارَةِ بِالْأَكْفَفِ)) (ترمذی)<sup>(۱)</sup>

”روایت ہے عمرو بن شعیب سے اس نے نقل کی اپنے باپ شعیب سے اور اس نے نقل کی اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے ہم میں سے (یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں) وہ شخص جو (اسلامی طریقے چھوڑ کر) ہمارے غیر (اہل ملت) کے ساتھ مشابہت کرے۔ (سنو)! نہ مشابہت کرو تم یہودیوں کے ساتھ اور نہ عیسائیوں کے ساتھ۔ بیشک یہودی انگلیوں کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں۔ اور عیسائی ہتھیلیوں کے اشارہ سے۔“

دُور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے۔ البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔

## سلام کی دیگر مکر و صورتیں

مسلمانوں میں بھی یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ سلام کرتے وقت یا تو ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ وہی ہتھیلی یا انگلی خبردار! آئندہ ہاتھ یا انگلی وغیرہ کا اشارہ سلام کرتے وقت ہرگز نہ کریں۔ اور بعض تو ایسے ہیں کہ صرف انگلی کھڑی کر چھوڑتے ہیں۔ زبان سے الفاظ سلام کے نہیں نکالتے اور بعض اوقات دُور کھڑے کھڑے ایک دوسرے پر نظر

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی کراهیة اشارة اليد فی السلام حدیث : ۲۶۹۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۷۷ حدیث : ۲۶۹۵۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۵/۲۲۷ حدیث ۲۱۹۴۔ دور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے۔ البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔ دلیل الطالبین ترجمہ و فوائد ریاض الصالحین ۲/۲۳ طبع مکتبہ دارالسلام۔



## رخصت کے وقت سلام

جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرتے ہیں۔ اسی طرح رخصت کے وقت بھی سلام کرنا چاہئے۔ رسول

اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيَسَلِّمْ فَلْيَسَبِّ الْأَوْلَىٰ بِأَحَقِّ مِنَ الْأَجْرَةِ)) (ابوداؤد) <sup>(۱)</sup>

”پھر جب چلنے کے لئے اٹھو۔ تو (بدستور) سلام کرو۔ کہ پہلا (ملاقات کا) سلام دوسرے (رخصتی) سلام سے لائق تر نہیں۔“

## سلام کی ابتداء

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ وَ نَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَحَمِدَ اللَّهُ بِأَذْنِهِ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ يَرَحْمُكَ اللَّهُ يَا آدَمُ إِذْ هَبَّ إِلَيَّ أَوْلَيْكَ الْمَلَائِكَةُ إِلَى مَلَأَ مِنْهُمْ حُلُوسٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ نَحِيَّتُكَ وَ نَحِيَّةُ بَيْنِكَ بَيْنَهُمْ)) (ترمذی) <sup>(۲)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی تو وہ چھینکے پھر الحمد للہ کہنا چاہا۔ پھر اللہ کی توفیق سے الْحَمْدُ لِلَّهِ کہا۔ یعنی سب تعریف و ستائش اللہ ہی کے لائق ہے پھر اللہ تعالیٰ نے (الحمد للہ کے جواب میں) فرمایا يَرَحْمُكَ اللَّهُ فَحَمِدَ اللَّهُ تَجْهَ پر حمت کرے۔ (پھر حکم دیا) اے آدمؑ! جان فرشتوں کی جماعت کی طرف جو (وہاں) بیٹھی ہوئی ہے اور کہہ ان کو السلام علیکم۔ پھر حضرت آدمؑ نے (وہاں جا کر) السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا پھر فرشتوں نے جواب میں کہا۔ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ حضرت آدمؑ پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس آئے۔ (جہاں اللہ نے ان کے ساتھ کلام کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (آدمؑ سن) تحقیق یہ ہے دعا تیری اور اولاد تیری کی آپس میں۔ یعنی ایک دوسرے کو سلام کہنا۔“

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسليم عند القيام و عند القعود حدیث: ۲۷۰۶۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی السلام اذا قام من المجلس حدیث: ۵۲۰۸۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۸۲/۳ حدیث: ۲۷۰۶۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۷۸ حدیث: ۵۲۰۸۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۳۵۶/۱ حدیث: ۱۸۳۔

(۲) سنن ترمذی ابواب التفسیر باب فی قصة خلق آدم و بدء التسليم و التشمیت و ححده و ححد ذریته حدیث: ۳۳۶۸۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۳۸۰ حدیث: ۳۳۶۸۔

## اسلامی سلام کا لازوال توازن

اس سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم کہنے کی تعلیم حضرت آدم ﷺ کی پیدائش کے وقت سے ہے۔ اور اللہ کے حکم سے ہے۔ اور دنیا کے اندر غیر مذاہب اور غیر اقوام میں جو علیک سلیک کے طریقے اور دستور جاری ہیں وہ انسانوں کے ساختہ پر داختہ ہیں۔ جن میں غور کرنے سے بڑی بڑی خامیاں گنائی جاسکتی ہیں۔ اور اس لحاظ سے پھر وہ ہمہ گیر نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے نمستے! جس کے معنی ہیں بندگی پوجا اور سجدہ ماتھا ٹیکنا۔ آپ غور کریں کہ کیا اس نمسکار میں شرکیہ تعلیم نہیں ہے؟ اللہ کے سوا دوسرے کی بندگی پوجا اور اس کے آگے ماتھا ٹیکنا عملاً یا عقیدۂ روح کی موت اور اخلاق کی کھفین ہے۔ بندگی نمستے! نمسکار ماتھا ٹیکنا پاؤں پڑنا ہاتھ جوڑنا وغیرہ۔ سلام کرنے کے کس قدر گھناؤنے نظریے۔ اور لایعنی طریقے ہیں۔ قطع نظر شرک کے آپ سوچیں کہ اگر کوئی لڑکی اپنی ماں کو کہے ماما! میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ لڑکی کی برخورداری ہے۔ ماں کا ادب بجالائی اور جواب میں اگر ماں بھی یہی کہے۔ بیٹی! میں تیرے پاؤں پڑتی ہوں۔ تو کیا معقولیت کی رو سے یہ سلام بے کار اور ناکام نہیں ہے؟ اسی طرح بیٹا باپ کو کہے۔ ماتھا ٹیکتا ہوں اور باپ بھی جواب میں بیٹے کو ماتھا ٹیکے تو کیا ایسی کورنش اخلاقی دنیا میں شائستہ تصور کی جاسکتی ہے؟

ایک دفعہ ایک شریف ہندو ہماری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی انہوں نے کہا۔ حکیم صاحب بندگی! ہم نے مزاج پرسی وغیرہ کے بعد کہا۔ لالہ جی! بندگی کے معنی عبادت کے ہیں۔ فرمائیے کہ بندگی اور عبادت کے لائق کون ہے؟ وہ بولے ایٹور! اللہ! ہم نے کہا کہ پھر آتے ہی آپ نے ہمیں بندگی کیوں کہا۔ بندگی اور عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ انسان اللہ کی بندگی کرنے کے لئے ہے نہ اپنی بندگی کرانے کے لئے۔ لالہ جی! جب درحقیقت آپ ہماری بندگی اور پوجا کرتے نہیں ہیں۔ تو پھر زبان سے کیوں کہتے ہیں؟ اس پر لالہ جی نے اس کربات نال دی۔ اس تذکرہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ انسان کے وضع کردہ سلام ہمہ گیر نہیں ہیں۔ سب جگہ کام نہ لینے والے خامیوں سے بھر پور اور بہت حد تک غیر معقول ہیں۔

اسی طرح کوئی کہتا ہے (Good Morning) گڈ مارننگ صبح مبارک! تاریخ بتاتی ہے کہ بہت سی قوموں اللہ کے عذاب صبح کے وقت ہی آئے۔ جن سے وہ نیست و نابود ہو گئیں۔

﴿فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾ (سورة الضفّت : ۱۷۷)

”پھر جب عذاب الہی ان کے گھروں کے صحن میں اُترا۔ تو جن لوگوں کو پہلے ڈرایا جا چکا ہے۔ اُن کی صبح

(عذاب آنے کے سبب) بڑی بُری اور منحوس ہوئی۔“

فرمائیے! اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو پھر صبح مبارک، عصر مبارک، شام مبارک، رات مبارک! اے جناب!

کیوں مبارک اور کیسے مبارک؟ دنیا کے اندر صبحیں بر باد یوں کا پیغام بھی لائیں۔ دوپہروں نے خونی انقلابوں کے الارم بجائے۔ بعد دوپہر کے جو الاکھی بھی لاوا اگلا کئے۔ شاموں کے دھند لکوں میں مایوسی کی پرچھائیاں بھی رقص کناں ہوئیں اور بسا اوقات عالمان قضا و قدر نے راتوں کی سیاہی میں بھی قوموں کی تباہی کے فیصلے صادر کئے۔ فرمائیے! کیا چیز مبارک ہوئی؟ یہی ناکہ اَلْسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُہُ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں ہوں اس اللہ کی کہ جس کے حکم کے ماتحت فلک الافلاک سے لے کر تحت الثریٰ تک کی تمام مخلوق نباتات، جمادات حیوانات کی خیر و شر اور نحوست و برکت، مجبور و مقہور اور مسخر و منقاد ہے۔

پس خیر و برکت اور رحمت و سلامتی کی طلب صرف اللہ ہی سے کی جاسکتی ہے اور شر و نحوست اور نکبت و فلاکت سے بچنے کے لئے بھی اسی کے در کو ہی دستک دے سکتے ہیں۔ کہ در حقیقت وہی ذات برحق تجا و ماویٰ ہے۔ شاخوں، ٹہنیوں اور کوٹیلوں کو چھوڑ کر جڑ کی طرف آؤ۔ کہ جس اصل پر دار و مدار حیات ہے۔ تمام فروغ کا۔ دنیا میں کوئی چیز موثر بالذات نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق میں کسی شے کے اندر ذاتی طور پر نفع ہے نہ نقصان، نہ خیر ہے نہ شر، نہ برکت ہے نہ نحوست، بلکہ یہ تمام ثمرات و اثرات قدوس لایزال کے حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اسباب و علل کی آئینہ سیما صورتوں کے پجاریوں کو مسبب الاسباب کے حسن لازوال کو نرگس کی آنکھ سے دیکھنے کا مشتاق ہونا چاہئے ایسا کہ نظارہ جنبش مڑگاں کے بار سے بھی آزاد ہو۔

### مصافحہ، معانقہ اور بوسہ

سلام کرنے کے بعد اگر کوئی محبت کا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھائے اور دوسرا بھی برادر خواندگی کا ہاتھ دراز کرے۔ اور پھر دونوں ہاتھ اخلاص کے جذبہ کے تحت مل جائیں۔ تو یہ فعل مصافحہ کہلاتا ہے۔ مصافحہ کرنے والے سلام کرنے والوں سے زیادہ خلیق اور ملنسار دکھائی دیتے ہیں اور مصافحہ کرنے میں زیادہ یگانگت آشنائی اور محبت کی گرجوشی پائی جاتی ہے اور اگر سلام کہنے اور مصافحہ کرنے کے بعد محبت کے ارمان نہیں نکلے اور مروت و اخوت کی آرزوئیں اور حسرتیں پوری نہیں ہوئیں تو پھر مصافحہ کے بعد آپس میں گلے مل لینا چاہئے۔<sup>(۱)</sup> اور بغلگیری ہو کر خلوص کی سان پر چڑھی ہوئی محبتوں کے تقاضے پورے کر لینے چاہئیں۔ اس طرح آپس میں گلے لگنے کو معانقہ کہتے ہیں اور معانقہ دو بھائیوں یا دو دوستوں کے اظہار محبت کی آخری صورت زیبا ہے۔ درجات اخلاق میں ملنساری کا یہ بہت بلند مقام ہے۔

مصافحہ اور معانقہ چونکہ انسان کو ایک دوسرے کے زیادہ قریب کرتے ہیں۔ آپس میں محبت و اخوت اور اتفاق

(۱) سلام اور مصافحہ تو ہر وقت کر سکتے ہیں لیکن معانقہ سفر سے آنے پر یا دیر سے ملاقات ہونے پر کرنا چاہئے اور واضح رہے کہ جنبش عورتوں سے مصافحہ اور معانقہ حرام ہے۔ ہاں سلام کرنے کی بے شک اجازت ہے۔ (محمد صادق رحمہ اللہ)

و اتحاد پیدا کرتے ہیں۔ ان سے اجنبیت، غیریت، بے گانگی دور ہو کر طبائع میں راہ و رسم، ربط و ضبط اور الفت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ اسلام کی مکمل تعلیم کے اندر ان کا ذکر نہ آتا۔ صاحب غلق عظیم حضرت رسول کریم ﷺ مصافحہ اور معانقہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

## مصافحہ سے گناہوں کی بخشش

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا)) (ترمذی، ابن ماجہ) (۱)

”براء ابن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ دو مسلمان جو آپس میں ملیں اور (سلام کے ساتھ) مصافحہ کریں تو علیحدہ ہونے سے پہلے ان (کے صغیرہ گناہوں) کی بخشش ہو جاتی ہے۔“

ملاحظہ:- مصافحہ کرنے سے گناہوں کی بخشش اس لئے کی جاتی ہے کہ دو مسلمانوں کو خلوص اور محبت سے ہاتھ ملاتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور اس خوشی میں ان کی لغزشیں اور خطائیں معاف کر دیتا ہے، یہ بخشش صرف اسی صورت میں ہے کہ جب ہاتھ دلی محبت اور خلوص کے ساتھ بڑھیں، صرف للہیت ہاتھوں کو ملانے والی ہو۔ اور نفسانی کدورتوں اور حسد و بغض کی آلودگیوں سے تھڑے ہوئے ہاتھوں کا ملنا کبھی موجب بخشش نہیں ہو سکتا کیونکہ ”وست در تیج ودل درگاؤ خر۔“ کی نمودور یا سے اللہ راضی نہیں ہوتا۔

## مصافحہ سے تکمیل اسلام

((وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامَ عِبَادَةِ الْمَرِيضِ أَنْ يُصَغَّحَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ أَوْ عَلَى يَدِهِ فَيَسْأَلُهُ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامَ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمْ الْمُصَافَحَةُ)) (ترمذی) (۲)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحة حدیث: ۵۲۱۲۔ سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحة حدیث: ۲۷۲۷۔ سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المصافحة حدیث ۳۷۰۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد حدیث: ۵۲۱۲۔ صحیح سنن ترمذی ۹۱/۳ حدیث ۲۷۲۷۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳/۲۲۳ حدیث ۳۰۰۳۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۵۶/۲ حدیث ۵۲۵۔ البتہ حافظ زبیر علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی سند کو ابواسحاق السہمی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کیا ہے۔ تعریج ریاض الصالحین مترجم ۳۶/۲ حدیث ۸۸۷۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحة حدیث ۲۷۳۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۷۳۱۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۳/۲۳۹ حدیث ۱۲۸۸۔

”حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیمار کی پوری عیادت یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر رکھ کر پوچھو۔ کہ کیا حال ہے اس کا۔ اور (اسی طرح) تمہارے سلاموں کی تکمیل جو آپس میں کرتے ہو۔ مصافحہ (سے) ہے۔“ (ترمذی)

ملاحظہ:- آپ سلام کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ کہنے سے دس نیکیاں اور ساتھ و رَحْمَةُ اللّٰهِ کہنے سے بیس اور وَبَرَکَاتُہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن ان نیکیوں کے ساتھ بخشش کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ اور مصافحہ سے متعلق آپ نے ابھی اوپر حدیث میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ مصافحہ کرنے والوں کے گناہوں کی بخشش کی جاتی ہے۔ جب بخشش ہوگئی تو سلام پورا ہو گیا۔ یعنی سلام کہنے والا اور سلام لوٹانے والا دونوں کے (مصافحہ کے بعد) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ بخشش حاصل ہوئی تو سلام کی تکمیل ہوگئی۔ اور یہ تکمیل مصافحہ سے ہوئی۔

### مصافحہ سے کینہ دور

((وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ الْخُرَّاسَانِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ وَتَهَادُوا اتَّحَابُوا وَتَذْهَبِ الشُّحْنَاءُ)) (رواه المالك مرسلًا) (۱)

”عطاء خراسانی سے (بطریق ارسال کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپس میں (عام) مصافحہ کرو کینہ جاتا رہے گا۔ اور باہم ہمدیہ بھیجو۔ آپس میں محبت ہوگی اور دشمنی و عداوت جاتی رہے گی۔“ (رواه المالك مرسلًا)

### مصافحہ سے سقوط معاصی

((وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمَانِ إِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ إِلَّا سَقَطَ)) (ترمذی) (۲)

”براء ابن عازب روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان (دلی

(۱) مؤطا امام مالک کتاب حسن الخلق باب ما جاء في المهاجرة ۲/۹۰۸۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ضعیف الترغیب والترہیب ۲/۲۰۰ حدیث ۱۶۳۱۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۲۳۹ حدیث ۱۷۶۶۔ البتہ اس روایت میں موجود الفاظ ”تہادو و تحابوا“ ایک دوسرے کو ہدیہ دواں سے تم باہم محبت کرو گے۔“ یہ الادب المفرد باب قبول الہدیۃ حدیث ۵۹۳۔ میں بھی موجود ہیں۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الادب المفرد حدیث ۳۶۲۔ ارواء الغلیل ۶/۳۳ حدیث ۱۶۰۱۔

(۲) شعب الایمان للبیہقی ۶/۳۷۴ حدیث ۸۹۵۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المصافحة والمعانقة حدیث ۳۶۹۳۔ اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہو سکی البتہ طبرانی اوسط میں اس جیسے مضمون کی حدیث موجود ہے جس کی سند ضعیف ہے۔ تنقیح الرواۃ ۳/۲۹۰۔



محبت سے) آپس میں مصافحہ کرتے ہیں۔ تو ان کے درمیان کوئی گناہ (کینہ و دشمنی کا) باقی نہیں رہتا جو بھڑنہ جاتا ہو۔“

### مصافحہ ایک ہاتھ سے

تمام امور میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ مسنون طریقہ معلوم کیا جائے اور پھر اس طریق کو اپنا کر عمل میں لایا جائے۔ مصافحہ کرنے میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کزتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنت سے مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا ثابت ہے۔

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ مِمَّا يَلْفِي أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيْحَسْبِي لَهُ قَالَ لَا قَالَ أَقْبَلْتَدْمُهُ وَ يُقْبِلُهُ قَالَ لَا قَالَ أَقْبَا حُذُ بِيَدِهِ وَ يُصَافِحُهُ قَالَ نَعَمْ))  
(ترمذی) (۱)

”حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے (احترام) کے لئے جھکے؟ حضور ﷺ نے فرمایا! نہیں! اس شخص نے کہا۔ (اچھا حضور ﷺ! یہ فرمائیے۔ کہ روزمرہ کی ملاقات کے وقت) کیا اس سے گلے لگے اور بوسہ لے اس کا؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں! (یعنی معافقہ اور بوسہ ہر روز نہیں چاہئے۔ بلکہ سفر سے آنے پر یا کبھی کبھار محبت کے غلبہ سے کرنا چاہئے) اس نے دریافت کیا، کیا پکڑے ہاتھ اس کا اور مصافحہ کرے اس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!۔“ (ترمذی)

ملاحظہ:- اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ سلام اور مصافحہ کرتے وقت جھکنا نہیں چاہئے۔ اور دوسری یہ چیز واضح ہوئی کہ معافقہ اور بوسہ بھی روز روز نہیں چاہئے۔ بلکہ مدت کی جدائی کے بعد یا سفر سے آنے پر یا کبھی کبھار غلبہ محبت کے تحت ہونا چاہئے۔ جیسا کہ معافقہ اور بوسہ کی حدیثوں میں آگے ابھی مذکور ہوتا ہے۔ اور تیسری چیز یہ تحقیق ہوئی کہ اس حدیث میں مصافحہ کے لئے لفظ یذ استعمال ہوا ہے۔ اور یذ ایک ہاتھ کو کہتے ہیں۔ تو مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا ثابت ہوا۔

### حضور انور ﷺ ہاتھ نہ کھینچتے

((وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ))

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحة حدیث ۲۴۲۸۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۹۱/۳۔ حدیث ۲۴۲۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱/۲۹۸۔ حدیث ۱۶۰۔ حافظ زبیر علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی سند کو ظلمہ بن عبید اللہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ تعریج ریاض الضالین مترجم ۳۴/۲ حدیث ۸۸۸۔

حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْزِعُ يَدَهُ)) (ترمذی) (۱)

”حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایسے عظیم المخلوق تھے کہ) جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو نہ کھینچتے ہاتھ اپنا اس کے ہاتھ سے، جب تک کہ وہ شخص خود اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ سے جدا نہ کر لیتا۔“ (ترمذی)

ملاحظہ:- اس حدیث سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور ﷺ نے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ فرمایا۔ اور دوسرے شخص نے بھی ایک ہی ہاتھ مصافحہ کے لئے رحمۃ للعالمین کے ہاتھ میں دیا۔ پس مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا ہی سنت ہوا۔

### رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہاتھ سے مصافحہ

حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی آگے آتی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر جاتیں۔ فَأَخَذَ بِيَدِهَا تو حضور ﷺ جناب فاطمہ کا ہاتھ پکڑتے۔ یعنی مصافحہ کرتے اس کے ہاتھ سے۔ اور جب حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں جاتے۔ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ، تو حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں۔ یعنی مصافحہ کرتیں ان کے ایک ہاتھ سے۔ (ابوداؤد) (۲)

ملاحظہ:- اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا آپس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ جو اُمت کے لئے مسنونیت کی طرح ڈالتا ہے۔

### محرم مرد و عورت کا مصافحہ

حدیث مذکور سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ اگر ملنے والے مرد اور عورت محرم ہوں تو ایسے عورت و مرد بھی آپس میں مصافحہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً باپ بیٹی یا میاں بیوی یا بہن بھائی۔

خبردار اور ہوشیار رہیں کہ بعض درویش نما مولوی اور پیرزادے نامحرم عورتوں، زنجیر ارادت میں بندھی ہوئی پرائی بیگموں سے مصافحہ کیا کرتے ہیں، اور ازراہ کرم کبھی کسی ”طوفان“ کو اپنے سینے کے سمندر کے ساحل سے ٹکرانے کی اجازت بھی دے دیتے ہیں۔ تمام مسلمان بھائیوں، اور بہنوں کو ہم متنبہ کرتے ہیں کہ کسی مرد کو نامحرم عورت سے مصافحہ یا معافقہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا لازوال پاکیزہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

(۱) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب تواضعه ﷺ مع جلسه حدیث ۲۳۹۰ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی

حدیث ۲۳۹۰ مگر مصافحہ کرنے والا جملہ ثابت ہے۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۶۳۵/۵ حدیث ۲۳۸۵۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی القيام حدیث ۵۲۱۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۸۰

حدیث ۵۲۱۷۔

((أَنْتِ لَا أَصَافِغُ النَّسَاءَ)) (ابن ماجہ، ترمذی، نسائی) (۱)

”میں (پرانی) عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔“

حضور انور ﷺ فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

”قسم ہے اللہ کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی (نامحرم) عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔“ (ابن ماجہ) (۲)

از بسکہ ایک حدیث شریف سے کئی مسائل نکلتے ہیں۔ اس لئے اصل موضوع کے ساتھ انہیں بھی بیان کرنا وقت کے تقاضا کے لحاظ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام کی مذہبی معلومات بڑھتی جائیں۔ ہاں تو مسئلہ ہم یہ بیان کر رہے تھے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔ اس کے اثبات میں آپ اوپر کئی احادیث ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ایک اور منظر دید کے قابل ہے کہ حضرت اکرم ﷺ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ فرمایا:

((وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَدَّعَ رَجُلًا أَخَذَ بِيَدِهِ فَلَا يَدْعُهَا حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ يَدْعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَ أَمَانَتَكَ وَ إِحْرَامَكَ)) (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) (۳)

”حضرت ابن عمر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو (مصافحہ کرتے وقت) اس کا ہاتھ پکڑتے، پھر آپ اس کے ہاتھ کو نہ چھوڑتے، جب تک کہ وہ شخص خود حضور ﷺ کے ہاتھ کو نہ چھوڑتا اور پھر آپ (اس کو رخصت کرتے وقت) یہ دعا پڑھتے۔ میں سونپتا ہوں اللہ کو دین تیرا، اور امانت تیری اور خاتمہ تیرے کاموں کا۔“

(۱) سنن نسائی کتاب البیعة باب بیعة النساء حدیث ۴۱۸۶۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب بیعة النساء حدیث ۲۸۷۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن نسائی ۳/۱۲۷۔ حدیث ۴۱۹۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۴/۴۱۳۔ حدیث ۲۳۳۱۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۲/۶۳۔ حدیث ۵۲۹۔

(۲) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات۔ حدیث ۴۸۹۱۔ صحیح مسلم کتاب الامارة باب کیفیة بیعة النساء حدیث ۱۸۶۶۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب بیعة النساء حدیث ۲۸۷۵۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء ما یقول اذا ورع انسانا حدیث ۳۴۳۲۔ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الدعاء عند الوداع حدیث ۲۶۰۰۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب تشیع الغزاة و وراعتهم حدیث ۲۸۲۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۴۱۸۔ حدیث ۳۴۳۲۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۱۲۲۔ حدیث ۲۶۰۰۔ صحیح ابن ماجہ ۲/۳۹۹۔ حدیث ۲۲۹۶۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۱/۵۱۱۔ حدیث ۶۳۵/۵۱۶۔ حدیث ۲۴۸۵۔

ملاحظہ:- اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو اس سے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے۔ حدیث مذکور میں لفظیذ آیا ہے جس کے معنی ایک ہاتھ کے ہیں۔ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی سنت ثابت ہونے کے علاوہ حدیث مذکور سے یہ بات بھی معلوم ہوئی۔ کہ جس طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اسی طرح رخصت کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے۔ ملیں بھی سلام اور مصافحہ کے ساتھ اور رخصت بھی ہوں سلام اور مصافحہ کے ساتھ کہ ایسا کرنا اخلاق کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

### مصافحہ کے بعد سینے پر ہاتھ

آپ جانتے ہیں کہ سلام اور مصافحہ شرعی چیزیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان نیک اور پاک طریقوں کو جاری فرمایا ہے ہمارا سلام نوازی اور فرمانبرداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رحمت دو عالم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں میں نہ زیادتی کریں نہ کمی۔ اور نہ ہی اس میں تغیر و تبدل کی جسارت کریں۔ بلکہ بعینہ اسی طرح کریں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یا کر کے دکھایا ہے۔ بعض لوگ مصافحہ کر کے پھر ہاتھوں کو سینے پر رکھ کر انوکھی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ایسی محبت اسلامی تعلیم و اخلاق کا حصہ ہوتی۔ تو حضور انور ﷺ پہلے وہ شخص ہوتے جو سلام و مصافحہ کر کے ہاتھوں کو سینے پر رکھتے۔

پیارے بھائیو! ہمارے لئے وہی طریقہ بہتر اور سراسر رحمت ہے جو رسول اللہ ﷺ ہمیں دے گئے ہیں۔ مصافحہ کے بعد ہاتھوں کو سینوں پر نہ رکھا کریں۔ اور ملکی رسموں اور رواجوں کو اسلامی طریق کی نذر کریں۔

### حضرت جعفرؓ سے معانقہ اور پیشانی پر بوسہ

((وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي قِصَّةِ رُجُوعِهِ مِنَ الْأَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتَّى آتَيْنَا الْمَدِينَةَ فَتَلَقَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْتَفَقَنِي ثُمَّ قَالَ مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ وَوَأَفَقَ ذَلِكَ فَفَتْحَ خَيْبَرَ)) (شرح السنہ) (۱)

”حضرت جعفر بن ابوطالب سے ان کے ارض حبشہ سے پھرنے کے قصہ میں روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نکلے ہم (حبشہ سے) یہاں تک کہ آئے ہم مدینہ میں۔ پھر ملے مجھ سے رسول اللہ ﷺ۔ پس گلے لگایا آپ ﷺ نے مجھے۔ پھر (کمال محبت سے) فرمایا۔ نہ معلوم مجھے فتح خیبر سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ یا جعفر کے آنے سے اور اتفاق سے جعفر فتح خیبر کے موقع پر آئے۔“ (شرح السنہ)

(۱) شرح السنۃ للبیہقی۔ ۲۹۱-۲۹۲/۱۲۔ بحوالہ المعجم الاوسط للطبرانی ۵۳۳/۱ حدیث ۲۰۰۳۔ المروض الدانی الی

المعجم الصغير للطبرانی ۴۰/۱ حدیث ۳۰۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ بتحقیق شرح السنۃ

ملاحظہ:- حضرت جعفرؓ سے واپس آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں گلے لگایا۔ یعنی معانقہ کیا۔ آدمی جب سفر سے آئے تو طویل مفارقت کے باعث محبت بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے اپنے بھائی دوست یا عزیز کو گلے لگایا جاتا ہے کہ دل کو سکون و قرار آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت جعفر سے بے حد محبت تھی۔ اور یہ محبت ایمانی دینی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی وجہ سے ہے کہ حضرت جعفر اللہ کی رضا کے لئے حبشہ میں ہجرت کر کے گئے ہوئے تھے۔ جب آپ حبشہ سے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو بے حد خوشی ہوئی۔ اور جعفر کو سینے سے لگایا۔ حتیٰ کہ فرط محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ زہے نصیب اس پیشانی کے جسے امام الانبیاء والمرسلین حضرت رحمت للعالمین ﷺ نے چوما۔ چنانچہ صحیحی سے ابوداؤد میں روایت ہے۔

((تَلَقَى جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ)) (۱)

”حضور انور ﷺ نے جعفر بن ابوطالب کو (جبکہ وہ سفر حبشہ سے مدینہ آئے گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔“

### اولاد کا بوسہ

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْأَقْرَعُ إِنَّ لِي عَشْرَةَ مِنْ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ)) (متفق عليه) (۲)

”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے نواسہ) حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا۔ اقرع بن حابس حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ بولے (حضور) میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا۔ جو شخص (اولاد وغیرہ پر) رحم و شفقت دہربانی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم و شفقت اور مہربانی نہیں کرتا۔“ (بخاری، مسلم)

### رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کی باہمی محبت

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ مَمْنًا وَ هَدِيًّا وَ ذَلًّا وَ فِي رِوَايَةِ حَدِيثًا وَ كَلَامًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ إِذَا ذَحَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلہ ما بین العینین حدیث ۵۲۲۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۵۲۲۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیلہ و معانقہ حدیث ۵۹۹۷۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمة ﷺ الصبيان و العيال حدیث ۲۳۱۸۔

فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَحَلِّهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَحَدَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ  
فِي مَحَلِّسِهَا)) (ابوداؤد) (۱)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ نہیں دیکھا میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت مشابہ (ان کی بیٹی) فاطمہ سے طریقہ میں اور روش میں اور نیک خصلتی میں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ بات کرنے اور بولنے میں۔ (اور ان کی مجانست اور مشابہت سے ہے کہ) جب فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت انور ﷺ کے ہاں آئیں تو آپ کھڑے ہو جاتے (اور آگے بڑھتے) اس کی طرف اور پھر اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑتے اور اس (کی پیشانی) کو بوسہ دیتے۔ اور پھر اسے اپنی جائے نشست پر بٹھاتے۔ (اور بیٹی کا یہ حال تھا) کہ جب رسول اللہ ﷺ اس کے گھر تشریف لاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ (اور آگے بڑھتیں) ان کی طرف اور پھر ان کا ہاتھ پکڑتیں اور انہیں اپنی جائے نشست پر لاکر بٹھا دیتیں۔“

ملاحظہ: اس حدیث پاک سے کئی مسائل معلوم ہوئے۔ امت کی رہبری کے لئے کئی شمعیں روشن ہوئیں۔ قارئین کرام کے اضافہ معلومات کے لئے ہم حدیث نبوی ﷺ کی مختصر تشریح کرتے ہیں۔ اور اس تشریح میں بوسہ استقبال، قیام اور ان کے لوازمات بیان ہوں گے۔

### بوسہ کی اقسام

محبت دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جو مختلف قدروں اور حالتوں کے ماتحت آگ کی طرح اندر رہی اندر سلگتی جلتی، بھڑکتی اور دہکتی ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ کہ آتش اُلفت کی تپش اور گرمی کا اظہار نہ ہو۔ اور انسان کے اقوال و افعال اور ہاتھ پاؤں تپش دروں کا پتہ نہ دیں۔ محبت اللہ کا دھواں کبھی سلام کے تحفے کے ساتھ نکلتا ہے۔ کبھی اس کی کشش ہاتھوں کو ملا دیتی ہے۔ گاہے یہی درد فراق گلے ملا دیتا ہے۔ اور کبھی بوسہ در و دل، محبت و اُلفت اور رحم و شفقت کا اظہار ہے۔ اور کبھی بوسہ کا انکار ابن کر پیشانی پر گر کر ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور اس کی پانچ قسمیں ہیں:-

۱] بوسہ مودت: یہ بوسہ والدین کا ہے۔ اولاد کے رخسار و جبین پر۔

۲] بوسہ رحمت: یہ بوسہ اولاد ہے۔ والدین کے سرو غیرہ پر۔

۳] بوسہ شہوت: یہ شوہر کا بوسہ ہے بیوی کے عارض غضبان پر یا بیوی کا خاوند کو۔ اور یاد رہے کہ یہ بوسہ شہوت سوائے میاں بیوی کے کہیں بھی جائز نہیں۔ بلکہ اپنے غیر محل میں قطعاً حرام ہے خوب یاد رکھیں۔

۴] بوسہ اخوت: یہ بوسہ ہمشیرہ کا ہے بھائی کی پیشانی پر۔

(۱) سنن ابوداؤد: کتاب الادب باب ما جاء فی القیام، حدیث ۵۲۱۷۔ یہ حدیث صحیح ہے صحیح سنن ابوداؤد: ۳/۲۸۰۔

۱۵ بوسہ تہیت :- یہ بوسہ مسلمانوں کا آپس میں ہے دونوں آنکھوں کے درمیان۔

نوٹ :- بوسہ تہیت کے متعلق گزارش ہے۔ کہ جس طرح معانقہ بھی وہی درست اور زیبا ہے۔ مناسب اور معقول ہے۔ جو سفر سے مراجعت پر یا طویل جدائی کے بعد ہو۔ اسی طرح بوسہ تہیت بھی امتداد اوقات اور مروزمان کے ساتھ ہونا چاہئے۔ یعنی کبھی گاہے ماہے سالے صرف ایمانی محبت کے غلبہ کے سبب لب ہائے طالب پیشانی مطلوب سے ملا کریں۔ اور اگر صبح دوپہر شام جب بھی ملیں، معانقہ اور بوسہ آ موجود ہوں۔ تو پھر یہ دونوں چیزیں ایک متعلقہ بن کر رہ جائیں گی۔ اور اپنی حقیقت اور اصلیت کھو بیٹھیں گی، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی بزرگ یا کسی عزیز سے کوئی عظیم الشان کام تکمیل پا جاتا ہے۔ یا کوئی بڑی قابل قدر نیکی اور خوبی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ تو دل بے ساختہ اسے سینے سے لگانے اور پیشانی چومنے کو چاہتا ہے۔ ایک یہ موقع بھی معانقہ اور بوسے کا ہو سکتا ہے۔ کہ ایمانی محبت تقاضا کرتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

## علمائے ربّانی کا فرض

ہر عالم ربّانی اور شیخ حقانی کا فرض ہے کہ وہ ہمرنگ زمیں جالوں حرص و آرزو کے دیناروں رعایت و جانب داری کے داموں سے بے نیاز ہو کر بلا خوف لومہ لائم اللہ کے دین کو حق حق بیان کرے۔ نہ اس میں کمی کرے نہ زیادتی۔ جس طرح مسائل کتاب و سنت سے ثابت ہوں اسی طرح انہیں آگے پہنچائے۔ اور جہاں بندگان آرنے تقدس اور پرہیزگاری کی فضا میں دین کے ہاتھوں دام تزویر پھیلا رکھا ہو۔ اور سادہ دل اور سادہ لوح لوگ جادہ مستقیم سے پھسل رہے ہوں۔ فتدیل رسالت کی روشنی سے انہیں سنبھالا دے۔

فوق الذکر حدیث پاک سے زیادہ سے زیادہ بوسہ کے متعلق یہی ثابت ہوا ہے۔ کہ کبھی کبھار ایمانی جذبہ کے ماتحت مسلمان ایک دوسرے کو بوسہ دے سکتے ہیں نہ یہ کہ شب و روز صبح و شام ہر آن وہنگام یہ وطیرہ اور عادت ہی بنائی جائے۔ کہ بغیر بوسہ کے ملاقات ہی نہ کی جائے۔ یا ہر ملاقات کے وقت بوسہ لازمی اور ضروری ہو۔

## بوسہ کا انوکھا دستور

آج کل کے شیخ طریقت بزرگوں اور پیروں کا یہ حال ہے کہ مرید جب ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے ہاتھ کو اور کبھی پاؤں کو ضرور بوسہ دیتے ہیں۔ سفر سے آنے والے نہیں بلکہ مقامی مرید بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور جب بھی آئیں خواہ دن میں تین چار مرتبہ حاضر ہوں۔ وہ ضرور ہر بار ہاتھ چومے بغیر نہیں بیٹھیں گے۔ اور یہ تعلیم ان کو حضرات مشائخ کی طرف سے بالواسطہ یا بلا واسطہ دی گئی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے کئی بار ایک پیر صاحب کو دیکھا کہ وہ گاؤں تک لگانے بیٹھے ہیں۔ مرید آرہے ہیں۔ اور کوئی بھی بغیر ہاتھ چومے نہیں بیٹھتا۔ اور کسی کسی کو پاؤں چومتے بھی دیکھا۔ ہر آنے والے مرید کے آگے پیر صاحب خود ہاتھ بڑھاتے ہیں اور پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔ اور

مرید بوسے دیتے جاتے ہیں۔ کوئی ایمانداری اور خدا ترسی سے یہ بتا سکتا ہے کہ کیا حضرت سرور کائنات ﷺ نے بھی کبھی ایسا کیا کہ آپ بیٹھے ہوں۔ اور صحابہ بیٹھیں سے ہر آنے والا آپ کے ہاتھ یا پاؤں کو چوم کر بیٹھتا ہو۔ اور ہر آنے والے کے لئے ہاتھ یا پاؤں کو بوسہ دینا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہو یا حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک کو بڑھا کر اور پاؤں مقدس کو پھیلا کر بوسہ دینے کا اذن عام دیا ہو واضح رہے کہ ایسا منظر کوئی نہیں دکھا سکتا۔

### چوما چائی کرانا

پھر آپ سوچیں اور غور کریں کہ جو روش اور طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اختیار نہ کیا۔ دربار رسالت میں حاضر ہونے والوں کے لئے حضور ﷺ کے ہاتھ وغیرہ کو بوسہ دینے کا نہ کوئی حکم تھا نہ دستور اور نہ ہی یہ رسالت مآب ﷺ نے اختیار کیا۔ تو آج کل کے بزرگوں کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا۔ کہ وہ دانستہ اور ادا نامریدوں کے آگے بوسہ کے لئے ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں اور پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔ دن میں اگر دو سو یا چار پانچ سو ملنے والے مرید آئیں۔ تو ضرور بوسہ دے کر بیٹھیں۔ کیا یہ نمود و یا غرور و فخر اور جاہ پسندی نہیں ہے۔ جس آدمی کے ہاتھوں اور پاؤں کو صبح سے شام تک چند صد لوگ ہر روز چومیں سوچئے کہ اس کا دماغ کہاں تک جا پہنچے گا۔ اور اس کا نفس کیا سے کیا نہ ہو جائے گا؟ کہاں سفر سے آنے والے یا مدت مدید کے بعد ملاقات کرنے یا کبھی کبھار جذبہ محبت کے ماتحت معافقہ اور بوسہ کا جواز اور کہاں سادہ دل عوام کو شب و روز ہر این و آں اور ہر گام بہ گام پر خود تعلیم دے کر اپنی چوما چائی کرنا۔ اور اس طرح مسلمان بھائیوں میں غلامی کے جذبات پیدا کرنا اور ان کے آئینہ خودی و خودداری کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اخلاقی نکتہ خیال سے کہاں تک جائز اور درست ہے؟

### خودی کے شاہین کا خون

ایسے بزرگوں کی خدمت میں التماس ہے کہ عوام کی بے علمی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ انہیں بھیڑ بکری بنا کر اپنی عظمت و جبروت کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔ اپنی غلامی کی فضا میں بٹھا کر ان میں احساس کمتری پیدا نہ کریں۔ ان کی خودی کے شاہین کے خون سے اپنے تقدس کے عبا نہ رنگیں۔ بھولے مسلمانوں کی لیلانے خودداری سے آنکھ چھولی کھیل کر اخلاق کی فضا کو مکدر نہ کریں۔ انہیں درس خاک بازی نہ دیں بلکہ ان کی آزادی کے غزالوں کو مساوات کے مرغزاروں میں چرنے دیں۔ سادہ دل مریدوں کو آپ یہ تعلیم دیں۔ کہ وہ جب آپ کے پاس آئیں۔ تو صحابہ کی طرح السلام علیکم پکار کر آئیں۔ بوسہ کے لئے ہاتھ یا پاؤں ہرگز آگے نہ کریں۔ بلکہ صرف تحیت مسنونہ پر ہی اکتفا کراتے ہوئے ان کو اپنا و بی بی بھائی سمجھ کر اپنے پاس بٹھائیں۔ اگر آپ چار پائی پر ہیں۔ تو سب کے لئے چار پائیاں ہی ہوں۔ اگر فرش پر تشریف فرما ہوں۔ تو دوست احباب بھی آپ کے پاس فرش پر ہی بیٹھیں۔

فرمائیے!



جو مرید اخلاق اور محبت کی دنیا لئے ہوئے آپ کے پاس آتے ہیں۔ کبھی آپ نے بھی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی غریب بھائی کا استقبال کیا ہے۔ کسی سے معافہ کر کے اس کے ماتھے یا ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

((أَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ)) (مسند امام اعظم) (۱)  
 ”کہ تو لوگوں کے لئے وہی بات پسند کرے۔ جو اپنے لئے کرتا ہے۔“

آپ اگر اپنے ہاتھوں یا پاؤں کے بوسہ کو پسند کرتے ہیں۔ تو کبھی اپنی یہی پسند کی چیز دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی پسند کی ہے۔ یعنی کبھی آپ نے اپنے مرید دوستوں کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے؟ کبھی ان کے پاؤں کو بھی چوما ہے؟ دیکھیے! رسول اللہ ﷺ اپنے دوستوں، صحابیوں اور ملاقاتیوں سے کس طرح ملتے ہیں، کیسے تپاک سے استقبال کرتے، گلے لگاتے اور پیشانی چومتے ہیں۔

## ایک ملاقاتی سے رسول اللہ ﷺ کا سلوک

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَفَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجْرُ تَوْبَةً وَاللَّهُ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاغْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ)) (ترمذی شریف) (۲)

”حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ وارد مدینہ ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ زید بن حارثہ حضرت انور ﷺ کے پاس (ملاقات کے لئے) آئے۔ انہوں نے دروازہ کو دستک دی رسول اللہ ﷺ (استقبال کے لئے) کھڑے ہوئے۔ اور ان کی طرف (و نور محبت سے جلدی جلدی) ننگے بدن ہی چل دیئے (یعنی تہ بند کے سوا کوئی اور کپڑا بدن مبارک پر نہ تھا) کھینچتے ہوئے کپڑا اپنا (یعنی دروازہ تک پہنچتے پہنچتے چادر کھینچتے ہوئے اوپر لے لی، قسم اللہ کی میں (حضرت عائشہ) نے ان کو اس کے پہلے اور اس کے پیچھے (بصورت مذکور) عریاں نہیں دیکھا۔ پھر حضور ﷺ نے (دروازہ کھول کر) زید کو گلے لگایا۔ اور بوسہ لیا ان کا۔“ (ترمذی)

(۱) مسند احمد ۵/۲۳۷۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان حدیث ۲۸۔ علامہ شعیب الارناؤط اور اکتے رفقاء نے اس حدیث کو صحیح الثمیرہ قرار دیا ہے۔ بتحقیق المسند ۳۶/۳۳۵۔ حدیث ۲۲۱۳۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المعانقہ والقبلة حدیث ۲۷۳۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۷۳۲۔ اس حدیث کی سند یحییٰ بن محمد اور محمد بن اسحاق وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

## مرید کا فقید المثل استقبال

حدیث مذکور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مرید (مؤمن) ملاقات اور زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر جب حضور ﷺ کو زید بن حارثہ کے آنے کا پتہ چلتا ہے۔ تو آپ کے دل میں اس کی محبت جوش مارتی ہے اور پھر آپ جس حال میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ بیتاب ہو کر دروازہ کھولنے کے لئے جلدی جلدی چل پڑتے ہیں۔ اور چادر بھی اُپر لینے کے لئے کھینچے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بدن مبارک کا اُوپر کا حصہ چادر میں لپیٹ کر ملاقاتی کو سینے سے لگاتے ہیں۔ اور اس کی پیشانی چومتے ہیں۔ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں سے کروڑوں گنا زیادہ درد و سلام ہو جناب رحمتہ للعالمین حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات پاک پر کہ آپ نے اپنے ایک صحابی اور دوست کا کس گرم جوشی سے استقبال کیا۔ خلوص و محبت کی مشک بارنفا میں گلے سے لگایا۔ اور شرف بوسہ سے اس کی پیشانی کو رشک حوران خلد بنا دیا۔ مسند رسالت کے وارث دور حاضر کے مشائخ اور زمانہ حال کے مجاہد نشین بھی کیا اپنے غریب مریدوں اور ملاقاتیوں سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ یا کبھی کسی کا رسالت ماب ﷺ کی طرح بے تابی سے تپا کا نہ استقبال کیا ہے؟ یا ساری عمر اپنے ہی استقبال کرانے ہاتھ پاؤں چومانے اور طلسم و روع جگانے میں گزاری ہے۔

## مرید کو چھ اُونٹنیاں دیں

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهُ مِنْهَا سِتًّا بَكْرَاتٍ)) (ترمذی، ابو داؤد) (۱)

”حضرات ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار تھفہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جوان اُونٹی لایا تو حضرت انور ﷺ نے اس کے عوض دیہاتی کو چھ جوان اُونٹنیاں عطا کیں۔“

ملاحظہ:- رسول اللہ ﷺ کا کس قدر بلند اخلاق تھا۔ کتنے صاحب فروت اور محسن رسول ﷺ تھے کہ ایک اُونٹی کے ہدیہ کے بدلے چھ اُونٹنیاں مرحمت فرماتے ہیں۔ دست کرم چھ گنا ہدیہ لوٹاتا ہے۔ رحمت للعالمین کو اپنے مریدوں صحابیوں کا کس قدر خیال تھا۔ (ﷺ) وارثان مسند رسول ﷺ ازراہ کرم بتا سکتے ہیں۔ کہ مریدان باصفا سے ندریں نیازیں اور عطایا ہدایا لے کر وہ انہیں کیا دیتے ہیں۔ حدیث بالا کی روشنی میں بہران طریقت کو مریدوں سے کیا سلوک کرنا چاہئے اخلاق کا تقاضا اور ضمیر کی آواز کیا ہے؟

(۱) سنن ترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف و بنی حنیفہ حدیث ۳۹۳۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی

## حدیث بوسہ اطراف اور نفس امارہ

نفس کی نفسا نفسی اور شرارت سے تحفظ و تحصن کا خیال بجز حول خداوندی خیال ہے، محال ہے اور جنون ہے۔ انسان اپنی ذات کے لازم اور متعدی فائدوں کے لئے مذہب کی حدود و قیود کو بھی پھاند جاتا ہے۔ لیکن مذہب کا لیبل قائم رکھنے کے لئے ایسی چال چلتا ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاش بھی بچ جائے۔ مذہب بھی نام کا بنا رہے اور اس کے علی الرغم نفس کی بھی بنی رہے۔ دین پر بھی آنچ نہ آئے، نمود قائم رہے۔ اور دین کے برعکس دنیا بھی کمائی جائے۔

### درویشی بھی عیاری

ایک دفعہ ہمیں ایک گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا اس گاؤں کے امام مسجد صاحب بھی ہماری ملاقات کے لئے تشریف لے آئے، خیریت اور عافیت اور مزاج پرسی کے بعد فرمانے لگے۔ کہ چند روز ہوئے۔ ہمارے گاؤں میں ایک پیر صاحب نے قدم رنجہ فرمایا۔ (جو عرصہ دس سال سے نذریں نیازیں لینے آتے ہیں۔ انہوں نے سب گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا۔ سب سنو! خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ ﴿وَالْيَوْمَ نُنذِرُهُمْ﴾ اور لوگوں کو اپنی نذریں پوری کرنی چاہئیں۔ پس اس آیت کے حکم سے سب گاؤں کے لوگ مجھے نذریں دیں اس کے بعد پیر صاحب نے لوگوں سے نذر نیازی صورت میں کافی روپیہ، گندم، مکئی، گھی اور مرغیاں وغیرہ جمع کر لیں۔ اور ساتھ ہی لوگوں کو آئندہ ششماہی پر اپنی نذریں ماننے اور دینے پر تیار رہنے کی تاکید و تلقین کی۔

یہ واقع بیان کر کے امام مسجد صاحب نے ہم سے پوچھا۔ کہ کیا واقعی آیت مذکورہ میں پیروں کی نذریں ماننے اور پھر پوری کرنے، یعنی انہیں دینے کا حکم ہے؟ ہم نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ سنئے! ہم آپ کو پوری آیت سنا کر صحیح مطلب سمجھاتے ہیں۔ یہ آیت سورہ حج میں ہے۔ اس آیت میں اور اس آیت سے ما قبل اور مابعد میں اللہ تعالیٰ نے حج کے مناسک اور مسائل بیان کئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَيْهِيمَةٍ  
الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْبَأْسَ الْفَقِيرِ﴾ (سورۃ الحج : ۲۸)

”اور حاجیوں کو چاہئے کہ اپنے (دین و دنیا کے) فائدوں کیلئے (بیت اللہ) حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مویشی چار پایوں پر (قربانی کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔ پھر (اے حاجیو!) تم آپ بھی (قربانی کے گوشت سے کھاؤ اور غریب محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔“

﴿ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نُدُورَهُمْ وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (سورۃ الحج : ۲۹)

”پھر (حاجیوں کو) چاہئے کہ قربانی کے بعد اپنا میل کچیل۔ (جو ایام احرام میں بدن پر جم گیا ہو) دُور

کریں اور اپنی نذریں (جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مانی ہوئی تھیں اب اللہ کے گھر آ کر) پوری کریں اور اللہ کے گھر کا طواف بھی کریں۔“

یہ ہے آیت مستفسرہ کا صحیح مطلب کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے حاجیوں کو حکم دے رہا ہے کہ تم نے جو اللہ کے نام پر نذریں مانی ہوئی تھیں۔ کہ خانہ کعبہ جا کر طواف کریں گے یا نفل پڑھیں گے یا مساکین کو کھانا کھلائیں گے۔ یا اونٹ بکرا وغیرہ قربانی دیں گے۔ اب اپنی اپنی مانی ہوئی نذریں پوری کرو۔

اب آپ غور کریں کہ پیر صاحب نے قرآنی آیت کو کس طرح بے محل جڑ کر اپنے نفس کی پوجا کی اور دنیا کا فانی مال حاصل کرنے کے لئے قرآن کے ساتھ وہ سلوک کیا۔ جو یہودی تورات کے ساتھ کرتے تھے۔ سادہ دل مسلمانوں کو مذہب کی آڑ لے کر دھوکہ دینا کس قدر مذہبی اور اخلاقی جرم ہے۔ علامہ اقبالؒ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرما گئے ہیں۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا

اس خرقة سالوس کے اندر ہے مہاجن

امام مسجد صاحب آیت محولہ بالا کی تشریح و تفسیر سن کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے۔ کہ پیر صاحب نے اس آیت سے کم از کم آج تک پانچ ہزار روپیہ کمایا ہوگا۔! یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

### جملہ معترضہ

حدیث بوسہ اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے کے متعلق ایک حدیث کا صحیح مفہوم مطلب موقع و محل ہم بیان کرنے لگے تھے۔ کہ جس حدیث کے ساتھ ”بزرگان زمانہ“ نے بے وفائی کر رکھی ہے۔ اس حدیث کے بیان کرنے سے پہلے ہمیں ایک آیت کے نورانی چہرے سے ”غبارِ نفس“ دور کرنا پڑ گیا۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ عیارِ درویشی کس طرح آیت کی چکول میں نذروں، نیازوں کی بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ گویا یہ جملہ معترضہ تھا جو آپ کی مذہبی معلومات کے لئے درمیان میں آ گیا۔

اس کے علاوہ ہم قرآن مجید کی دو اور آیتوں کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ جن کی مذہب کے اجارہ دار دھڑلے سے تجارت کر رہے ہیں۔ اور بڑے بڑے خضر صورت بزرگوں کو بھی ان کی بلیک کرتے ہوئے شرم تک محسوس نہیں ہوتی۔ جس طرح آیت وَلْيُؤْتُوا نَفْسَهُمْ کے متعلق ایک واقعہ آپ اُپر پڑھا ہے۔ اسی طرح ان دو آیتوں کے متعلق پھر ایک حادثہ ہے۔ دینی بصیرت اور اخلاقی ہدایت کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

### ایک خضر صورت کا نزول

علمائے ربانی، مشائخِ حقانی، کتاب و سنت کے عامل، اہل اللہ، قال اللہ اور قال الرسول کے فدائی، اولیاء اللہ کی

خاک پاچشم ایمان کے لئے کھل الجواہر ہے۔ تم باذن اللہ کہنے والوں کی محبت و عزت اور ادب و احترام ہمارے ایمان میں داخل ہے۔ رنج و توفار اور اجتناب و تخالف، صرف ایسے لوگوں سے ہے۔ مسلمانوں کے دین و ایمان کو ہم محض ان سے بچانا چاہتے ہیں۔ جو نفسانی اغراض اور دینیاری مقاصد کے لئے ملت بیضا کی تجہیز و تکلیفین اور گورکنی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی متاع ایمان اور ان کے ارزاق و اموال کو اپنے کیلوں و کیوس میں تبدیل کرتے ہیں۔ اور یہ بات ایمان کے تقاضوں سے ہے کہ جتنی خالص اور کامل محبت بندگان خدا سے ہونی چاہئے، اتنی ہی بیزاری اور نفرت سومناتی مشائخ اور صدقاتی علماء سے کرنی چاہئے۔ خداوند ارا بنائین پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما۔ اور جو رو سیاہ تیرے فی الواقع مقرب بندوں سے بغض رکھتے ہیں۔ تو آپ ان سے بغض رکھ۔

اب آپ قرآن پاک کی دو آیتوں کا موز توڑ ملاحظہ فرمائیں۔ ریزہ ہائے الماس کا خزف و سفال سے تبادلہ ہوتا دیکھیں۔ اور پھر سطر قرآن کی چلیپائی پر آنسو بہائیں۔

کچھ دنوں کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں کوئی پیر صاحب تشریف لائے۔ خضر صورت، سجادہ نشین، عام دستور کے مطابق یہ پیشہ ور حضرات مریدوں کے گھروں میں ہی براجمان ہوتے ہیں۔ اور اگر نماز وغیرہ پڑھنی ہو تو وہیں اپنے ڈیرے پر ہی پڑھتے ہیں۔ مسجد میں باجماعت ادا کرنے نہیں آتے کیونکہ اگر وہ بار بار مسجد میں نماز پڑھنے آئیں۔ تو پھر ان میں اور عام نمازیوں میں کیا فرق رہا۔ گھر میں تو وہ پلنگ پر بچھے ہوئے۔ دودھ جیسے سفید بستر پر بیٹھیں، اور ان کے پاس پلنگ یا چارپائی پر بیٹھنا تو درکنار حضرت پیر کی چارپائی کو اگر کوئی ہاتھ لگائے۔ تو کشتنی و گردنی زدنی قرار پائے۔ جب حالت یہ ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہی حضرت مسجد میں صف پر لوہاروں، ترخانوں، جولہا ہوں، موجیوں اور حجابوں کے ساتھ موٹھوں سے موٹھ ہا، اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوں۔ ان کے لئے خلوص و تہائی میں (Aloof) رہنا ہی بہتر ہے۔ چیز جس قدر پردے میں پوشیدہ ہو۔ عیسر الحصول اور کمیاب ہو۔ اتنی ہی اس کی قدر اور مانگ بڑھتی ہے۔ جس جب بار بار بکثرت منڈی میں آنے لگے ضرور سستی ہو جاتی ہے۔ اور بالیوں کے اندر موتیوں کے دانے کہلاتی ہے۔ اور یہ جو حضرت اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آج کل کے پیشہ ور پیر طبقہ کی اکثریت اس عالمگیر اصول اور دستور اخوت سے وراء الوری ہے۔

اس قاعدہ کلیہ کے خلاف جناب پیر مذکور مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپ حیران ہو گئے۔ کہ مسجد میں کیونکر آئے۔ بس آگئے اور واقعی آ گئے۔ لیکن نماز مسجد میں پڑھنے کی نیت سے نہ آئے کسی اور غرض سے نمازیوں کو شرف ملاقات بخشا۔ نماز جملہ معترضہ تھی۔ ضمیمہ اور تکملہ تھی۔

## دو ضروری مسئلے

مسجد کے امام صاحب کا بیان ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر حضرت پیر صاحب نے فرمایا میں نے نماز گھر پر ہی پڑھنی تھی۔ پر تمہیں دو ضروری مسئلے بتانے تھے اس لئے آج نماز کے لئے مجھے مسجد میں آنا پڑا۔ ایک مسئلہ مردوں کے متعلق ہے۔ اور دوسرا عورتوں کے متعلق سب گوش ہوش سے سنو! قرآن مجید میں ایک آیت سورہ فتح کے اندر ہے۔ اس آیت کے حکم سے مردوں کو میری بیعت کرنی فرض ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ بُنِيَ بِعَوْنِكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أُوْفِيَ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيئَةٌ إِلَيْهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (سورة الفتح : ۱۰)

اس کے بعد پیر صاحب نے فرمایا۔ اب دوسری آیت سنو یہ آیت سورہ ممتحنہ کی ہے۔ اس آیت کے حکم سے تمام گاؤں کی عورتوں کو میری بیعت کرنی فرض ہے اور وہ آیت یہ ہے۔ غور سے سنو!

﴿بِأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَا يَعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَأَسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (سورة الممتحنة : ۱۲)

جناب پیر صاحب نے یہ دونوں آیتیں پڑھیں اور سب نمازیوں کو حکم دیا۔ کہ گاؤں میں جا کر اعلان کر دو۔ کہ ان آیتوں کی رو سے تمام گاؤں کے مرد اور عورتیں میری بیعت کریں۔

امام مسجد صاحب گاؤں سے ہمارے پاس تشریف لائے اور پیر صاحب کا سارا واقعہ بیان کر کے استفسار کیا کہ کیا واقعہ ان آیتوں کے حکم سے تمام گاؤں کے مرد و زن کو حضرت پیر صاحب سے بیعت کرنی فرض ہے؟ اور دونوں آیتوں کی صحیح تفسیر اور اصل مفہوم کیا ہے؟

ہم نے محترم امام مسجد صاحب کو دونوں آیتوں کا ترجمہ، مفہوم، مطلب، تفسیر اور حکم اور ان کا موقع و محل کما بینہی سمجھا دیا۔ پھر وہ سمجھنے کے بعد پیر صاحب کی ہوشیاری اور قرآن کے ساتھ زیادتی کرنے پر بہت حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ لوگ داؤد محشر کو کونسا منہ دکھائیں گے۔

پیری مریدی کو بطور پیشہ کے اختیار کرنے والے عوام کے گلے میں اپنی بیعت کا قلاوہ ڈالتے وقت عموماً یہی آیتیں سند میں پڑھتے ہیں۔ اس لئے ہم ان آیتوں کے مفہوم اور منطوق سے ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں اور ان کا مطلب ذہن نشین کراتے ہیں۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ سے مخادعت کر کے اور سطر قرآن کو چلیپا بنانے والوں کی چالوں سے ہوشیار رہیں۔ پہلی آیت کا ترجمہ (جو مردوں سے بیعت لینے کے متعلق ہے) بغور

ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

”اے پیغمبر ﷺ جو لوگ (صلح حدیبیہ کے وقت) تمہارے ہاتھ پر (لڑنے کی) بیعت کر رہے ہیں۔ وہ (تم سے نہیں بلکہ) اللہ سے بیعت (عہد) کر رہے ہیں۔ (اور تمہارا ہاتھ نہیں۔ بلکہ قرب الہی کے زو سے) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو (جہاد فی سبیل اللہ کا پکا قول و قرار اور جان دینے کی بیعت کر کے) عہد شکنی کرے گا۔ تو اس عہد شکنی کا وبال اسی کی جان پر پڑے گا۔ اور جو اس عہد (بیعت) کو پورا کرے گا) جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔ تو اللہ عنقریب بڑا اجر دیگا۔“ (فتح پ ۲۶)

اب دوسری آیت کا ترجمہ جو عورتوں سے متعلق ہے ملاحظہ کریں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

”اے پیغمبر! جب (فتح مکہ کے بعد کفر سے تائب ہو کر) تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں۔ اور تم سے (کفر و شرک کے زمانہ کی بری عادتوں کے ترک کرنے کی) بیعت کرنی چاہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی۔ اور نہ زمانہ جاہلیت کی طرح دختر کشی کریں گی۔ اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان بنا کر کھڑا کریں گی۔ (یعنی حرام کا پیٹ لاکر خاوندوں کے ذمہ نہ لگائیں گی) اور نہ نیک کاموں میں تیری حکم عدولی کریں گی۔ تو (ان شرطوں پر) تم ان سے بیعت (عہد) لے لو۔ اور اللہ کی جناب میں ان کی بخشش کی دعا (بھی) کرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (سورہ ممتحنہ پ ۲۸)

### دونوں آیتوں کا ماہ چہار دہم

مردوں اور عورتوں کی بیعت سے متعلق دونوں آیتوں کا واضح اور واضح کاف ترجمہ جو ہم نے اوپر تحریر کیا ہے۔ ان کے صحیح مفہوم اور اصل مطلب کو الم نشرح کر چکا ہے۔ اب ہم اس ترجمہ کی مزید تشریح کرتے ہیں۔ تاکہ ماہتاب وحی اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ بار ہو کر تشلیک و تخمین کے دھند لکے دُور کر دے۔

پہلی آیت صلح حدیبیہ کے موقع کی ہے۔ مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کی غرض سے عازم مکہ ہوئے۔ اس وقت مکہ ابھی کفار کے قبضہ میں تھا۔ جب حضور انور ﷺ حدیبیہ پر پہنچے تو کفار نے آپ کو مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کے طواف سے روک دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں یہاں طواف کعبہ کی غرض سے آیا ہوں۔ طواف کر کے واپس چلا جاؤں گا۔ لیکن کفار نے نہ مانا۔ اور بات بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ لڑائی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس وقت حضور انور ﷺ نے اپنے چودہ سو صحابہ سے جہاد کی بیعت لی۔ کہ اگر مجھے یہاں اللہ کے لئے لڑنا پڑ گیا۔ تو کیا تم جہاد کرو گے۔ اللہ کی راہ میں لڑو مرو گے۔ جان دو گے۔ گردن کٹاؤ گے۔ شاہ رگ کا خون بہاؤ گے؟ اس پر سب نے بیعت کی۔ اور جان دینے کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں اس جہاد کی بیعت کا ذکر کیا ہے۔ اور اس بیعت کو

بہت سراہا ہے۔

اب آپ غور فرمائیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو صحابہؓ سے مدینہ منورہ کے اندر بیعت لی تھی؟ ہرگز نہیں۔ مدینہ منورہ سے آگے بڑھ کر ذوالحلیفہ کے مقام پر۔ جہاں آپ نے احرام باندھا تھا۔ بیعت لی؟ بالکل نہیں! کہیں راستے میں انہیں بیعت کیلئے ارشاد فرمایا؟ قطعاً نہیں! فرمائیے کب اور کس وقت بیعت کا حکم دیا؟ دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ حضور انور ﷺ نے اس وقت بیعت کا مطالبہ کیا۔ عین اس وقت جب کہ ضرورت نے شدت کے ساتھ تقاضا کیا جب کفر اور اسلام کے ٹکرانے کا خدشہ پیدا ہوا۔ جنگ چھڑ جانے کی صورت نظر آئی۔ تو ایسے جنگی حالات میں سرور دو عالم ﷺ نے صرف جہاد کرنے اور راہ حق میں جان دینے کی بیعت لی۔

تعب اور افسوس کا مقام ہے کہ جناب پیر صاحب مذکور کون سا ”معرکہ حدیبیہ“ پیش آیا تھا۔ کن کافروں اور مشرکوں کے ساتھ لڑنے کو چلے تھے۔ جو جہاد کی بیعت کی آیت سے سب گاؤں والوں سے بیعت لینے کے لئے تیار ہو گئے افسوس کہ جس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ایک خاص مقام پر عین ضرورت کے وقت جہاد کی بیعت لینے کا ذکر ہے۔ اس آیت کو ایک خضر صورت، حضرت پیر صاحب اپنی پیری مریدی کی دکان چکانے کے لئے سائین بورڈ بنا رہے ہیں۔ آیت میں جان دینے کا اقرار ہے۔ اور یہاں مریدوں سے ہر ششماہی پر کچھ نہ کچھ لینے کا پیمانہ ہے۔

ز میں کیا آسمان بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے

غضب ہے سطر قرآن کو چلیپا کر دیا تو نے

حضور خاتم النبیین ﷺ کی مسند مطہرہ کے وارثوں کا فرض تھا کہ وہ قرآن مجید کو لوگوں کے سامنے پوری دیانت و امانت سے صحیح صحیح بیان کرتے۔ بلکہ تغیر و تبدل کی جسارت کرنے والوں کی خبر لیتے۔ لیکن انہوں نے نفس کے کہنے پر خود تبدل قرآن کی ٹھان لی ہے۔ حضرت علامہ حج فرما گئے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہوئے کس درجہ فقہان حرم بے توفیق!

پاکستان آزاد اسلامی سلطنت ہے۔ اگر کبھی اسے جہاد پڑ جائے تو کیا اچھا ہو کہ جناب پیر صاحب ممدوح خود اللہ کی راہ میں لڑنے کو جائیں۔ البتہ اس وقت مذکورہ الصدر آیت کے حکم سے کہہ سکتے ہیں کہ سب مرد میرے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کریں۔ کہ وہ جنگ میں میرا ساتھ دیں گے۔

دوسری آیت جو پیر صاحب نے عورتوں سے بیعت لینے کے لئے پیش کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ آیت بھی آپ نے نفس کے ایما پر بے موقع و بے محل ہی جڑی ہے۔ اور ریلوے انجن کا پرزہ سنگر سلائی کی شمشین میں فٹ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

فتح مکہ پر جب کافر اور مشرک عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیغمبر ﷺ ان (نو



مسلم) مسلمان عورتوں سے ان کے کفر و شرک کے زمانہ جاہلیت کے برے کاموں اور بد عادتوں کو ترک کرنے کی بیعت لو۔ کہ اب وہ برے کام اسلام کے اندر نہیں کریں گی۔  
 زمانہ جاہلیت میں وہ عورتیں دختر کشی کرتی تھیں۔ شب و روز بے شمار قسم کے شریکے کاموں کی مرتکب رہتی تھیں۔ بہتان طرازیوں ان کا شیوہ تھا۔ حرام کے پیٹ اپنے خاندانوں کے ذمہ لگانے میں بہت بیباک تھیں۔ اور اسی طرح جھوٹ بولنا ان کی گھٹی میں تھا۔ خدائے قدوس نے فرمایا۔ اے پیغمبر ﷺ ان (نومسلم) عورتوں سے ایسی تمام بد عادتوں اور مشرکانہ عقائد و اعمال کے ترک کرنے کی بیعت لے لو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا کافروں کا ملک فتح ہوا۔ جہاں غیر مسلم عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ اور پیر صاحب ان نومسلم عورتوں سے ان کے کفریہ و شرکیہ عقیدوں اور عمل کے ترک کی بیعت لینے لگے تھے؟ پیر صاحب ممدوح کو چاہئے کہ وہ امرت سر پٹیا لہ ناھہ صیند وغیرہ تشریف لے جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ اور پھر جب غیر مسلم عورتیں اسلام قبول کرنے لگیں۔ تو اس وقت ان عورتوں سے عادات قبیحہ وغیرہ کے ترک کی بیعت لیں۔ کہ قرآنی آیہ مذکور کا صحیح اطلاق اور اصل تفسیر یہی ہے۔

دین کے اندر یہ کس قد جسارت اور بے باکی ہے۔ کہ آیت کو اس کے اصل موقع اور محل سے ہٹا کر اس کے صحیح مفہوم کو چھپا کر پیری مریدی کمانے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ کیا اس آیت کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی عام مسلمانوں کی عورتوں سے اس طرح بیعت لی تھی؟ ہرگز نہیں لی تھی۔ بلکہ سوالا لاکھ صاحبہ نہیں سے کسی ایک نے بھی نہ پیری مریدی کی۔ اور نہ قریہ بہ قریہ پھر کر مردوں اور عورتوں سے بیعت لی۔ پھر کس قدر انسوس ہے کہ آج کل قرآنی آیتوں کو سینہ زوری سے ذریعہ معاش بنایا جاتا ہے۔ اور یہ کام صرف ایک ہی پیر صاحب پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ حال کی تمام تر ”مقدس مہاجنی“ ان ہی دو آیتوں کی نفسانی تفسیر پر منحصر ہے۔

خداوند اترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

### حدیث بوسہ اطراف کی حقیقت

جس طرح چالاک فقیر نے ایک آیت کو نفس کی پچکول بنا کر نذرین، نیازیں مانگی شروع کر دیں۔ اور عیاری درویشی نے سورہ فتح اور سورہ ممتحنہ کی دو آیتوں کو بیعت کا پناہ بنا کر مردوں اور عورتوں کے گلے میں ڈال دیا۔ اسی طرح خداوندان ولایت نے حدیث بوسہ اطراف کو اپنی شان و شوکت جاہ و جلال اور عظمت و جبروت کی بھیئت چڑھا لیا ہوا ہے۔ اور نفس امارہ اس سے اپنے خرابہ کا خراج وصول کر رہا ہے۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر پر بھی جلوہ فرما ہوتے تھے۔ بہت وقت آپ مسجد میں بھی گزارتے تھے، تبلیغ کے لئے مسجد سے باہر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ حضور ﷺ کو اکثر سفر بھی درپیش رہے ہیں۔ اور شیخ رسالت کے پروانوں کا حال یہ تھا۔ کہ وہ حضور انور ﷺ کے ہر قول و فعل، حرکت و سکون، گفتار و رفتار اور طریق و روش کو بغور دیکھتے، سنتے، سمجھتے اور پھر ان کو اپناتے، عمل میں لاتے یا دکرکتے اور آگے پہنچاتے تھے۔ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ سوالا کھ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی کی بھی ایسی شہادت موجود نہیں ہے۔ کہ جو ملاقاتی بھی رسول رحمت کے رسالت کدہ پر حاضر ہوتا۔ وہ آپ کے ہاتھ یا پاؤں چوم کر ہی بیٹھتا تھا۔ یا مسجد میں حضور ﷺ کی خدمت میں سینکڑوں باریاب ہونے والے آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔ یا سفر میں جہاں کہیں بھی رسول رحمت کی ذات اقدس رحمت فرما ہوئی۔ زیارت کا شرف پانے والے تقبیل اطراف کا فرض بجالاتے تھے۔ اب جب کہ قرآن حدیث، تفسیر، فقہ اور تاریخ میں یہ بات کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ کہ بوسہ دست و پارسالت کے آداب کا لازمہ تھا۔ تو پھر فقر صیاد کو یہ استحقاق کہاں سے حاصل ہو گیا۔ کہ اس نے اس چیز کو آداب شیخ کی روح و رواں بنا لیا ہے۔

اب ہم اس حدیث کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ جس کو دلیل بنا کر بوسہ اطراف (ہاتھ پاؤں چومنا) کی طرح ڈالی گئی ہے۔ اور دلق پوشی نے لوگوں کو ہاتھ پاؤں چومنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ اس حدیث کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ جو درج ذیل ہے۔

”حضرت زراع رضی اللہ عنہما جو وفد عبدالقیس میں شریک تھے۔ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم (سفر سے) مدینہ طیبہ آئے۔ اور جلدی سے اپنے اُونٹوں سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور (ہمارے ساتھی) منذر اُج انتظار کرتے رہے (کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی قدم بوسی سے فارغ ہوں) یہاں تک کہ (پھر) انہوں نے اپنی گھڑی سے کپڑے نکال کر پہنے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور انور ﷺ نے اُن (منذر اُج) سے فرمایا۔ تم میں دو عادتیں ایسی (اچھی) ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ برد باری اور خودداری۔ منذر اُج نے وریافت کیا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ دو عادتیں میں نے خود اختیار کی ہیں۔ یا اللہ نے پیدائش سے وہ دونوں خصلتیں تخلیق فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش ہی سے یہ دونوں خصلتیں تم میں ودیعت فرمائی ہیں۔ یہ سن کر منذر اُج نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جس نے مجھ میں دو ایسی خصلتیں پیدا فرمائی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے۔“ (۱)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلة الرجل حدیث ۵۲۲۵۔ پاؤں کو بوسہ دینے کے جملہ کے علاوہ یہ حدیث حسن ہے۔

صحیح سنن ابوداؤد ۲۸۲/۳۔ حدیث ۵۲۲۵۔

## حقیقت کی روشن جبین

حدیث مذکور پڑھنے کے بعد یہ اصلیت اور حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ وفد عبدالقیس نے تو اپنے اُونٹوں سے جلدی اتر کر حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور ان کے ساتھی منذر راجح نہ تو اپنے اُونٹ سے جلدی اترے اور نہ انہوں نے دوسروں کی طرح حضور انور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما۔ غور فرمائیں کہ اگر ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا اچھی بات ہوتی۔ یا یہ فعل بزرگوں کے ادب میں داخل ہوتا۔ تو بانی ادب حضرت محمد ﷺ وفد عبدالقیس کی تعریف کرتے۔ ان کے بوسہ دینے کے فعل کو سراہتے۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ آپ کی ذات تکلف سے پاک تھی۔ اور حق بیانی آپ کا منصب تھا۔ سلسلہ تبلیغ میں کوئی چھوٹی بڑی بات آپ نہ چھوڑ گئے ہیں۔ اور نہ بھول گئے ہیں۔ اپنی ذات سے متعلق فرماتے ہیں۔

((أَنَا أَكْرَمُ الْأَوْلِيَيْنِ وَ أَكْرَمُ الْآخِرِينَ))<sup>(۱)</sup>

”میں (تا آدم) اپنے سے پہلوں میں اور (تا قیامت) اپنے سے پچھلوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر بزرگ ہوں۔“

وَلَا فَخْرَ ”اور میں یہ بات از رو فخر نہیں کہتا ہوں۔ بلکہ (خدا کے حکم سے) ایک حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔ اور مسئلہ بتاتا ہوں۔“

اسی طرح اگر ہاتھ چومنا نہ چومنے سے اچھا ہوتا۔ تو آپ اسے بلا حجاب پسند فرماتے۔

بلا تکلف و حجاب اچھائیوں، خوبیوں، ادبوں اور تہذیبوں کو بیان کرنے والے اور پھیلانے والے حضرت اکرم ﷺ نے بوسہ دینے والوں کی طرف تو کچھ توجہ نہ کی۔ البتہ توجہ، تعریف، خوشی اور رحمت کی باراں سے اس شخص کی کشت محبت کو سیراب فرمایا۔ جس نے نہ اُونٹ سے اترنے میں جلدی کی۔ اور نہ ہی رحمت دو عالم کے اطراف پاک کو بوسہ دیا۔

ناظرین کرام:- از رو انصاف غور فرمائیں کہ مذکورہ الصدر حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوا۔ کہ وفد عبدالقیس کے سفر سے آنے کی طرح اگر کوئی دیر کے بعد سفر سے واپس آئے۔ تو فرط محبت سے اگر باپ یا استاد یا کسی عالم حقانی اور شیخ ربانی وغیرہ کا ہاتھ چوم لے۔ تو گناہ نہیں ہے۔ لیکن عام مقامی لوگوں کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کہ جو آئے اور جتنی بار آئے۔ اور جب آئے۔ بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ چومے نہ بیٹھے بلکہ اگر وہ دیر کے بعد سفر سے آئے۔ تو فرط محبت سے چوم لے۔ تو مباح ہے۔

(۱) سنن ترمذی کتاب المناقب باب سلوا اللہ لی الوسیلۃ ..... حدیث ۳۶۱۶ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی

## ہاتھ پاؤں کا نہ چومنا اللہ اور رسول ﷺ کو پسند ہے

وفد عبدالقیس نے جو اپنے اونٹوں سے جلدی اتر کر حضور انور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو چوما۔ اور ان کے ساتھی منذر اشج نہ تو اونٹ سے جلدی اترے۔ اور نہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو دوسروں کی طرح بوسہ دیا۔ اس پر حضور انور ﷺ نے منذر اشج کو بردباری اور خودداری کی صفات سے نوازا۔

بردباری یہ تھی کہ اپنے ساتھیوں کی مانند اونٹ سے نہایت تیزی اور جلدی سے نہ اترے اور خودداری ان کی یہ تھی کہ حضور ﷺ کے دست و پا کو انہوں نے بوسہ نہ دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے منذر اشج کی تعریف کی۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں کا چومنا کوئی شرعی مسئلہ نہ تھا۔ دین کا حکم نہ تھا۔ حضور انور ﷺ کی عزت اور توقیر کا اس پر دار و مدار نہ تھا۔ یعنی اگر بوسہ دینا شرعی مسئلہ ہوتا۔ بزرگوں کے ادب میں داخل ہوتا۔ تو بوسہ دینے والوں کی آپ تعریف کرتے۔ ان پر خوشی کا اظہار کرتے اور منذر اشج کو ان کے ترک بوسہ پر تنبیہ فرماتے۔ یا انہیں بے ادب کہتے۔ لیکن آپ نے انہیں ترک بوسہ پر خوددار فرمایا۔ اور اطمینان سے اونٹ سے اترنے پر بردبار۔ اور ساتھ ہی مژدہ سنایا۔ کہ تمہاری اس خودداری (ترک بوسہ) اور بردباری (جلدی نہ کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور یہ دو عادتیں تمہاری خود مختاری نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں ودیعت فرمائی ہیں۔ پھر منذر اشج نے اللہ کا شکر کیا۔ کہ ان کی دونوں عادتیں اللہ کی پیدائشی ودیعت (امانت ہیں۔ اور ان عادتوں اور خصلتوں سے خدائے لایزال اور رسول کائنات ﷺ خوش ہیں۔

### خودداری کا فلک بوس تخیل

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اتنے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ آپ کی بشریت عند اللہ اتنی مقرب و مقبول ہے۔ اور عبدیت اطاعت کی وجہ سے اس درجہ محبوب ہے۔ ذات اقدس اس قدر بزرگ اور کبکشاں گیر مدارج کی حامل ہے۔ کہ اگر حضرت اکرم ﷺ ترازو کے ایک پلڑے میں قدم مبارک رکھ دیں۔ اور دوسرے پلڑے میں تمام اولاد آدم کل فرشتے اور جن بٹھادیئے جائیں۔ تو یہ سب اپنے مجموعی وزن سے رسالت مآب ﷺ کے پلڑے کو ہلا بھی نہیں سکیں گے۔

اتنے بلند پایہ رسول حضرت محمد ﷺ اپنے ہاتھ پاؤں کے بوسہ کے ترک پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اللہ کی خوشی کی بھی خبر دیتے ہیں۔ اور منذر اشج کے ترک بوسہ کو پسند فرما کر امت کو درس خودداری دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی

(۱) حضور انور ﷺ تو ترک بوسہ پر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن زمانہ حال کے ردویش اور پیر بالعموم ہاتھ چوما کر خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ ہاتھ کو بوسہ کے لئے آگے کر دیتے ہیں کہ مرید جو مکر آگھوں سے بھی لگائے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ہاتھ چومنے والوں کو مودب کہا جاتا ہے۔ اور نہ چومنے والے بوسہ کے منکر بے ادب کہلاتے ہیں۔ ہمیں تفاوت راہ کجاست تاکجا۔ (صادق)

مہینوں یا برسوں کے بعد بھی سفر سے واپس آئے تو اپنے بزرگوں کے ہاتھ نہ چوم کر خود دار بنے اور اس طرح خود دار (تارک بوسہ بزرگاں) بن کر اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرے۔

### نفس امارہ کی سجدہ خواہی

بعض ”بزرگ“ ایسے بھی ہیں کہ ان کے نفس کی پیاس دست بوسی اور پائے بوسی سے نہیں بجھتی۔ ار پھر وہ سجدہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر سجدہ کی بھینٹ لے کر ان کا نفس اَنَا وَلَا غَيْرِي کا نادب جاتا اور بلیوں اچھلتا ہے ایسے لوگ فی الحقیقت نہایت پست اخلاق اور گندی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جو انسان ہو کر انسانوں سے سجدہ کراتے ہیں۔ اور اس پر شیخ طریقت ہادی اور مرشد کہلاتے ہیں۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو خوب یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سجدہ عبادت ہے۔ اور صرف اللہ واحد القہار ہی کیلئے مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور صریح شرک ہے۔ انسان کا سجدہ کرنا اور اسے سجدہ کرنا نہایت کمینگی دنیایت اور اخلاق کا دیوالیہ پن ہے۔ اسکے استیصال کے لئے ہم رسول اللہ ﷺ کا حکم بیان کرتے ہیں:-

### سجدہ کی شرعی ممانعت

((وَعَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ آتَيْتُ الْحَجِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَآتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي آتَيْتُ الْحَجِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَزْتُ بِقَبْرِى أَكُنْتُ تَسْجُدُهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يُسْجَدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النَّسَاءَ أَنْ يُسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ)) (ابوداؤد)<sup>(۱)</sup>

”قیس بن سعد سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں حیرہ (نام شہر) میں آیا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ سجدہ کے لائق تر ہیں۔ (اس سردار حیرہ سے) میں پھر (سفر سے لوٹ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میں (کوفہ کے ایک شہر) حیرہ میں گیا تھا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ (حضور ﷺ)!..... آپ (سردار حیرہ سے بدرجہا) لائق تر ہیں۔ کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (قیس)! بتاؤ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو سجدہ کرو گے میری قبر کو؟ میں نے (حضور ﷺ کو ناراض پا کر) عرض کیا۔ نہیں! پھر آپ نے

(۱) سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأة حدیث ۲۱۳۰ قبر والے جملے کے علاوہ حدیث صحیح ہے صحیح

سنن ابوداؤد ۵۹۵/۳ حدیث ۲۱۳۰۔

فرمایا (خبردار)! نہ کرو مجھے سجدہ۔ (سنو)! اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم دیتا۔ کہ وہ اپنے خاندانوں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ مردوں کا اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر (بڑا) حق مقرر کیا ہے۔ (ابوداؤد)

### غیر اللہ کے سجدہ کا استیصال

حدیث مذکور میں قیس بن سعد نے رسول اللہ ﷺ سے ان ہی کی ذات کو سجدہ کرنے کے لئے اجازت چاہی۔ فرمائیے! حضور اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا؟ اپنی ذات پاک سے سجدہ کا انقضا کرنے سے پہلے حضور ﷺ نے قیس کو (ڈانٹ کر) پوچھا۔ کیا تم میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ جس کے جواب میں قیس نے عرض کیا۔ نہیں حضور ﷺ اس کے بعد اپنی ذات سے متعلق فرمایا۔ لَا تَفْعَلُوا خبردار! مت سجدہ کرو مجھے۔ نور فرمائیں کہ رحمت للعالمین ﷺ ابھی زندہ سلامت ہی ہیں۔ اور اپنی قبر پاک سے متعلق پہلے سے ہی صحابہؓ سے اقرار لے رہے ہیں۔ کہ خبردار! میری قبر کو سجدہ نہ کرنا۔ پھر اس بیان کے بعد اپنی ذات اقدس کے لئے بھی سجدہ کرنا منع فرما رہے ہیں گویا نہ آپ ﷺ کی قبر کے لئے سجدہ جائز اور نہ آپ کی ذات کے لئے سجدہ جائز۔ اب آپ فرمائیں۔ کہ جو شیخ یا پیر لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرائے وہ کون ہے؟ اور جن پیروں، بزرگوں، مولویوں، واعظوں، اور مجاوروں کے سامنے قبروں کو سجدے کئے جائیں۔ اور وہ منع نہ کریں۔ حدیث مذکور کی روشنی میں ان کی اخلاقی حالت کیسی ہے؟ بڑے رنج و اندوہ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ:

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے  
گلیم بوڑو و دلق اولس و چادر زہرا

(اقبال)

### استقبال جائز ہے

استقبال کے معنی ہیں۔ آگے بڑھ کر لینا۔ کسی کے آنے کی خبر سن کر اسے لینے جانا۔ کسی عزیز یا بزرگ کی حج سے فارغ ہو کر آنے کی خبر سن کر کراچی تک اسے لینے کیلئے جانا بھی استقبال ہے۔ اور ریلوے اسٹیشن، سڑک، گلی، گھر کے صحن یا چند قدم کے فاصلے پر کسی بزرگ، عزیز، حاکم، عالم، استاد، پیر، مرشد، ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹی، دوست، سہیلی، شاگرد وغیرہ کو بڑھ کر لینا۔ (To Receive) بھی استقبال کہلاتا ہے۔

اس تعریف اور مفہوم سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ کسی کے استقبال کے لئے اپنی جگہ ضرور چھوڑنی پڑتی ہے۔ خواہ چند قدم آگے بڑھیں یا کئی میل آگے جائیں۔ بہر حال اپنی جگہ چھوڑ کر ہی جائیں گے۔ استقبال کی یہ صورت

شرعاً جائز<sup>(۱)</sup> ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے بزرگوں اور عزیزوں کا ضرور استقبال کریں۔ اس سے محبت و اُلفت اور اتفاق و اتحاد بڑھتا ہے۔ طبیعتوں میں میل ملاپ اور موالات کے جذبات اُبھرتے ہیں۔ آدمیت پختی، شعور کھرتا اور تمیز انگڑائیاں لیتی ہے۔

آپ اُپر رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی استقبال کا پاکیزہ منظر دیکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئیں۔ قَامَ إِلَيْهَا تَوْحُورٌ ﷺ کھڑے ہوتے۔ اس کی طرف چل پڑتے۔ اور آگے ہو کر لیتے اپنے جگر کے ٹکڑے فاطمہؓ کو یعنی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھتے۔ استقبال کرتے۔ اس تشریح سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے لئے قیام نہیں کرتے تھے، حدیث میں قَامَ لَهَا (کھڑے ہوتے واسطے فاطمہؓ) کے (نہیں ہے۔ بلکہ اِلی حرف جار آیا ہے۔ اور اِلی کے معنی تک اور طرف کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کا کھڑا ہونا یا قیام اپنے قدموں پر نہیں تھا۔ اِلی ظاہر کرتا ہے کہ کھڑے ہوتے ہی کسی طرف اور سمت کو چل پڑتے تھے۔ اور پھر ایک جگہ تک پہنچ کر رک جاتے اور بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے۔ اس طرح جب حضور ﷺ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔ قَامَتْ إِلَيْهِ تَوْحُورٌ ﷺ کھڑی ہوتیں ان کی طرف چل پڑتیں۔ اور آگے ہو کر لیتیں اپنے پیارے باپ حضرت محمد ﷺ کو۔ یعنی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھتیں استقبال کرتیں یہاں بھی حدیث میں قَامَتْ لَهُ (کھڑی ہوتیں واسطے اُن کے) نہیں ہے بلکہ اِلی بتا رہا ہے کہ آپ کھڑی ہوتے ہی اس طرف یا حضرت فاطمہؓ کا کھڑا ہونا یعنی قیام کرنا ان کے قدموں پر نہیں تھا۔ اِلی بتا رہا ہے کہ آپ کھڑی ہوتے ہی اس طرف یا سمت کو چل پڑتیں۔ جدھر آفتاب رسالت ﷺ کی کرن پڑتی۔ اور پھر کسی ایک جگہ تک رُک کر اپنے ابا جان (ﷺ) کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرہ میں لے آتیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت انور ﷺ اور حضرت فاطمہؓ نے آپس میں ایک دوسرے کا استقبال کیا ہے۔ قیام ہرگز نہیں کیا۔ کیونکہ قیام کے لئے اپنی جگہ پر کھڑا رہنا ضروری ہے۔ اور شریعت میں قیام حرام ہے۔ اور استقبال جائز اور درست ہے۔ اتنی لمبی تشریح اور توضیح سے ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ اگر کسی

(۱) لیکن بدعتی کا استقبال ناجائز اور حرام ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مَنْ وَفَّرَ صَاحِبٌ بَدْعَةً فَقَدْ أَخَانَ عَلِيَّ هَذَا الْإِسْلَامُ (شعب الایمان رواہ البیہقی: فی شعب الایمان: ۶۱/۷۔ حدیث ۹۳۶۳۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة حدیث ۱۸۹۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۵۸۷۷۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۳/۳۴۰۔ حدیث ۱۸۶۲) جس نے بدعتی کی عزت و توقیر کی اس نے اسلام کے گرانے پر مدد کی اور یہ ظاہر ہے کہ استقبال آنے والے کی توقیر و تعظیم ہوتی ہے پھر اگر آنے والا بدعتی ہے تو اس کی توقیر و تکریم یعنی استقبال حرام ہوا۔ خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ کبھی کسی اہل بدعت کا استقبال نہ کریں اور نہ کسی اور شکل میں اس کی تکریم کریں۔ کیونکہ بدعتی کی توقیر میں سنت کی حقارت پائی جاتی ہے۔ جو دیرانی دین کا موجب ہے اور اس قیاس پر سنت کے تہج کا استقبال اس کی توقیر اور تکریم آبادی بنائے اسلام ہے۔ (محمد صادق)

بزرگ یا عزیز کو آگے لینے جائیں تو یہ استقبال ہے جو مشروع اور درست ہے۔ اور اگر بزرگ وغیرہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو کر اپنے قدموں پر ہی قائم رہیں۔ تو یہ قیام ہے۔ جو بوجہ عبادت الہی غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

﴿وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ (سورة البقرة : ۲۳۸)

”اور قیام کرو اللہ کے لئے فرمانبردار ہو کر۔“

چنانچہ آپ نماز میں اللہ ہی کے لئے قیام کرتے ہیں اور یہ قیام عبادت ہے۔ اور عبادت غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ پس قیام غیر اللہ کے لئے حرام ہوا۔ خوب سمجھ لیں۔

## غیر اللہ کے سجدہ کے خلاف حضرت شیخ احمد کا جہاد

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام  
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تم پر حرام

(اقبال)

مغلیہ خاندان کے مشہور بادشاہ جہانگیر کے دربار میں سجدہ بجالانا آداب شاہی میں شامل تھا۔ ہر آنے والا بادشاہ کے حضور سر بسجود ہو کر بیٹھتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک بہت بڑے عالم باعمل درویش مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ انہوں نے کھلے بندوں اس بات کا اظہار کیا اور اپنی تقریروں اور وعظوں میں علی الاعلان فرمایا کہ سجدہ صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔ بادشاہ کو چاہئے کہ فوراً اپنے دربار سے سجدہ موقوف کر دے۔ آپ نے جان تھیلی پر رکھ کر جہانگیری دربار کے سجدہ کے خلاف ایک تحریک شروع کر دی۔

بادشاہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ حضرت شیخ احمد دربار میں پہنچے اور بادشاہ کو السلام علیکم کہا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ نے دربار شاہی کے آداب کا خراج کیوں پیش نہیں کیا۔ ہمارے حضور آ کر سجدہ کیوں بجا نہیں لائے؟ حضرت شیخ احمد نے فرمایا:

”میرا سوائے اس کے خالق کے کسی غیر کے آگے ہرگز جھک نہیں سکتا۔ یہ پیشانی صرف اللہ واحد القہار کے لئے ہی خاک و دھول پر رکھی جاسکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی سجدہ کے لائق نہیں۔“

جہانگیر نے بہت ڈرایا دھمکایا اور خوف دلا کر سجدہ کرنے پر مجبور کیا، لیکن حضرت مجدد صاحب کی ایمانی طاقت شاہی حکم پر غالب آئی اور اسے سجدہ کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ ہوئے۔ بالآخر بادشاہ نے انہیں گوالیار کے قلعہ میں



قید کر دیا۔

چھ ماہ کے بعد بادشاہ نے اپنی ایک ضرورت کے لئے حضرت مجدد صاحب کی رہائی کا حکم صادر کیا۔ اور دربار میں تشریف لانے کی درخواست کی۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط پر دربار میں حاضر ہو کر بادشاہ کی بات کو سننا منظور کیا۔ کہ وہ توبہ کر کے دربار میں رسم سجدہ کو موقوف کر دے جہاں گنہگار نے آپ کی اس شرط کو تسلیم کر لیا۔ اور دربار کو سجدہ کے بت سے پاک کر کے اللہ کی جناب میں توبہ کر لی۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور شرک قرار دیا گیا۔ پھر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوالیار سے چل کر بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ اور اس کے کام کو سرانجام دینے کے لئے سعی فرمائی۔

ایک وہ درویش ایک یہ

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ ایک وہ درویش تھے۔ جو غیر اللہ کے سجدہ کی بیخ کنی کیلئے سردھڑکی بازی لگاتے تھے۔ اور ہر قیمت پر انسانیت کی فضا کو شرک کی گندگی سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ اور ایک یہ درویش ہیں کہ خود کہہ کر اپنے آپ کو سجدہ کراتے ہیں۔ اور پھر سجدہ میں گری ہوئی ”بھیڑ“ کی پشت پر تھکی دیتے ہیں۔ گویا اس کی پیڑھ ٹھوٹک کر اٹھاتے ہیں۔ شاباش! <sup>(۱)</sup>

سچ ہے۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو ٹھیری!  
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہاںگیری

## قیام لغیر اللہ کی ممانعت

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِّئًا عَلَى عَصَا فَقُمْنَا لَهُ فَقَالَ لَا تَقُومُوا كَمَا يَقُومُ الْأَعَاجِمُ يُعْظَمُ بَعْضُهَا بَعْضًا)) (ابو داؤد) <sup>(۲)</sup>

”ابی امامہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصا (لاٹھی) پر سہارا کرتے ہوئے (ہماری مجلس میں) جلوہ فرما ہوئے۔ ہم نے آپ کی تعظیم کے لئے قیام کیا۔ (یعنی اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! امت تعظیماً کھڑے ہوا کرو تم جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔“

(۱) چڑھ جابینا سولی رام بھلی کرے۔ منہ

(۲) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی قیام الرجل للرجل حدیث ۵۲۳۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد

حدیث ۵۲۳۰۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۵۲۱/۱۔ حدیث ۳۲۶۔

## عجمی قیام کی تعریف

بے دین عجمی بادشاہ، امراء و رؤسا، حکام قوم کے سردار علماء اور مشائخ جب کسی مجلس میں جاتے تو تمام لوگ تعظیماً اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے۔ اور جب تک وہ بیٹھ نہ جاتے لوگ کھڑے رہتے۔

پھر جب وہ بیٹھتے یہ بھی بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ اگر ان کا بزرگ تھوکنے کے لئے بھی اٹھتا اور پھر بیٹھتا۔ تو انہیں بھی برابر ساتھ اٹھنا بیٹھنا پڑتا۔ یہ تھا عجمیوں کا قیام تعظیماً۔

حدیث مذکور میں آپ نے اوپر پڑھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف لے گئے۔ تو اہل مجلس کھڑے ہو گئے۔ رسول پاک ﷺ نے اپنی ذات کے لئے اس تعظیسی قیام کو برداشت نہ کیا۔ اور صحابہ کو سختی سے منع کر دیا۔ کہ خبردار! بے دین عجمیوں کی طرح میرے لئے کبھی قیام نہ کرو۔

## مشائخ کے لئے تعظیسی قیام

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا فرض تھا۔ کہ وہ دین اسلام کی حفاظت کرتے اور دیانت داری سے اس کی تبلیغ جاری رکھتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے حق میں وہ ”برادران یوسف“ بن گئے ہیں۔ جس دین کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دانت مبارک شہید کرا کے تلواروں کی جھکارتوں اور تیروں کی بوچھاڑوں میں انہیں پہنچایا تھا۔ صحابہؓ نے اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں اسلام کی قربان گاہ پر بھیج کر چڑھا کر جو خزینہ ان کی تحویل میں دیا تھا۔ ہم نے اس میں خیانت شروع کر دی۔ جو اہرات کو خرمہرہ کے بھاؤ لٹانا شروع کر دیا۔ اور سچی بات تو یہ ہے۔ کہ نفس کی شہہ پر اللہ کے دین کی تجارت کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی ذات کے لئے قیام تعظیسی منع فرمایا۔ صحابہؓ کو کھڑے ہونے سے روکا۔ لیکن ہمارے پیروں، بزرگوں، شیخوں، ہادیوں، مرشدوں اور عالموں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ مریدوں کو اپنے تعظیسی قیام کے لئے حکم دیتے ہیں۔ اپنی مجلس میں آنے پر انہیں کھڑا ہونے کی تاکید کرتے ہیں۔ پھر جب مجلس میں آتے ہیں۔ تو اہل مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو عقیدت کیش بھی بیٹھتے ہیں۔ اور اگر وہ ایک آدھ منٹ کے لئے بھی اٹھتے ہیں۔ تو مرید بھی ضرور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب حضرت صاحب پھر نشست فرما ہوتے ہیں۔ تو اراکات کے تار میں بندھی ہوئی کٹھ پتلیاں بدستور دم بخود ہو جاتی ہیں۔ فرمائیے! کیا یہ عجمیوں کی مانند قیام تعظیسی نہیں ہے؟ ایسا قیام رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنے لئے تو منع فرما دیا تھا۔ لیکن کس قدر انفسوں کا مقام ہے۔ کہ آج کل کے ”بزرگوں“ نے اسے شیر مادر کی طرح حلال جان رکھا ہے۔

ترا اے قیس کیونکر ہو گیا سوزِ دروں ٹھنڈا  
کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلیائی

## صحابہؓ قیام نہ کرتے

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَّتِهِ لِذَلِكَ)) (ترمذی)<sup>(۱)</sup>

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا نہ تھا۔ لیکن جب (دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب) حضرت اکرم ﷺ تشریف فرما ہوتے تو صحابہؓ آپ کے لئے ہرگز کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور انور ﷺ اس بات (قیام تعظیسی) کو ناپسند کرتے ہیں۔“

ملاحظہ:- دورِ حاضر کے صوفیوں، سجادہ نشینوں، شیخوں، اور پیروں کی خدمت میں ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک ﷺ کی طرح وہ بھی اپنے لئے قیام تعظیسی کو ناپسند کریں۔ برا جائیں۔ اور احباب کو سختی کے ساتھ منع کر دیں۔ کہ آئندہ آپ کے لیے کبھی قیام نہ کریں۔

### مریدوں کی خدمت میں

مریدان باصفا کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ اگر آپ کے پیرومرشد آپ کو قیام تعظیسی سے منع نہ کریں۔ بلکہ قیام کے لئے اجازت یا حکم دیں تو پھر آپ حضرات رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر عمل کریں رحمتِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)) (مشکوٰۃ)<sup>(۲)</sup>

ترجمہ:- ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے کاموں) میں کسی مخلوق کی تابعداری نہیں ہے۔“

یہاں لافنی جنس کا ہے جو طاعت کے انقاف اور کامل فقدان کے لئے آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس کام میں اللہ کی (اور اس کے رسول ﷺ کی) نافرمانی پائی جائے۔ جو بات قرآن اور حدیث میں منع آئی ہو وہ بات ہرگز کسی کے کہنے پر مت مانو۔ مخلوق میں سے خواہ کوئی ہو۔ ماں، باپ، پیرومرشد کسی کی بھی خلاف طاعت نہ کرو۔ اب آپ غور کریں۔ کہ قیام تعظیسی سے رسول پاک ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا منع فرمودہ کام

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۰۰/۳ حدیث ۲۷۵۴۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء حدیث ۳۶۹۶۔ بحوالہ شرح السنة للبیہقی ۳۳/۱۰ حدیث ۲۳۵۵۔ مسند احمد ۶۶/۵ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۷۴۲۰۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱/۳۲۸ حدیث

یقیناً اللہ کی نافرمانی ہے۔ تو قیامِ تعظیسی ضرور اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ اور اس اللہ کی نافرمانی کو پیر و مرشد کے کہنے پر ماننا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو ناراض اور غضب ناک کرنا ہے۔ اس لئے تمام مریدوں کو حضرت محمد مصطفیٰ شافع روز جزا رسول اللہ ﷺ حکم دے رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے پیروں یا مرشدوں کے کہنے پر ہرگز ہرگز ان کا قیامِ تعظیسی نہ کریں۔ اب مریدوں کو آپ اس امر کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ کہ انہیں رسول پاک ﷺ کا حکم ماننا چاہئے۔ (قیامِ تعظیسی مت کرو) یا اپنے پیروں کے فرمان پر سر تسلیم خم کرنا چاہئے (قیامِ تعظیسی کرو)۔

## حضرت سعدؓ کے استقبال کی حقیقت

بعض خود بین خود نما اور جاہ خواہ حضرات اپنے قیامِ تعظیسی پر بہت زور دیتے ہیں۔ جبروت فقر کے حضور نیاز کیشوں کی سرو قاستی دیکھ کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اور عقیدت مندوں کو خراجِ قیام ادا کرنے پر مضبوط اور استوار رکھنے کے لئے یہ ثبوت دیتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کے قیام کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا۔ اور پھر صحابہؓ نے ان کے آنے پر قیام کیا۔ لہذا بزرگوں کے لئے قیام کرنا جائز ہے۔

اصلیت کو چھپا کر عوام کو غلط روی کی تعلیم دینا نفس کی خواہش ہے۔ ہم یہاں ناظرین کے سامنے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا پورا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ان پر حقیقت منکشف ہو جائے۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ وَكَانَ قَرِيْبًا مِنْهُ فَجَاءَ عَلِيَّ حِمَارًا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ قُومُوا إِلَيَّ سَيِّدُكُمْ)) (بخاری، مسلم) (۱)

”حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو ماننے کا وعدہ کر کے (خیبر کے قلعہ سے) اتر آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ جو حضور ﷺ کے نزدیک ہی فروکش تھے۔ حضرت سعد گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ اور جب مسجد کے قریب پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو فرمایا۔ کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔“

## صراحت

بنو قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح خندق کے بعد ان کو قلعہ میں پچیس روز تک گھیرے رکھا۔ اتنے لمبے محاصرہ سے تنگ آ کر بنو قریظہ اس شرط پر قلعہ سے باہر آ گئے۔ کہ حضرت سعدؓ جو فیصلہ (قتل یا قیدیا

(۱) صحیح بخاری کتاب الجہاد و السیر باب اذا نزل العدو علی حکم رجل حدیث ۳۰۴۳۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العهد و جواز انزال اهل الحصن علی حکم حاکم عدل اهل للحکم حدیث :

فدیہ کا) ان کے حق میں کریں گے۔ وہ اسے مان لیں گے۔ کیونکہ بنو قریظہ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہما پر حسن ظن تھا۔ کہ وہ ان کا پاس کریں گے۔

اس فیصلہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا۔ جو رحمتِ دو عالم ﷺ کے قریب ہی اقامت گزین تھے۔ حضرت سعدؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تھے۔ اور ہنوز ان کا زخم مندمل نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس سے خون بھی جاری ہو پڑا تھا۔

اس تکلیف کی وجہ سے وہ اچھی طرح چل پھر نہ سکتے تھے۔ اور گدھے پر سوار ہو کر حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ حضرت انور ﷺ کے قریب آ کر سواری سے اترنے لگے۔ تو آپ نے انصار کو ارشاد فرمایا۔ کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی سعدؓ زخمی اور کمزور ہیں۔ جاؤ انہیں آرام اور احتیاط سے سواری سے اتاراؤ۔

یاد رہے کہ یہ حضرت سعدؓ کا استقبال تھا۔ ان کے لئے قیام نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کن الفاظ کی طرف غور کریں۔ آپ ﷺ نے قَوْمُوا إِلَي سَيِّدِكُمْ فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ طرف سردار اپنے کی۔ یعنی کھڑے ہو کر سعدؓ کی طرف بڑھو اس کو آگے ہو کر لو۔ سواری سے اتار دو اور یہ نہ فرمایا۔ قَوْمُوا لِيَسِيدِكُمْ کھڑے ہو جاؤ۔ واسطے سردار اپنے کے کہ الی کی جگہ لام آنے سے قیام کا شبہ ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کے آگے قیام کرنے کے متعلق قَوْمُوا لِلَّهِ آیا ہے۔ نہ کہ قَوْمُوا إِلَى اللَّهِ۔ معلوم ہوا کہ یہاں الی جارہ استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ قیام پر۔ اور اس چیز کو ہم اس سے پہلے بھی بالوضاحت بیان کر چکے ہیں۔ پس حدیث مذکور سے حضرت سعدؓ کا استقبال کرنا ثابت ہوا۔ نہ کہ قیام تعظیسی۔ خوب سمجھ لیں۔

### قیام تعظیسی کی سزا

((وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرَّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَّبِعُوا مَتَعَدَّهُ مِنَ النَّاسِ)) (ترمذی) (۱)

”حضرت معاویہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اس بات کو پسند کرے۔ کہ لوگ اس کے آگے تعظیماً کھڑے رہیں۔ تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں تجویز کر لینا چاہئے۔“ (ترمذی)

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۰۰/۳ حدیث ۲۷۵۵۔

## ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ

یہ حدیث پڑھ کر تو ان عالموں اور پیروں کو کانپ اٹھنا چاہئے۔ جنہوں نے مریدوں اور عقیدت مندوں کو اپنے قیام تعظیسی کے لئے حکم دے رکھا ہے۔ یا مسئلہ بتایا ہوا ہے۔ اب تو حضور انور ﷺ نے صاف الفاظ میں تجدید فرمادی ہے۔ کہ جو بھی قیام تعظیسی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس قول فیصل کے بعد اب کیا جواب ہے قیام کرنے والوں اور قیام کروانے والوں کے پاس؟ بھائیو! سوچو سمجھو! اللہ سے ڈرو۔ اور اس کے رسول کا کہا مانو۔

محال	است	سعدی	کہ	راہ	صفا
تواں	رفت	جز	در	پنے	مصطفیٰ
خلاف	پیہر	کے	رہ	گزید	
کہ	ہرگز	بمزل	نہ	خواہد	رسید



## ایفائے عہد

www.KitaboSunnat.com

عہد کے معنی :- وعدہ پیمانہ قول و قرار اور مدار و مدار اور زبان دینے کے ہیں۔ اسلام میں وعدہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس کو پورا کرنے کی سخت تاکید آئی ہے۔ ایفائے عہد دراصل روح کی صحت کا نام ہے۔ طبیعت کی صفائی اور پاکیزگی کی دلیل ہے۔ اچھے خلق اور نیک کردار کی علامت ہے۔ ارادہ کی صفائی اور پاک نیتی کا جوہر ہے۔ اور اخلاص و نفاق میں حد فاصل کا حکم رکھتا ہے۔ قول کا پکا پیمانہ کا سچا اور وعدہ پورا کرنے والا شخص اپنے ماحول میں بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مالک سمجھا جاتا ہے۔

اس کے برعکس بالعموم بد عہدی اور وعدہ شکنی، سیرت کی کدورت اور طبیعت کی آلودگی کو ظاہر کرتی ہے۔ وعدہ خلافی قول کے اثبات اور عمل کے فقدان سے زبان دینے والے کی پیشانی پر نفاق کی مہر ثبت کر دیتی ہے۔ اور پھر یہ شخص اللہ رسول ﷺ اور عوام الناس کے نزدیک بہت ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عہد پورا کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور ایمان و اخلاص کی شرطوں میں سے اسے بہت بڑی شرط قرار دیا ہے۔ تو پیمانہ دینے کے بعد اسے پورا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا چاہئے، وعدہ وفائی کے متعلق اسلام کے گراں مایہ ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے دل سے عہد کر لیں۔

## منافقت کی ایک تہائی

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أَتَى حَانَ)) (بخاری)<sup>(۱)</sup>

”روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (پہلی) جب وعدہ کرتا ہے۔ تو اس کو وفا نہیں کرتا۔ (دوسری) جب وہ بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ (تیسری) اور جب اسے (کسی امر پر) امین بنایا جاتا ہے۔ تو خیانت کرتا ہے۔“

نوٹ :- اس حدیث میں منافق کی پہچان بتائی گئی ہے۔ کہ جس میں تینوں مذکورہ نشانیاں پائی جائیں۔ وہ منافق فی العمل ہے۔ اور ان تینوں نشانیوں میں ایک وعدہ خلافی ہے۔ تو گویا وعدہ خلافی۔ یا عہد شکنی منافقت کی ایک تہائی

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامات المنافق حدیث ۳۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب خصا.

ہوئی۔ اور وعدے کر کے دانستہ توڑنے والا منافقوں سے بھائی چارہ قائم کرنے والا ہوا۔ اسلام میں نفاق (Hypocrisy) بدترین رویا ہی ایمان کی رسوائی۔ اور غضب الہی کا موجب ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ وعدہ کرتے وقت خوب سوچ سمجھ لیں۔ اگر پورا کر سکتے ہیں۔ تو ہاں کریں۔ نیت ایفا کی ہے۔ تو ہامی بھریں۔ ورنہ ہرگز قول نہ دیں۔ قطعاً اقرار نہ کریں کہ نقض عہد گزار ایمان کے لئے پیغام خزاں ہے۔

### قابل ایفاء وعدہ کرو

((عَنْ أَبِي جُرَيْجٍ نَ الْهَمَّحِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُوَاعِدُ أَخَاكَ مَوْعِدًا فَتُخْلِفُهُ)) (مسلم) (۱)

”حضرت ابو جریجیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے بھائی سے ایسا وعدہ مت کر۔ جسے تو پورا نہ کر سکے۔“

### عہد شکن کی حشر میں رسوائی

((عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِيَوْمِ (۱) يَوْمِ الْقِيَامَةِ يُعْرِفُ (بِهِ)) (بخاری) (۲)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک نشان ہوگا۔ جس سے وہ شناخت کیا جائے گا۔“

نوٹ :- عہد شکنی اتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ حشر کے میدان میں ذلت اور رسوائی کا موجب ہوگا۔ وعدے کر کے توڑنے والوں کے چوڑے کے ساتھ ایک جھنڈا اکھڑا کیا جائے گا۔ جس پر لکھا ہوگا۔ کہ یہ شخص غادر ہے۔ واضح ہو کہ غادر خنڈر سے مشتق ہے۔ خنڈر کے معنی بے وفائی، عہد شکنی، سرکشی اور بغاوت کے ہیں۔ دنیا میں جس قسم کی عہد شکنی اور بے وفائی کی ہوگی، اسی قسم کی بد عہدی کے نشان سے غادر کو اہل محشر میں رسوا کیا جائے گا۔ اسلامی حکومت کا غادر، قوم کا غادر و وطن کا غادر، قبیلہ اور برادری کا غادر، عام مسلمانوں، ہمسایوں، دوستوں، آشنائوں اور احباب و اقربا سے عہد شکنی، اور وعدہ خلافی کرنے والا۔ غادر!

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) لواء کے معنی جھنڈا۔ نشان۔ (محمد صادق)

(۲) صحیح بخاری کتاب الجزية والمواصلة باب اثم الغادر للبر والفاجر حديث ۳۱۸۷-۳۱۸۶۔ صحیح مسلم کتاب

الجهاد باب تحريم الغدر حديث ۱۷۳۷۔



((إِنَّ الْعَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيَقَالُ هَذِهِ عَدْرَةُ فَلَانَ بْنِ فَلَانَ)) (بخاری، مسلم)<sup>(۱)</sup>  
 ”عہد توڑنے والے (کی رسوائی) کے لئے ایک نشان کھڑا کیا جائے گا۔ (جس پر لکھا ہوگا) یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے۔“

حضرت ابی سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:  
 ((لِكُلِّ عَادِرٍ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَفِي رِوَايَةٍ لِكُلِّ عَادِرٍ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِعَدْرِ عَدْرِهِ آوَا وَلَا عَادِرٍ أَعْظَمَ عَدْرًا مِنْ أَمِيرٍ عَامَّةٍ)) (مسلم)<sup>(۲)</sup>  
 ”قیامت کے روز ہر عہد شکن کے لئے (ذلت کا) نشان ہوگا اس کی مقعد (Buttock) کے پاس اور ایک روایت میں حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ عرصہ محشر میں ہر عہد توڑنے والے کے لئے ایک نشان ہوگا۔ جو اس کی عہد شکنی کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ خبردار! عہد شکنی میں رعیت کے حاکم سے کوئی بہت بڑا عہد شکن نہیں ہے۔“ (مسلم)

### حکام کی رعایا سے عہد شکنی

یہ تو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ ہر قسم کی عہد شکنی ہر کسی سے نہایت مذموم قابل ملامت اور دین و دنیا کی رسوائی ہے۔ حدیث مذکور میں جہاں ہر غادر و غدار عہد شکن اور وعدہ خلاف چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ وضع و شریف امیر و غریب مرد و عورت پیر و مرشد استاد و تلمیذ شیخ و شباب اور راعی و رعایا کو عہد شکنی کی پاداش میں روز قیامت کی رسوائی اور ندامت سے ڈرایا گیا ہے وہاں سرورِ عالم ﷺ نے یہ بھی تحدید فرمائی ہے۔ کہ تمام غادروں سے سب سے بڑا غادر اور سارے عہد شکنوں سے بدترین عہد شکن عہد شکنی کے لحاظ سے امیر عامہ یعنی رعیت کا حاکم ہے۔ رعیت کے حاکم کو حدیث شریف میں نقص عہد کی صورت میں کیوں غادر اعظم کہا گیا ہے۔ اس کی مختصر تشریح ملاحظہ ہو۔

لفظ امیر امر سے مشتق ہے۔ امر کے معنی حکم اور امیر کا ترجمہ حاکم ہے۔ اور اسی امیر سے اولی الامر بنا ہے۔ جس کا مطلب ہے صاحبان حکم جو ریاست میں ممتاز عہدوں پر فائز ہوں۔ اختیارات رکھتے ہوں جن کا حکم چلتا ہو۔ اور اس سے مراد بادشاہ سلطان والی خلیفہ اور تمام ماتحت طبقہ کے ذمہ دار مناصب اور عہدوں کے چھوٹے بڑے حکام حکومت کے ہزاروں محکموں کے لاکھوں افسر اور جواب دہ مرتبوں کے بڑے سردار ہیں۔ عوام جب حکومت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو ان کا تسلیم کرنا دراصل حکومت کے ساتھ یہ عہد کرنا ہے۔ کہ وہ حکومت کے معروف میں فرماں بردار رہ کر عہد کو پورا کرتے ہوئے۔ وفادار رہیں گے۔ پھر اگر رعایا کو کوئی فرد یا افراد حکومت کی معروف میں اطاعت

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یعدی الناس بآبائهم حدیث ۶۱۷۸۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تحریم

الغدر حدیث ۱۷۳۵۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تحریم الغدر حدیث ۱۷۳۸۔

نہ کریں۔ تو وہ عہد شکن اور غادر قرار پائیں گے۔ حکومت کے ساتھ عہد شکنی کرنے والوں کے حق میں حدیث شریف میں بہت وعید آئی ہے۔ کتاب اور سنت کو ملک میں نافذ اور جاری کرنے والے عادل بادشاہ خدا ترس حاکم اور رعایا کے پسینے کی جگہ خون بہانے والے فرماں روا کی اطاعت اور فرماں برداری معروف میں واجب ہے۔ ایسے ہی حاکم سے متعلق حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

”سننا (حاکم کا) اور (پھر) فرمانبرداری کرنی ہر مسلمان مرد پر واجب ہے۔“

اسی طرح حکومت یعنی بادشاہ گورنر جنرل، وزیر اعظم، وزیر داخلہ، وزیر خارجہ، وزیر ترقیات، وزیر صنعت، وزیر زراعت، وزیر تعلیم، اور ان کے ماتحت سینکڑوں محکموں اور شعبوں کے ہزاروں ذمہ دار حاکم اور اقتدار و اختیار کے مالک بے شمار افسر اپنے اپنے منصب اور عہدہ کا چارج (سپردگی) لیتے وقت جب حلف وفاداری اٹھاتے ہیں۔ تو یہ حلف وفاداری دراصل اللہ تعالیٰ سے عہد کیا جاتا ہے۔ کہ وہ رعایا کے حقوق کو پوری پوری ایمان داری اور انصاف سے پورا کریں گے، قانون کے نفاذ میں عدل و مساوات کا توازن قائم رکھیں گے۔ اپنے اپنے منصب کے فرائض کو اللہ کے خوف سے بجالائیں گے۔

رعایا کے حقوق پورے کرنے میں وہ ظلم، زیادتی، بددیانتی، کام چوری، اقربا نوازی، خویش پروری، جنبہ داری، رشوت ستانی، بے رحمی، بد اخلاقی، حق تلفی سے کام نہیں لیں گے، نہ کسی کی ناجائز سفارش مانیں گے۔ اور نہ کسی کو بلا وجہ تنگ کریں گے۔ اور اس طرح اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کی امانت کو کما حقہ پورا کریں گے۔ اس حلف وفاداری (عہد) کے بعد جو امیر عامہ، رعیت کا حاکم، چھوٹا بڑا اپنے فرائض کی بجا آوری میں توازن کھو بیٹھے گا۔ تو وہ غادر اور عہد شکن قرار پائے گا۔ اور اسلام کی رو سے غادر اعظم اور عہد توڑنے والوں میں سے بدترین عہد شکن ہوگا۔ حلف وفاداری اٹھانے یا اپنے عہدہ کی سپردگی لینے کے بعد بے ایمانی، بددیانتی، کام چوری اور ظلم کرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ الفاظ بادیہ تر مکرر ملاحظہ ہوں:

((أَلَا وَلَا غَادِرَ اعْظَمَ غَدْرًا مِّنْ أَمِيرٍ عَامَّةٍ)) (مسلم) <sup>(۲)</sup>

”خبردار! اور نہیں ہے کوئی بہت بڑا عہد شکن، عہد شکنی میں رعیت کے حاکم سے۔“

غادر اعظم

واضح رہے کہ وہ امیر عامہ یعنی حاکم عوام، حکومت کا سب سے بڑا وفادار، نمک حلال اور خیر خواہ ہے۔ جو

(۱) صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية حديث ۱۴۳۳۔ صحیح مسلم کتاب

الامارة باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية و تحريمها في المعصية حديث ۱۸۳۹۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحريم الغدر حديث ۱۴۳۸۔

حکومت کے قانون کو پوری ایمان داری، خیر خواہی، خدا ترسی، اور کامل عدل و انصاف سے بغیر رو و رعایت اور جانبداری کے۔ بے کس اور دادخواہ رعایا میں جاری کرے۔ قانون کے نفاذ بالعدل اور عوام کی دادخواہی کے سبب ایسا حاکم اللہ کی عطا کردہ حکومت اور اس کی رعایا کے ساتھ باندھے ہوئے پیمان کو پورا کرنے والے وفاداروں سے بہت بڑا وفادار ہے۔ اور اس کے برعکس قانون کو موم کی ناک بنا کر عوام کے حقوق کو پامال کرنے والا۔ حلف و فاداری کی دھجیاں اڑانے والا ہے۔ اور اس طرح راعی اور رعایا کے ساتھ کئے ہوئے قول و قرار کو توڑ کر تمام دنیا کے عہد شکنوں سے بہت بڑا عہد شکن غادر اعظم بنتا ہے۔ بہت بڑا وفادار ہونے کی صورت میں دیندار حاکم خدا کا بڑا مقرب اور ولی اللہ ہوتا ہے۔ اور غادر اعظم بن کر اللہ سے بہت دُور اور اس کا مغضوب و مطرود ہو جاتا ہے۔

رسول خدا انتظار وعدہ میں تین دن ایک جگہ بیٹھے رہے

((وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْحَسَمَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهُ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِيَهُ بِهَا فِي مَكَانِهِ فَقَالَ نَسِيتُ فَمَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثِ أَيَّامٍ فَآذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتُ عَلَيَّ أَنَا هَهُنَا مِنْذُ ثَلَاثِ أَيَّامٍ)) (ابو داؤد)<sup>(۱)</sup>

”عبداللہ بن ابی الحسماء روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے نبی ہونے سے پہلے کچھ خریدا۔ مجھ پر (قیمت کی ادائیگی میں سے) آپ کا کچھ باقی رہ گیا۔ میں نے وعدہ کیا۔ کہ باقی قیمت میں اسی جگہ پر جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ لا حاضر کروں گا۔ پھر میں (چلا گیا اور) وعدہ بھول گیا۔ تین روز کے بعد مجھے یاد آیا (اور میں باقی قیمت لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ وہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ کہ میں اس جگہ تین روز سے تیرے انتظار میں ہوں۔“

وعدہ کی اہمیت

ناظرین کرام! آپ نے غور فرمایا۔ کہ ایک شخص نبی رحمت ﷺ سے کوئی چیز خریدا ہے۔ کچھ قیمت ادا کرتا ہے۔ اور باقی سے متعلق وعدہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ!..... یہیں بیٹھے میں بقایا لاتا ہوں۔ وہ بھول جاتا ہے۔ اور تین دن کے بعد آتا ہے اور آپ کو وہیں جلوہ فرما پاتا ہے۔ حضور ﷺ کا انتظار وعدہ میں تین روز تک وہیں بیٹھے رہنا وعدہ کی اہمیت کو خوب روشن کرتا ہے کہ جاہلین میں سے کوئی بھی وعدہ کے آگینے کو نقص عہد کے پتھر سے نہ توڑے۔ ہر شخص اپنے وعدہ کا پاس کرے اور ہر قیمت پر اسے پورا کرے۔

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی العدة حدیث ۴۹۹۶۔ یہ حدیث ضعیف الاثنا ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۴۹۹۶۔ اس حدیث کی سند میں عبدالکریم بن ابی الحارث راوی قابل حجت نہیں ہے۔ تنبیح الرواة ۳/۳۲۰۔

## بے حقیقت وعدہ جھوٹ ہوتا ہے

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعَدُّ فِي بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَاتَعَالَ أُعْطِيكَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَدْتُ أَنْ تُعْطِيَهُ قَالَتْ أَرَدْتُ أَنْ أُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تُعْطِيَهُ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكَ كَذِبَةٌ)) (ابوداؤد) (۱)

”عبداللہ بن عامر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک روز میری والدہ نے مجھے بلایا۔ اور رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے کہا۔ (عبداللہ)! آتجھے کچھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے میری والدہ کو فرمایا۔ تو نے اسے کیا دینا چاہا؟ اس نے عرض کیا۔ حضور ﷺ میں نے اُسے بھجور دینے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے (بطور مسئلہ کے) ارشاد فرمایا۔ خبردار!! اگر تو اسے کچھ نہ دیتی (جیسے کہ عام طور پر مائیں اپنے بچوں کو یونہی کہہ دیتی ہیں۔ اور پھر انہیں کچھ نہیں دیتیں) تو تجھ پر (یعنی تیرے اعمال نامہ میں) ایک جھوٹ لکھا جاتا۔“

### بچوں سے جھوٹے وعدے

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی سے کبھی بے حقیقت وعدہ نہیں کرنا چاہئے کہ نیت میں وعدہ کی کوئی اصلیت نہ ہو اور زبان سے کسی چیز کا وعدہ کر دیا جائے اس کا نام منافقت ہے۔ مائیں اپنے جھوٹے بچوں سے سارا دن وعدے کر کر کام کراتی رہتی ہیں۔ کہ انہیں یہ دیں گی۔ وہ دیں گی۔ اور پھر انہیں دیتی دلاتی کچھ نہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی اخلاص آفریں پاکیزہ تعلیم کی رو سے معصوم بچوں کے ساتھ بھی ایسے بے اصل وعدے کرنے سراسر جھوٹ اور گناہ ہے۔ اخلاقی نقطہ نظر سے دھوکہ فریب اور نفاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔ کہ آپ نے بچوں تک کے ساتھ بے حقیقت کلام کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ دھوکہ فریب اور جھوٹا وعدہ کرنے کو صاف الفاظ میں کذب فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ مزاح کی صورت میں بھی جھوٹ بولنے سے روکا ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

((أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكُذْبَ وَإِنْ كَانَ مَارِحًا)) (ابوداؤد) (۲)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی التشدید فی الکذب حدیث ۳۹۹۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد

۳/۲۲۶ حدیث ۳۹۹۱۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ۳/۲۳۳ حدیث ۴۲۸۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث ۲۸۰۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد ۳/۱۷۹ حدیث

۲۸۰۰۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ۱/۵۵۲ حدیث ۲۴۳۔

”میں اس شخص کے لئے بہشت کے درمیان (اللہ کے حکم سے) ایک گھر کا ذمہ وار ہوں۔ جو مزاح کی صورت میں بھی جھوٹ نہ بولے۔“

### وعدہ بھی قرض

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں علاء بن حضرمی عامل بحرین (سرکاری) مال لے کر آیا۔ تو حضرت ابو بکر نے اعلان کیا:-

((مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَّةٌ فَلْيَأْتِنَا))<sup>(۱)</sup>  
”یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو تو ہمارے پاس آ جائے۔“

اس پر حضرت جابر نے کہا:

((وَعَدَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا فَتَبَسَّطَ يَدِيهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))<sup>(۲)</sup>

”مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا۔ (مال) دینے کا۔ اس طرح، اس طرح، اس طرح، یعنی تین بار، دونوں ہاتھ بھر کر پھر (عطا کی صورت دکھانے کے لئے) جابر نے اپنے دونوں ہاتھ تین بار کھولے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں عطا کا وعدہ فرمایا تھا۔“

حضرت ابو بکر نے رحمت و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو بعینہ پورا کر دیا۔ جابر اِنفائے عہد کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔  
((فَحَنَالِي حَبِيَّةٌ فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا خَمْسُ مِائَةٍ قَالَ خُذْ مِثْلَهَا))

”پھر حضرت ابو بکر نے مجھے پ بھر کر دیئے ایک بار میں نے (اس مال کو) گنا۔ تو پانچ سو تھے۔ آپ نے فرمایا۔ جابر اس کے دو مثل اور لو۔ یعنی ہزار (تا کہ کم و بیش نہ ہو، وعدہ کا چھلکتا جام لو)۔ (بخاری مسلم)

ملاحظہ:- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وعدہ کو قرض کی حیثیت سے پورا کیا۔ اور طبرانی میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((أَلْعِدَّةُ دَيْنٌ))

”وعدہ قرض ہے۔“

ناظرین کرام! وعدہ کے قرض کو پورا کرنے کا اسی طرح فکر کیا کریں جس طرح مالی قرض کا غم انہیں بے چین

(۱) صحیح بخاری کتاب الکفالة باب من تكفل عن ميت رينا فليس له ان يرجع حديث ۲۲۹۶ و کتاب الشهادات

حديث ۲۲۸۳- صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائه صلی اللہ علیہ وسلم حديث ۲۳۱۳-

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی ۳۵۱/۲- حديث ۳۵۱۳-۳۵۱۴ المعجم الصغير للطبرانی (مع الروض الدانی) ۲۵۶/۱- حديث

۳۱۹- یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغير حديث ۳۸۵۳-۳۸۵۴-

رکھتا ہے۔

### تیرہ اُونٹنیوں کا وعدہ

ابلیحیفہ<sup>(۱)</sup> کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری جماعت کو (عمال کے لانے پر) تیرہ اُونٹنیاں دینے کا حکم دیا۔ لیکن آپ کی وفات ہو جانے کی وجہ سے ہم کچھ نہ لے سکے۔ پھر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی۔ تو خطبہ میں فرمایا۔

((مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةٌ فَلْيَبْحَثْ))

”جس شخص سے رسول اللہ ﷺ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو وہ آئے۔“ (تا کہ اس سے وعدہ پورا کر دیا جائے۔)

ابلیحیفہ کہتے ہیں۔ میں کھڑا ہو گیا۔ اور تیرہ اُونٹنیوں کا وعدہ رسول یاد دلایا۔ فَأَمَرَ لَنَا بِهَا تُو جُنَابِ صَدِيقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے تیرہ اُونٹنیوں کا حکم صادر فرمادیا۔ (ترمذی)

### عہد کی باز پرس

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ وعدوں کو ان کی وفات کے بعد بھی پورا کر دیا۔ حالانکہ یہ وعدے ایک طرح کے مشروط وعدے تھے۔ کہ باہر سے مال آئے گا۔ تو دیا جائے گا۔ اس سے ہر شخص کو وعدہ کی نزاکت اور ذمہ داری پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور اس کے بارے سبکدوش ہونے کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہئے کہ خدائے قدوس نے قول و قرار سے متعلق قیامت کو پوچھنا ہے۔<sup>(۲)</sup>

قرآن کہتا ہے:

(۱) صحیح بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ حدیث ۳۵۴۳-۳۵۴۴۔ مختصراً۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شبیہ ﷺ حدیث ۲۲۳۳۔ مختصراً سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی العدة حدیث ۲۸۲۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۲۸/۳-۱۲۸-۱۲۷ حدیث ۲۸۲۶۔

(۲) بیٹک دانستہ عہد شکنی کرنے والے کو خدائے پوچھنا ہے۔ لیکن کسی شخص نے اگر ایسے عہد کی نیت سے وعدہ کر لیا۔ اور پھر کسی معقول عذر کی وجہ سے اسے پورا نہ کر سکا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ چنانچہ رسول خدا فرماتے ہیں۔ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ بَيْتِهِ أَنْ يُعِي لَهُ فَلَمْ يُعِ وَيَفِ وَلَمْ يُعِي لِلْبَيْعَةِ فَلَا أَمْرَ عَلَيْهِ (ترمذی)<sup>(۱)</sup> جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کر لے۔ اور اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو۔ لیکن وہ (کسی معقول عذر کے سبب) وعدہ پورا نہ کر سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔“

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی العدة حدیث ۴۹۹۵۔ سنن ترمذی۔ ابواب الایمان باب ماجاء فی علامۃ المنافق حدیث ۲۶۳۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۹۹۵۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۶۳۳۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۶۴۳/۳۔

﴿وَأوفوا بالعهد ان العهد كان مستولاً﴾ (سورة بنی اسرائیل : ۳۴)  
 ”اور عہد پورا کیا کرو۔ کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی۔“

## صدق اور کذب کا امتیاز

صدق اور کذب، یعنی سچ اور جھوٹ، نور اور ظلمت کے مانند ہیں راسخی اور سچائی کی روشنی اور صفائی سے دنیا قائم اور آباد ہے۔ اور دروغ جہان مستعار میں فتنہ و فساد و جدال و قتال بے اطمینانی، اور بے برکتی کا باعث ہے۔ راسخی سے ہر چیز کی حقیقت، حیثیت اور اصلیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور جھوٹ سے اصول و حقائق اور احوال و وقائع دھوکہ فریب کی تاریکیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ دنیائے اخلاق میں آفتاب صدق نصف النہاری شان کے ساتھ ضیا بار ہے۔ اور کذب جہان لعنت کی بھیجا تک تاریک رات ہے۔ صدق و کذب کے اس امتیاز سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ سچ بولنے والا انسان دنیا میں ضروری اور قیمتی وجود ہے۔ اور جھوٹا آدمی کتنا ذلیل فرمایہ اور مطرد ہے تمام آسمانی مذاہب عالم کون و فساد میں راسخی کو پھیلانے اور دروغ کو مٹانے کے لئے آئے ہیں۔ اسلام نے بھی صدق و کذب کی تمیز کو بہت اہمیت دی ہے۔ راسخی کو اپنانے اور جھوٹ کو ٹھکرانے پر زور دیا ہے اسی سلسلہ میں حضرت اکرم ﷺ کی زبان کے اخلاقی موتی ہم صفحات قرطاس پر بکھیرتے ہیں۔ صدق و خلوص کے ہاتھوں انہیں چینس اور عمل کے لئے سر آنکھوں پر رکھیں۔

## ٹکو کاری، اور بدکاری کے محرک!

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الصَّدَقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْحَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصُدَّقُ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكُذْبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا)) (بخاری) (۱)  
 ”حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ راسخی ٹکو کاری کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور ٹکو کاری بہشت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق ہو جاتا ہے۔ اور جھوٹ بدکاری کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور بدکاری دوزخ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے۔“

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ تعالیٰ: يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين (التوبة: ۱۱۹)

حدیث ۲۰۹۴۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضله حدیث ۲۶۰۷۔

## صدیق اور کذاب

صدیق اور کذاب دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ صدیق کے معنی بڑا سچا، نہایت راست گو ایسا شخص کہ جس کے رگ دریشہ میں صدق ہی صدق جاری و ساری ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اور رسول ﷺ کی باتوں کو سچا ماننے میں بے حد سچے تھے۔ آیات الہی احادیث مصطفائی کی تصدیق کہکشاں گیر صدق سے کرتے تھے۔ خلوص دل سے ایمانیات اور معتقدات کو ماننے میں ان کا مقام سب سے بلند تھا۔ ان کے قول و فعل کے شس و قمر کذب کی تاریکی سے کبھی نہ گہنائے تھے۔ بالا خر راستی کی سربفلک سیڑھی پر چڑھتے چڑھتے اللہ کے ہاں صدیق کے لقب سے نوازے گئے۔ آپ کا مرتبہ ایمان جس کی بنیاد صدق پر ہے۔ اس قدر اونچا ہے۔ کہ انبیاء کے بعد آپ افضل البشر مانے گئے ہیں۔ (بیہود)

جس طرح ایک ایک دانہ اکٹھا کرنے سے جب ڈھیر لگ جاتا ہے۔ تو اسے خرمن کہتے ہیں۔ قطرہ قطرہ ملنے سے دریا بن جاتا ہے۔ اور افراد کا ربط عظیم قوم کہلاتی ہے۔ اسی طرح جب مسلمان قرآنی آیات اور حدیثی مقالات پر ایمان لانے کے ساتھ دل کے صدق کو بڑھاتا جاتا ہے۔ اپنے قول و فعل کو راستی اور سچائی کا لباس پہناتا اور تمدنی، معیشتی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی میں ہمیشہ سچائی اور راستی سے کام لیتا ہے اور راستی اور سچائی کے رویہ میں دن بدن ترقی کرتا ہے۔ سچ بولنا اسکی عادت میں داخل ہو کر رگ رگت میں سما جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کے دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کے صدق اور صدق کی باران عمل سے ایک موانج دریا بن جاتا ہے۔ تو پھر اس راستی کے سراپا کو خدائے علیم صدیقوں کے زمرہ میں شمار کر لیتا ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے حدیث مذکور میں مسلمانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں۔ سچ اور صدق کو اپنائیں۔ اپنی عادت بنائیں، اور راستی کے ارتقائی منازل تازیت طے کرتے رہیں۔ حتیٰ کہ صدیق ہو جائیں۔

کوئی ایسی طرز طواف تو مجھے اے چراغ حرم بتا!  
کہ تیرے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشت سمندری

(اقبال)

کذاب کے معنی نہایت جھوٹا، بڑا دروغ گو، جس کی رگ رگ میں جھوٹ پوشت ہو۔ صبح و مساجد جھوٹ بول، اور دھوکہ فریب کر کر مجسمہ دروغ بن گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص بڑا ہوشیار، عیار و مکار، فریبی، جھوٹا، اور دروغ گو تھا۔ اس کا نام مسیلہ تھا۔ یہ تمام بد خصائل اس کے اندر اس قدر بڑھ گئے تھے، دھوکہ فریب اور جھوٹ کی اتنی کثرت ہو گئی تھی۔ کہ اس نے اپنی ساری عمر کے مجموعہ سے کئی گنا بڑا جھوٹ بول دیا۔ یعنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ نبوت کا دعویٰ اللہ تعالیٰ پر افترا ہوتا ہے۔ کہ مدعی پر اس کی وحی نازل ہوتی ہے۔ جو درحقیقت نازل نہیں



ہوتی۔ پس افترا علی اللہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔ چنانچہ مسیلمہ اس بہت بڑے جھوٹ دعویٰ نبوت کے سبب اللہ کے نزدیک کذاب لکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ بہت بڑی فوج لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ مقابلہ میں حضرت ابو بکرؓ فرزند ان توحید کی معیت میں صف آرا ہوئے اللہ تعالیٰ نے صدیقؓ کو کذاب پر فتح دی اور وحشی<sup>(۱)</sup> کے ہاتھوں مسیلمہ جہنم رسید ہو گیا۔

جس طرح صدق اور راستی کو اپنی عادت بنا کر مسلمان اللہ کے نزدیک ہو جاتا ہے اسی طرح جھوٹ کو شعار بنا کر کذاب پر شب و روز گزار کر زندگی کے تمام شعبوں میں دروغ کے انبار لگا کر رفتہ رفتہ اللہ کے ہاں کذاب قرار پاتا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے فوق الذکر حدیث میں یہی بات بتائی ہے۔ کہ کذاب دروغ پر مداومت کرنا انسان کو رفتہ رفتہ کاذب سے کذاب بنا دیتا ہے۔ آدمی کا جھوٹ بولتے رہنا کچھ وقت کے بعد اس کے بہت بڑا جھوٹا ہونے پر منتج ہو جاتا ہے۔ پھر مسلمان کے لئے کاذب ہونا ہی بہت بڑی رو سیاہی اور اخلاقی پستی ہے۔ چہ جائیکہ کذاب ہو۔ کذاب اور مسلمان کسی طرح ہو سکتا ہے کہ کذاب سچ سچ مسلمان ہو؟ آہ! ہمارا حال آج کل بہت ناگفتہ بہ ہے۔

میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو

میں حکایت غم آرزو تو حدیث ماتم دلبری

(اقبال)

مسلمان بھائیو! بہنو!.....

سوچو سمجھو اور غور کرو کہ رسول پاک ﷺ نے جھوٹ بولنے سے کس قدر نفرت دلائی ہے۔ کہ جھوٹ بدکاری کا راہ دکھاتا ہے۔ اور بدکاری دوزخ کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور انسان کا جھوٹ بولتے رہنا کذاب بن جانا ہے۔ پھر آج ہی سب توبہ کر لو اور اللہ سے عہد کر لو۔ کہ آئندہ تازیت جھوٹ نہ بولیں گے اپنے گھر کے تمام افراد کو ہمیشہ سچ

(۱) یہ وہی وحشی ہے جس نے حضرت حمزہ عم رسول اللہ ﷺ کو نہایت بے دردی سے شہید کیا تھا۔ اللہ کی ذات پر قربان جائیں۔ کہ اس نے اتنے بڑے مجرم کو قبول اسلام کی توفیق بخشی اور پھر صدیق کی فوج کا عازمی بنا کر اسی کے ہاتھ سے کذاب اکبری گردن ازوائی۔ وحشی کا پہلا ارتکاب قتل اللہ تعالیٰ کو نہایت غضب ناک بنانے والا۔ اور دوسرا فعل اس کی رحمت کے اتھاہ سمندر کو جوش میں لانے والا تھا سچ فرمایا خدا نے غفور نے۔ سَبَقْتُ رَحْمَتِي عَلَىٰ غَضَبِي ”کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے“۔ بے شک (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول الله تعالى بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ حدیث ۷۵۵۳۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی سعة رحمة الله تعالى و انها تغلب غضبه حدیث ۲۷۵۱).....

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی!

میرے جرم خانہ خراب کو تیرے غم بندہ نواز میں

(۱۷۱)

بولنے کی تاکید کریں، اور ان پر کڑی نگرانی رکھیں، کہ کسی کو جھوٹ بولنے کی جسارت نہ ہو۔ خبردار! دروغ گو ہو کر بدکار نہ بنیں۔ اور بدکار اور کذاب بن کر دوزخ کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آئیں۔

## کلمہ حق بھی جہاد ہے

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)) (ترمذی) <sup>(۱)</sup>

”حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سب سے اچھا جہاد اس شخص کا ہے کہ جس نے ظالم بادشاہ کے روبرو سچی بات کہی دی۔“

ملاحظہ:- میدان جنگ میں جا کر کافروں سے لڑنا جہاد کہلاتا ہے۔ اس جہاد کا بڑا ثواب اور بے حد اجر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجاہد کے لئے میدان کارزار میں زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ اسی طرح ظالم بادشاہ اور جاہل حاکم کے منہ پر سچی بات کہنی اپنی جان کے لئے موت کا خطرہ مول لینا ہے۔

## تشریح

مردم آزار اولی الامر کو ان کے ظلم و ستم پر روکنا ٹوکنا اور سچ سنانا اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلطان جائر کے سامنے سچی بات کہنے کو افضل جہاد فرمایا ہے۔ کہ حق گو عزیز جان کو ہلاکت میں ڈال کر لب کشائی کرتا ہے۔

یعنی افضل الجہاد کی اس بشارتی حدیث میں سرور عالم ﷺ علماء، خطباء، صلحاء، ادبا، شعراء، مشائخ، عظام، مدبران، جرائد اور مسلم پریس کو رغبت دلاتے ہیں کہ اگر ارباب اقتدار قرآن و حدیث کے خلاف روش اختیار کریں۔ عوام پر ظلم و ستم ڈھائیں تو یہ انہیں احسن طریق سے روکیں، ٹوکیں، سمجھائیں، اور کما بینہی تبلیغ کا حق ادا کریں۔ اور اس طرح بہترین جہاد کا ثواب پائیں۔

## جھوٹ بولنا بڑی خیانت ہے

((عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسَدٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَثُرَتْ خِيَانَةٌ أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهِ كَاذِبٌ)) (ابوداؤد) <sup>(۲)</sup>

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی حدیث ۴۳۳۳۔ سنن ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء افضل الجہاد کلمة عدل عند سلطان جائر حدیث ۲۱۶۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳-۲۶ حدیث ۴۳۳۳۔ سنن ترمذی ۲/۳۶۲ حدیث ۲۱۶۴ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۸۸۶/۱ حدیث ۳۹۱۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی المعارض حدیث ۳۹۶۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۹۶۱۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۳/۳۰۵ حدیث ۱۲۵۱۔

”سفیان بن اسد انحضری روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے اور وہ تجھے سچا سمجھتا ہو۔ لیکن تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو۔“ (ابوداؤد)

ملاحظہ:- سچ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ جو شخص سچ بولتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امانت ادا کرتا ہے۔ اور جو شخص جھوٹ بولتا ہے وہ اللہ کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اس لئے جھوٹا انسان خائن ہے۔

### کذاب اور پھر مسلمان

((عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَابًا قَالَ لَا)) (موطا امام مالک) (۱)

”صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی شخص نے دریافت کیا۔ (حضور ﷺ) کیا مسلمان ڈرپوک ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر اس نے پوچھا۔ کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! لیکن جب اس شخص نے یہ پوچھا کہ (حضور ﷺ)!..... کیا مسلمان کذاب ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔“

ملاحظہ:- بھائیو اور بہنو! رسول اللہ ﷺ کے فرمان مذکور کو گوش ہوش سے سنو۔ کہ مسلمان ڈرپوک ہو سکتا ہے۔ بخیل ہو سکتا ہے، لیکن کذاب نہیں ہو سکتا۔ یعنی بزدلی اور بخیلی مسلمان کے لئے کمزوری اور سستی کا باعث ہو سکتی ہے۔ مہلک نہیں ہیں۔ لیکن جھوٹ سے مسلمان کی عمارت دھڑام سے زمین پر آگرتی ہے۔ مسلمان کی کشتی کو کذب ضرور تار پیڑو کر کے چھوڑتا ہے۔ ٹھیک دروغ جان لیوائے ایمان ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کذب کو منافی ایمان و اسلام فرماتے ہیں۔ تو پھر جھوٹ بول بول کر کس طرح ہم مسلمان رہ سکتے ہیں یا ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب ہمارے اسلام کے درخت کی ٹہنیاں دروغ، کذب، جھوٹ، فریب، جمل، دھوکہ ایسے مہلک ایمان گندے پھلوں سے لدی ہوئی جھک رہی ہوں۔ تو کون بے وقوف اس درخت کو اسلام کا درخت کہہ سکتا ہے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی  
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

(۱) موطا امام مالک کتاب الکلام باب ماجاء فی الصدق والکذب ۹۹۰/۲۔ یہ حدیث (مرسل) ضعیف ہے۔ ضعیف الترغیب والترہیب

## جھوٹ کی بدبو سے فرشتے میل بھر دور ہو جاتے ہیں

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِثْلًا مِنْ نَتْنٍ مَا جَاءَ بِهِ)) (ترمذی) (۱)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ تو (رحمت کے) فرشتے اس سے میل بھر دور ہو جاتے ہیں۔ اس بدبو کے باعث جو جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔“

### اخلاقی پلیدی

جس طرح بول و براز وغیرہ مادی پلیدیاں ہیں۔ اسی طرح اخلاقی پلیدیاں بھی ہوتی ہیں۔ جھوٹ ان اخلاقی پلیدیوں میں سے ہی ایک بدترین نجاست اور پلیدی ہے۔ آپ جب گندگی اور نجاست کے ڈھیر کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تو تعفن کے سبب ناک بند کر لیتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ کے سندا اس سے فرشتوں کو اس قدر بدبو آتی ہے کہ ان کا دماغ چھٹنے لگ جاتا ہے اور وہ اس کی بدبو سے نفرت کر کے میل بھر دور چلے جاتے ہیں۔ یعنی بہت دور ہو جاتے ہیں۔ کہ جہاں تک کذب کی عفونت نہیں پہنچتی۔

مقام غور ہے کہ ایک جھوٹ بولنے سے رحمت کے فرشتے جھونے آدمی سے میل بھر دور ہو جاتے ہیں۔ تو جن گھردوں میں افراد جھوٹ بولیں۔ پڑوسیوں، محلہ داروں، گلیوں، بازاروں، گزرگاہوں اور شاہراہوں میں جھوٹ کی بادِ سموم چل رہی ہو۔ تجارتی منڈیوں اور دکانوں میں داد و ستد، لین دین اور بیع و شراء کے اندر دروغ گوئی، فریب اور دم جھانسا کی تاریک رات چھائی ہوئی ہو۔ کچھریوں میں جھوٹ، دکیوں کا دانستہ جھوٹے مقدموں کی پیروی کرنا۔ گواہوں کو جھوٹ پڑھا سکھا کر عدالتوں میں گزارنا۔ جس ملک اور قوم کی اخلاقی، تمدنی، معیشتی، معاشرتی اور قانونی ماحول میں ہمہ گیر جھوٹ اور فریب کا جھکڑ چل رہا ہو۔ فرمائیے اس حالت میں رحمت کے فرشتے کتنے میل دور ہوں گے؟ ظاہر ہے کہ جب تقریباً تمام کی تمام فضا ہی کذب و فریب سے بھری ہوئی ہو۔ تو پھر فرشتوں کے میل یا کئی میل دور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جھوٹ کے ہمہ گیر دھند کا رے میں وہ کہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ لامحالہ اپنے مرکز کی طرف ہی پرواز کر جائیں گے۔ اللہ کی رحمت دنیا سے اٹھ جائے گی۔

دعا، فریب اور دروغ کی نحوست کے سبب ہی دنیا سے برکت صحیح معنوں میں اٹھ گئی ہے۔ زبانوں کی سعادت، دعاؤں کی استجاب، پھلوں، میوؤں، سبزیوں، ترکاریوں کے ذائقوں اور فائدوں، دواؤں کی تاثیروں اور سود مند فعلوں

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الصدق والکذب حدیث ۱۹۷۲۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف

سنن ترمذی حدیث ۱۹۷۲۔ اس حدیث کی سند عبد الرحیم بن ہاروی راوی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

جملہ ماکولات و مشروبات کے یمن و فائدہ میں فرق آ گیا ہے۔ تقریباً ہر چیز میں پہلی سی روح و رحمت نہیں رہی ہے۔ پیارے بھائیو! اور معزز بہنو! یاد رکھو کہ آئندہ کبھی اپنی زبان کو جھوٹ کی نجاست سے آلودہ نہ کریں۔ اور اپنے ماحول میں جہاں تک بس چلے۔ جھوٹ کو مٹانے کی کوشش کریں، تمام مرد و عورت بچے، نوجوان، اور بوڑھے جھوٹ بولنے سے بچیں، اور بار بار بچیں۔ تاکہ اللہ کی رحمتیں انہیں آلیں۔ اللہ کے فضل کے آسمان سے اس کی نعمتوں کے بادل برسیں۔

## دروغ گوئی اور جھوٹی شہادت

((عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ غَدَلْتُ شَهَادَةَ الزُّورِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللَّهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَلَا فَاجْتَنِبُوا الرَّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنْفَاءً لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ)) (ابو داؤد)<sup>(۱)</sup>

”حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ جھوٹی شہادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک لانے کے برابر ہے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ (یکے بعد دیگرے) فرمائی۔ پھر آپ نے ثبوت میں یہ آیت پڑھی۔ بچو بت پرستی (شرک) کی نجاست سے اور بچو جھوٹ بولنے (اور جھوٹی شہادت) سے۔ اللہ کے لئے توحید پر ثابت رہو اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ کرو۔“ (ابن ماجہ)

## شرک اور جھوٹ، هموزن ہیں

شرک سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ اسے خدا ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ ایک لاکھ کئی ہزار نیچے در دنیا میں صرف شرک کو مٹانے اور اخلاق حسنة کے پھیلانے کے لئے ہی آئے تھے۔ اللہ کی قوی بدنی، اور مالی عبادتوں میں کسی کو شریک کرنا، اسے اللہ کے مقابلہ میں اللہ بنانا ہے۔ اس کی الوہیت اور ربوبیت کو مانتا ہے۔ اس کو شرک کہتے ہیں۔ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل تیس برس تک صرف اسی شرک کا قلع قمع کرنے کے لئے مشرکین مکہ سے برس پیکار رہے۔

جھوٹی گواہی اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرک کے برابر قرار دیا ہے۔ جب جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہوئی تو جھوٹا گواہ مشرک کا قول اور جواب ہوا۔ جھوٹی گواہی دینے والوں کو اللہ کے خوف سے کانپ اٹھنا چاہئے۔ کہ ان کی جھوٹی گواہی اللہ واحد القہار کے ساتھ شریک لانے کے مترادف ہے۔ اور پھر وہ کلمہ گو ہو کر

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الاقضية باب فی شهادة الزور حدیث ۳۵۹۹۔ سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب شهادة الزور

حدیث ۲۳۷۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۳۵۹۹۔ ضعیف سنن ابن ماجہ حدیث ۳۶۹۔

اشراک باللہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اے جھوٹ بولنے والے مسلمان! جھوٹ اور اسلام دو ضدیں ہیں۔ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جب تک تو مسلمان ہے، جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور جب تو جھوٹ بولے گا جھوٹی گواہی دے گا۔ جھوٹی قسم کھائے گا۔ اس وقت تو مسلمان (صحیح معنوں میں) نہیں رہے گا۔ سوچ اور غور کر کہ تو دنیا میں حق کی نوابن کر آیا ہے۔ تیرا کام صدائے حق بلند کرنا ہے۔

پاک رکھ اپنی زباں تلمیذِ رحمانی سے تو  
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

جھوٹ بولنا ہی جھوٹی گواہی ہے

بعض لوگ صرف اُسے ہی جھوٹا گواہ سمجھتے ہیں جو عدالت میں جا کر جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ بیشک عدالت میں جھوٹی شہادت دینے والا جھوٹا گواہ ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ جھوٹی گواہی کا مفہوم بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ﴾ (سورة النساء : ۱۳۵)  
”مسلمانو! خدا واسطے سچی گواہی دینے کے لئے تیار رہو۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولو۔ ماں باپ، بہن بھائی، اولاد بیوی، خاندان، قریبی، پڑوسی، دوست، استاذ، شاگرد، پیر مرید اپنا بیگانہ، سب کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں ہر قسم کے معاملات کے اندر تازیت عدل و انصاف سے کام لینا اور سچ بولنا چاہئے۔ واضح رہے کہ یہ عدل و انصاف سے کام لینا اور سچ بولنا دراصل سچ کی شہادت دینا اور سچ پر گواہ ہونا ہے۔

جب بھی آپ کے سامنے، گھر میں گلی میں، کوچہ و بازار میں ہر گام اور ہنگام پر، لین دین، اور خرید و فروخت وغیرہ کے وقت کسی کہ وہمہ آشنا و نا آشنا کے ساتھ کوئی امر درپیش ہو۔ اگر آپ پوری ایمان داری کے ساتھ بلا رو و رعایت سچی بات کریں گے۔ حق کوئی سے کام لیں گے تو اللہ کے ہاں آپ سچی گواہی دینے والے قرار پائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ نے زندگی میں درپیش آنے والے سینکڑوں امور، بیسیوں معاملات اپنوں، بیگانوں کے قضیوں، باہمی جھگڑوں، دن بھر کے سابقوں رات بھر کے واسطوں، حیات مستعار کے معیشتی، معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی تقاضوں میں عدل و انصاف اور صدق و سچائی کو بالائے طاق رکھ کر دانستہ جھوٹ بولا۔ دھوکہ اور فریب سے کام لیا، کذب بیانی اور دروغ گوئی برتی، تو عند اللہ آپ جھوٹی گواہی دینے والے ہوں گے، دیوان عمل میں شاہد کاذب لکھے جائیں گے۔ اور آپ کے ہر جھوٹ کو قیامت کے دن شہادت الزور کہیں گے۔ خوب یاد رکھیں کہ سچ بولنا سچی گواہی دینا ہے۔ اور جھوٹ بولنا۔ جھوٹی شہادت دینے کے حکم میں ہے۔ پھر ابھی اپنے اللہ سے عہد کر لیں۔ کہ کبھی

جھوٹ بول کر جھوٹ کے گواہ نہ بنیں گے۔ جھوٹی شہادت نہ دیں گے۔

## جھوٹی قسم سے دوزخ

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ نَبِيِّ هَذَا عَلَيَّ يَمِينِ اِثْمَةٍ وَلَوْ عَلَيَّ سِوَاكَ اِخْضَرَ اِلَّا يَتَّبِعُوْا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) (ابن ماجہ) (۱)

”حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کسی نے میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی۔ خواہ سبز مسواک کے بارے میں ہی ہو۔ تو وہ (یاد رکھے) اپنی جگہ دوزخ میں بناتا ہے۔“

ملاحظہ:- اس سے معلوم ہوا۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی چیز کے متعلق بھی جھوٹی قسم کھانا دوزخ میں جانا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر گواہ بناتا ہے۔ نہایت دیدہ دلیری سے علام الغیوب کی آڑ لے کر جھوٹ بولتا ہے۔ بے ایمانی، دھوکہ فریب، دجل اور کذب پر عزیز لازوال کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ کے نام کو جھوٹ کے عوض بیچتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ سے اس قدر نفرت ہے کہ روزہ دار جو شدت کی گرمی میں بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے۔ اگر جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو اللہ اس کے روزہ کو قبول نہیں کرتا۔ سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَنْ لَمْ يَدْعُ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلِ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ اَنْ يَدْعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ)) (بخاری) (۲)

”جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل درآمد نہ چھوڑے تو اللہ اس روزہ دار کے روٹی اور پانی چھوڑنے کی پروا نہیں کرتا۔“

### خبردار! خبردار

((عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنْبِئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكِبَايِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتَّى قُلْتُ لَا يَسْكُتُ)) (بخاری) (۳)

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الایمان والنذور باب ماجاء فی تعظیم الیمین عند منبر النبی ﷺ حدیث ۳۲۳۶۔ سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب الیمین عند مقاطع الحقوق حدیث ۲۳۷۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۲/۳۱۳ حدیث ۳۲۳۶۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۲۵۳۔ حدیث ۱۸۹۷۔ ارواء الغلیل ۸/۳۱۳ حدیث ۲۶۹۷۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الصوم باب من لم يدع قول الزور والعمل به فی الصوم حدیث ۱۹۰۳۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوب الوالدین من الکبائر حدیث ۵۹۷۶۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر و اکبرها حدیث ۸۷۔

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی! خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی (سب سے بڑے گناہ ہیں) حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ میں (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے (دل میں) کہا کہ شاید اب آپ خاموش ہی نہ ہوں گے۔“

ملاحظہ:- اکبر کبار کے بتانے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا بار بار فرمایا۔ کئی بار فرمایا اور فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ راوی حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیال گزرا۔ کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو پیشتر بار فرماتے ہی رہیں گے۔ اور خاموش نہ ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ساتھ بہت مرتبہ ڈرایا ہوگا۔ جسہی تو جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو لا یَسْتُکْت (خاموش نہیں ہونگے) کا خیال گزرا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا مسلمان کے ایمان کے لئے کس قدر خطرناک زہر ہے۔ اور پھر آپ نے کلمہ تشبیہ خبردار، خبردار کہتے ہوئے اس اخلاق کے سم قاتل سے آگاہ کیا۔

مسلمان بھائیو! اور بہنو! خوب یاد رکھو کہ کبھی تا زیت جھوٹ <sup>(۱)</sup> نہ بولنا جھوٹی شہادت نہ دینا۔ جھوٹی قسم نہ کھانا۔ کذب کے میلے سے ہمیشہ نفرت کرنا۔ اور دوسروں کو نفرت دلانا کہ یہی روش اللہ کو پسند ہے۔ قرب الہی کا ذریعہ اور اخلاقی ماحول میں عزت و وقار کی موجب ہے۔

## تکفیر و لعنت اور بد زبانی

انسان زبان سے اللہ کا ذکر، شکر، اس کی تعریف، حمد اور یاد کرتا ہے قرآن و حدیث پڑھتا پڑھاتا۔ وعظ و نصیحت اور تذکیر و تقریر کرتا ہے۔ زبان ہی سے حق بیانی کرتا۔ سچ بولتا۔ اور سچے فیصلے سناتا ہے۔ زبان فتنہ و فساد کو دور کرتی۔ صلح و آشتی کے جام پلاتی اور پھڑے ہوؤں کو ملاتی ہے۔ ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر نے زبان ہی سے وحی کی تبلیغ کی۔ توحید پھیلائی۔ اور دنیا کے اطراف و اکناف میں دین کا ڈنکہ بجایا۔ اسی زبان کے چند کلمات ہزاروں لاکھوں

(۱) لَيْسَ الْكُذَّابُ الَّذِي يُصَلِّحُ بَيْنَ النَّاسِ وَ يَقُولُ خَيْرًا وَيُنْفِئُ خَيْرًا

حضور نے فرمایا وہ (عند اللہ گنہگار) جھوٹا نہیں ہے۔ جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرتا ہے اور (فتنہ و فساد اور نزاع دور کرنے کی غرض سے) نیک باتیں کہتا ہے اور (ایک کی طرف سے دوسرے کو) اچھی باتیں (بنا کر) پہنچاتا ہے۔“ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کتاب الصلح باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس حدیث ۲۶۹۲۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الکذب و بیان ما یباح منه حدیث ۲۶۰۵۔



انسانوں کی نجات و فلاح کا موجب ہو سکتے ہیں۔ یہ زبان خدا کی ان عظیم الشان نعمتوں میں سے ہے۔ کہ جس کی خوبیوں، بھلائیوں، برکتوں، کرامتوں، بزرگیوں اور نیکیوں کو گناہ نہیں جاسکتا۔

جیسے زبان کے جوہر اور گن شمار سے باہر ہیں ایسے ہی اس کی آفتیں شرارتیں اور عذاب و وبال قیامت برپا ہیں۔ یہ فتنہ و فساد اور شر و طغیان کا مرکز ہے۔ زبان کی لرزہ خیز شوخیوں، شرارتوں اور بدیوں، برائیوں سے عزائیل پناہ مانگ اٹھتا ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور ﷺ آپ کے نزدیک میرے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز کیا ہے؟

((فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ وَقَالَ هَذَا)) (ترمذی) <sup>(۱)</sup>

”حضرت اکرم ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر کہا۔ کہ (سب سے) زیادہ خوفناک چیز یہ ہے۔“

زبان سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب صبح ہوتی ہے۔ تو آدمی کے تمام اعضاء زبان کے روبرو عاجزی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ڈر اللہ سے ہمارے حق میں! کیونکہ (تابع داری میں) ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی۔ تو ہم بھی ٹیڑھے ہوں گے۔“ (ترمذی) <sup>(۲)</sup>

تمام اعضاء اور جسم کی اصلاح کا اصل مدار دل پر ہے۔ مشکوٰۃ <sup>(۳)</sup> میں حدیث ہے۔ کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹوٹھرا (دل) ہے۔ اگر وہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر وہ فاسد ہے تو تمام جسم میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

اوپر کی حدیث میں اعضاء کے سیدھے اور ٹیڑھے ہونے کا انحصار زبان کی استقامت اور کجی پر بتایا ہے۔ اور دوسری جگہ دل کو اصلاح و فساد کا باعث قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔ جو کچھ دل سوچتا ہے۔ اور پروگرام بناتا ہے۔ زبان اس کو بیان کرتی ہے۔ اور پھر زبان کے بیان اور اعلان پر اعضاء عمل کرتے ہیں۔ کہ دل کی خلافت کے فرائض بوعافیت سرانجام دے۔ چغلی، غیبت، لگائی، بھائی، بہتان، لعن، طعن، تشنیع و تکفیر، ذوالوجہین، سخن چینی، بدگوئی، غمازی، گالی گلوچ، سب و شتم وغیرہ کی تیر اندازی سے اعضاء و جسم کے لئے میدان کارزار

(۱) سنن ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی حفظ اللسان حدیث ۲۳۱۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۶۹/۲۔

۵۶۸۔ حدیث ۲۳۱۰۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی حفظ اللسان حدیث ۲۳۰۷۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی

۵۶۷/۲۔ حدیث ۲۳۰۷۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع باب الکسب و طلب الحلال حدیث ۲۷۶۲ بحوالہ صحیح بخاری کتاب الایمان

باب فضل من استبرأ لدينه حدیث ۵۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب المساقاة باب اخذ الحلال و ترك الشبهات حدیث

گرم نہ کرے۔

## زبان کی حفاظت کی ضمانت

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

”سہل بن سعید روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص ضامن ہو میرے لئے اس چیز کا کہ درمیان دونوں جبروں کے ہے۔ (یعنی زبان) اور اس چیز کا کہ درمیان دونوں پاؤں کے ہے۔ (یعنی شرم گاہ) ضامن ہوتا ہوں میں (اللہ کے حکم سے) اس کے لئے بہشت کا۔“

ملاحظہ:- ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ شخص زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کا عہد کرتا ہے۔ اور پھر اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے زبان کو بے فائدہ اور برے کلام سے بچاتا ہے۔

غیبت، بہتان، جھوٹ، فریب، بدعہدی، سب و شتم وغیرہ سے حفاظت کرتا ہے۔ اور اسی طرح شرم گاہ کا بھی نگران اور پاسبان رہتا ہے۔ تو ایسے ضامن سے رسول اللہ ﷺ خدا کے حکم سے بہشت کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس سے جنت کا وعدہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کس قدر اخلاق کی پاکیزہ تعلیم ہے۔

## معمولی باتوں کے بھاری نتائج

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ)) (بخاری) <sup>(۲)</sup>

”حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیشک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (اور مشکلم) اس بات کی شان کو نہیں جانتا۔ (یعنی معمولی سمجھتا ہے۔ پر) اللہ تعالیٰ اس بات کے سبب اس کو بڑے مرتبے عطا کرتا ہے اور بیشک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ (اور مشکلم) اس بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتا۔ (معمولی جانتا ہے۔ لیکن) اسی ایک بات پر دوزخ میں جا گرتا ہے۔“

(۱) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان حدیث ۶۴۴۴۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان حدیث ۶۴۴۸۔

## پہلے تو لیں پھر بولیں

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان جو بات بھی منہ سے نکالے اسے گھٹیا۔ حقیر اور معمولی نہ جانے کیونکہ بعض اوقات وہی معمولی بات اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے دوزخ میں لے جاتی ہے۔ اور کبھی وہی حقیر کلمہ اللہ کو خوش کر کے بہشت کا وارث بنا دیتا ہے۔ ہر بات کو زبان سے نکالنے سے قبل سوچنا چاہئے کہ اسکی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اخلاقی نکتہ نظر سے کس پایہ کی ہے۔ جب اس کی خیریت کا یقین اور توثیق ہو جائے تو پھر اسے شرف تکلم بخشیں اور بعد ازاں اس کے نتیجہ کے ثمر بار درخت کا پھل کھائیں اور اگر وہ بات شرعاً اور اخلاقاً مذموم ہے۔ خواہ کتنی ہی معمولی ہو۔ اس کے التہاب نطق سے زبان کو بال بال بچائیں اور تکلم زہو کر عذاب سے دوچار نہ ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گفتگو کرتے وقت ایک شخص کہہ بیٹھا۔ ﴿مَا شَاءَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ ”جو اللہ اور اس کا رسول چاہیں۔“ غور کریں۔ بظاہر یہ کتنی معمولی بات ہے۔ اور آج کل بھی کئی لوگ بڑے مسلمانانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں۔ ”اچھا جو میرا رب رسول چاہے۔“ ”جو میرے خدا رسول کو منظور۔“ لیکن سر تاج انبیاء احمد مجتبیٰ شفیع الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس شخص کو غضبناک ہو کر کہا۔

((أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نِدَاءً))

”کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔“

یعنی یہ بات کہہ کر کہ ”جو اللہ رسول ﷺ چاہیں۔“ تو نے شرک کیا ہے۔ توبہ کر! ﴿قُلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ﴾ ”کہو جو اللہ اکیلا (بغیر کسی صلاح و مشورہ کے) آپ چاہے۔“<sup>(۱)</sup> (مشکوٰۃ)

ناظرین غور کریں کہ بظاہر کتنی معمولی بات ہے۔ اس شخص نے زبان سے نکال دی۔ لیکن رحمتہ للعالمین نے اس بات کو اشراک باللہ قرار دیا۔ جس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ اس سے آپ باتوں کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور آپ کو بھی ضرور چاہئے کہ بڑی سوچ بچار کے بعد ہر چھوٹی بڑی معمولی اور غیر معمولی بات زبان سے نکالا کریں اور اس طرح زبان کی بڑی حفاظت کریں۔ اور ایسے ہی کوئی بھی نیک کلمہ جو آپ زبان سے نکالیں۔ اسے حقیر نہ جانیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہی آپ کی نجات کا باعث بن جائے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الاسامی حدیث ۴۷۷۹-۴۷۷۸۔ کتاب میں مذکور الفاظ مسند احمد

۱/۲۱۳/۲۲۳۔ الادب المفرد باب قول الرجل ماشاء الله و شئت حدیث ۷۸۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ سلسلۃ الاحادیث

الصحیحة ۲۶۱/۱۳۹۔ علامہ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ لتحقیق

المسند ۳/۳۳۱-حدیث ۱۹۶۳۔

((أَلَا تَحْقِرُونَ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا)) (مسلم) (۱)  
 ”کسی (قسم کی) نیکی کو بھی تم حقیر نہ جانو۔“

### مسلمانوں کو کافر کہنا

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا)) (بخاری، مسلم) (۲)  
 ”حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے۔ تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو جاتا ہے۔“

### انتباہ .

اس حدیث میں رحمت دو عالم ﷺ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ وہ بغیر تحقیق کے کسی مسلمان کی تکفیر نہ کریں۔ اگر کوئی مسلمان فی الواقع کفر کو نہ پہنچا ہو۔ تو وہ مسلمان ہی ہوا۔ پھر جو اس کو کافر کہے گا۔ خود کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ یعنی مسلمان کو کافر کہنے پر آپ کفر سے ملاتی ہوا۔ پھر سمجھیں کہ اگر کوئی مسلمان درحقیقت کسی کفریہ قول یا فعل کے سبب کافر ہو گیا ہے تو وہ ٹھیک کفر کا محل ہے۔ فتویٰ کفر اس پر صادق آئے گا ورنہ اس کے اسلام کو کفر قرار دینے والا خود کفر کا شکار ہو جائے گا۔ پس دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کی بڑی حفاظت کرنی چاہئے اور فتویٰ کفر دینے سے یا کسی مسلمان کو کافر کہنے پر لڑا اٹھنا چاہئے کہ کہیں فتویٰ کفر مفتی پر ہی عود نہ کر آئے یا کسی کلمہ گو کو بلا وجہ کافر کہنے والا خود ہی کفر سے دو چار نہ ہو جائے۔ ہاں تو یہ بھی یاد رہے کہ جو مسلمان قرآن اور حدیث کے رُو سے درحقیقت کفر کو پہنچ گیا ہو اس کو کافر نہ ماننا بھی کفر ہے۔ اس لئے کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول کافر کہے یہ اسے مسلمان جانے تو گویا کفر کو اسلام جانا۔ اس لئے خود کافر ہوا۔

### مال، جان اور آبرو

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان سچ سچ کے مسلمان کی بہت عزت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔

((سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) (بخاری، مسلم) (۳)

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب استحباب طلاقه الوجه عند اللقاء حدیث ۲۶۲۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب من کافر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال حدیث ۶۱۰۳۔ صحیح مسلم کتاب

الایمان باب بیان حال ایمان من قال لایخیه المسلم: یا کافر حدیث ۶۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینهی من السباب واللعن حدیث ۶۰۴۴ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان

قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقناله کفر حدیث ۶۴۔

”مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کا مار ڈالنا کفر ہے۔“

غور کریں کہ مسلمان کے قتل کی نہی میں کس قدر تغلیظ اور تشدید آئی ہے کہ قاتل کو کافر کہا گیا ہے۔ پھر قتل تو بہت بڑی بات ہے اس کو برا کہنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ کہ سبب مسلم زبان کی آلودگی اور گناہ ہے۔ حتیٰ کہ جنت الوداع میں سوالا کھ مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے حضور ﷺ نے یوں فرمایا۔

((فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ وَ اَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

”سنو اور قیمت تک کے مسلمانوں کو تبلیغاً سنا دو۔ بیشک تمہارے خون (یعنی جانیں) اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو میں تم میں سے آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔“ (بخاری)

اخلاق کی کتنی بلند اور پاکیزہ تعلیم ہے۔ کہ مسلمان پر مسلمان کا خون حرام ہے، کوئی کسی کو قتل نہ کرے اور مال بھی حرام ہے، کوئی کسی کا پیسہ تک نہ مارے اور نہ ہی کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے۔ خبردار! کسی کی ہتک عزت نہ کرے۔ جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی عزت پیاری سمجھتا ہے۔ بالکل اسی طرح دوسرے مسلمان اور اس کے اہل و عیال کی عزت کو عزیز جانے۔

## فسق اور کفر کی تہمت

((وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكَفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبَهُ كَذَلِكَ)) (بخاری) <sup>(۲)</sup>

”حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی شخص کسی شخص کو نہ فسق کی تہمت کرے نہ کفر کی تہمت کرے۔ اس لئے کہ (تہمت کرنے سے) کلمہ فسق و کفر کا پھرتا ہے۔ تہمت کنندہ پر اگر نہ ہو

صاحب اس کا جس کو وہ کلمہ کہا ہے۔ اس طرح کا۔“

یعنی اگر کسی کو فسق کی تہمت لگائی۔ اور وہ فاسق نہیں ہے۔ تو آپ فاسق ہوا۔ اور اگر کسی کو کافر کہا۔ اور نہیں ہے وہ کافر تو کہنے والا آپ کافر ہو گیا۔ حضرت انور ﷺ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر تہمت لگانے سے روک رہے ہیں تاکہ فضائے اخلاق تفسیق و تکفیر کی گندی ہوا سے خراب نہ ہو۔

(۱) صحیح بخاری کتاب العلم باب قول النبی ﷺ رب مبلغ او عنی (من) سامع حدیث ۶۷۔ صحیح مسلم کتاب

القسمۃ و المحاربین باب تغلیظ تحريم الدماء و الأعراس و الاموال حدیث ۱۶۷۹۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینہی من السباب و اللعن حدیث : ۶۰۴۵۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب

بیان حال ایمان من قال لایحیہ المسلم : یا کفر حدیث ۶۱۔

## سباب کی پہل ظلم ہے

((وَعَنْ أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَانَ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ)) (مسلم) (۱)

”حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ گناہ اس چیز کا کہ دو شخص آپس میں برا کہنے والے کہیں اس پر ہے کہ جس نے پہلے برا کیا جب تک کہ مظلوم تجاوز نہ کرے۔“

ملاحظہ:- اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ایک دوسرے کو برا کہیں گالی دیں، تفسیق و تکفیر کریں۔ تو اس برائی کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے۔ اور دوسرا شخص جس نے جواب میں برا کہا۔ اس کا گناہ بھی پہلے پر ہے۔ کیونکہ پہلا ظالم ہے۔ اور دوسرا مظلوم اور ظالم یعنی پہل کرنے والا باعث ہے مظلوم کی لب کشائی کا۔ اگر ظالم ابتداء نہ کرتا۔ تو مظلوم بھی جواب نہ دیتا۔ لیکن یاد رہے کہ مظلوم کے برا کہنے کا گناہ ظالم یعنی پہل کرنے والے پر اسی صورت میں ہوگا کہ جب تک مظلوم برا کہنے میں تجاوز نہ کرے۔ یعنی ظالم کے الفاظ کو من و عن لونا دے۔ اور اگر جواب میں زیادتی کرے گا۔ تو پھر مظلوم کا گناہ بڑھ جائے گا۔ اور وہ بھی گنہگار ہوگا۔ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم پر قربان جاؤ کہ کس خوبی سے مساوات اور عدل کا توازن قائم کیا ہے۔ فتنہ و فساد اور نزاع و مناقشات کے دروازوں کو کیسے حکیمانہ انداز میں مقفل کیا ہے۔

## صدیق لعان نہ ہو

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِصَدِيقٍ ۞ أَنْ يَكُونَ لَعَانًا)) (مسلم) (۲)

”حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں لائق صدیق کے لئے کہ ہو بہت لعنت کرنے والا۔“ (مسلم)

وضاحت: صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑے سچے نہایت راست گو۔ کثیر الصدوق کو کہتے ہیں۔ صدیقیت خدا کے نزدیک ایک بہت بلند مقام ہے۔ جو نبوت کے بعد ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد پاک ہوتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النهی عن السباب حدیث ۲۵۸۷۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النهی عن لعن الدوات وغیرھا حدیث ۲۵۹۷۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے پاس سے گزرے درحالیہ انہوں نے اپنے کسی غلام کو لعنت کی۔ رسول اللہ نے فرمایا: ﴿لَعَابِنٌ وَالصَّدِيقِينَ كَلَاهُ وَزَبَّ الْكُفْبَةَ﴾ قسم ہے پروردگار کے جب کہ لعنت اور صدیقیت یہ دو صفیں =



محمد ﷺ دیگر انبیاء کی بہ نسبت کثرت سے لوگوں کو اللہ کے نزدیک لائے ہیں۔ آپ کی عالمگیر تبلیغ کے ذریعہ بھٹکی ہوئی انسانیت نے آفاقی طور پر اللہ کا قرب پایا ہے۔ سارے جہان نے واحد القہار کے در پر سر جھکایا ہے۔ اسودا حمر نے رسالت کے ہاتھوں جام توحید پیا ہے۔ اور سیرت پاک اور اسوہ حسنہ کی قدیل ہدایت تا قیامت بیکے ہوئے انسانوں کے لئے ضیا بار رہے گی۔ یہ وجہ ہے کہ دیگر انبیاء ﷺ کے مقابلہ میں آپ کی نبوت کے تاج میں وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کا ہیرا نمایاں طور پر جگمگا رہا ہے۔ پس نبوت لوگوں کے لئے سراسر رحمت ہے۔ قرب ایزدی کا ذریعہ ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ نبی کسی پر لعنت بھیجے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس کو اللہ سے دور ہٹائے۔ اللہ کے قریب آنے سے دھتکارے۔ اسی طرح صدیق بھی نبوت سے نہایت قرب کی وجہ سے لعان یعنی بکثرت لعنت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اس کی زبان عام لوگوں کے لئے لعنت کے تیر نہیں برساتی۔ نئی نوع انسان پر لعنت بھیجنا اس کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح وہ لوگوں کو اللہ کے قریب آنے سے دھکے نہیں دیتا۔ بلکہ وہ بھی نبوت کے قرب و اتصال کی برکت سے لوگوں کے لئے اپنے مرتبے کے لحاظ سے باعث رحمت ہوتا ہے۔ اس کے سراپا کا فیضان لوگوں کو اللہ کا قرب بخشتا ہے۔

### اللہ کے قریب لائیں

آپ کو معلوم ہو گیا کہ لعنت کے معنی دھتکار پھٹکارا راندہ ہونے اور نکال دینے کے ہیں۔ جس کو ملعون کہیں یا اس پر لعنت بھیجیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کی جناب سے دھتکارا اور پھٹکارا ہوا ہے۔ راندہ درگاہ ہے اللہ کی جناب سے مردود اور مطرود ہے۔ شیطان اور ابلیس ہے۔ جہنمی روح ہے۔ لعنت کے ان معنوں پر غور کر کے انسانی ہمدردی اور اخلاقی تقاضوں کے رُود سے بتائیں۔ کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوگ اللہ سے دُور ہوں۔ راندے اور پھٹکارے جائیں۔ مردود اور مطرود ہو کر جہنم میں جائیں؟ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو اس نہ چاہنے کی عملی صورت یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی پر کبھی لعنت نہ بھیجیں۔ کسی کو ملعون (۱) نہ کہیں۔ پھٹکارا اور دھتکار کے پتھر نہ برسائیں اور پھر جس آدمی پر آپ لعنت بھیج رہے ہیں۔ اس بات کا کیا شرعی ثبوت ہے کہ وہ فی الواقع ہی انجام کے لحاظ سے راندہ درگاہ ایزدی۔ جہنمی ہے رحمت دو عالم ﷺ کے تابعداروں، خدا ترس انسانوں اور پرہیزگار مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو رحمت کے پیغام پہنچائیں اور انہیں اللہ کے قریب لائیں۔ نہ کہ ان پر لعنت بھیج کر اللہ سے دور کریں، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا۔ کہ مشرکوں پر بددعا کیجئے (تا کہ سب ہلاک ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہے کہ بہت سے لوگوں پر خدا کا غضب آیا۔ کئی بندر اور سوراہا بنائے گئے یہودی تریف تورات وغیرہ کے سب پھٹکارے گئے ان لوگوں کو ہم ملعون کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے افعال اور انجام کے سبب ثابت ہو چکے ہیں اسی طرح جو شخص بھی ایسا کام کرے جو کتاب و سنت کی رو سے مورد لعنت ہو تو بیشک وہ شخص ملعون ہے اور اس کام کے سبب اس کو ملعون کہا جا سکتا ہے۔



((إِنِّي لَم أَبْعَثُ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً)) (مُسلِم) (۱)

”نہیں بھیجا گیا ہوں میں لعنت کرنے والا اور ضرور بھیجا گیا ہوں میں رحمت کے واسطے۔“

یعنی میں لوگوں کو خدا کے در پر جھکانے اور اس سے ملانے کے لئے آیا ہوں نہ کہ انہیں بارگاہ الہی سے دھتکارنے اور اس سے دور کرنے کے لئے آیا ہوں۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

### لعن طعن کی ممانعت

((وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاجِسِ وَلَا الْبَيْدِيِّ)) (ترمذی) (۲)

”حضرت ابن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (پورا) مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے اور نہ لعن (لعنت) کرنے والا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی فحش بکنے والا اور نہ ہی زبان درازی کرنے والا ہوتا ہے۔“

ملاحظہ:- ہر شخص اچھائیوں اور خوبیوں میں ترقی کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اپنی مسلمانی اور دینداری کی تکمیل و ترقی کے لئے کوشاں ہونا چاہئے۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ ہم روز بروز صالح زندگی گزارنے کے درپے ہوں۔ جو قدم کتاب اللہ کے خلاف اٹھ رہا ہو۔ آئندہ نہ اٹھائیں۔ جن باتوں سے پیغمبر رحمت ﷺ نے منع کیا ہو ترک جائیں۔ حدیث بالا میں حضرت انور ﷺ نے لعن طعن کرنے فحش بکنے اور زبان درازی کرنے کو مومن کی شان کے منافی بتایا ہے۔ اس رد اکل کے حامل کو لَيْسَ الْمُؤْمِنُ (مومن نہیں ہوتا) کے روح فرسا جملہ سے جھنجھوڑا ہے۔ کہ خبردار کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو ہرگز نہ کہے کہ تجھ پر لعنت ہو اور نہ کوئی کسی کو طعنہ مارے نہ فحش بکے اور نہ زبان درازی کرے۔

یاد رہے کہ گندی گالیاں دینے، فحش بکنے، زبان درازی کرنے، طعنہ پہننے مارنے اور منہ پھکانے والے مرد و عورتیں ایمان کے شعور اور مسلمانی کی لذت سے محروم ہیں۔

## مومن لعان نہیں ہوتا

((وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِي رَوَايَةٍ

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النهی عن لعن الدواب حدیث ۲۵۹۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنة حدیث ۱۹۷۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۲۷۰۔

حدیث ۱۹۷۷ اسلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱/۶۳۳ حدیث ۳۲۰۔

لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَكْفُرَ لِعَانًا)) (ترمذی)<sup>(۱)</sup>

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں ہوتا (کامل) مومن بہت لعنت کرنے والا اور ایک روایت میں (حضرت انورؓ سے) یہ الفاظ آئے ہیں۔ نہیں لائق (پورے) مومن کو کہ ہو بہت لعنت کرنے والا۔“

ملاحظہ:- اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”نہیں لائق واسطے صدیق کے کہ ہو بہت لعنت کرنے والا۔“ اور حدیث بالا میں کامل مومن کی شان بھی رسول اللہ ﷺ نے یہ بتائی ہے کہ وہ بھی لعان نہیں ہوتا۔ یا لعان ہونا اس کو سزاوار نہیں بات یہ ہے کہ جوں جوں انسان کے ایمان کی تکمیل ہوتی جاتی ہے۔ اس کی پرواز کا رخ صالحیت کی فضا سے صدیقیت کے آسمان کی طرف ہوتا جاتا ہے اس لئے ایمان کی تکمیل کی منازل ثابت قدمی سے طے کرنے کے لئے ترک لعانیت ناگزیر ہے۔ تاکہ مومن صدیقیت کے مقام پر پہنچنے کے لائق ہو جائے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن لعان نہیں ہوتا۔ اور نہ لعانیت ان کی شایان شان ہے۔ کیونکہ لعان ہونے سے طائر لاہوتی کی پرواز رک جاتی ہے۔

سکونِ دل سے سامانِ کشودِ کار پیدا کر  
کہ عقدہ خاطر گرداب کا آبِ رواں تک ہے

## لعنت کی بددعا نہ کرو

((وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعِنُوا بِلَعْنَةِ اللَّهِ وَلَا بِغَضَبِ اللَّهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ)) (ترمذی، ابو داؤد)<sup>(۲)</sup>

”حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہ بددعا کرو آپس میں ساتھ لعنت کے اور نہ بددعا کرو آپس میں ساتھ اللہ کے غضب کے اور نہ بددعا کرو۔ آپس میں ساتھ داخل ہونے دوزخ میں۔“

ملاحظہ:- اس حدیث کے حکم سے کوئی کسی کو مت کہے کہ تجھ پر لعنت ہو یا تجھ پر خدا کا غضب ہو یا دوزخ میں

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلوة باب ماجاء في اللعن والظعن حديث ۲۰۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۸۵/۲ حدیث ۲۰۱۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلوة باب ماجاء في اللعنة حديث ۱۹۷۶۔ سنن ابو داؤد كتاب الادب باب في اللعن حديث ۲۹۰۶۔ یہ حدیث حسن الخیرہ ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۶۰/۳ حدیث ۲۷۸۹۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۵۵۵/۲ حدیث ۸۹۳۔ سنن ترمذی اور ابو داؤد میں ولا بجهنم کے بجائے ولا بالنار کے الفاظ ہیں ولا بجهنم کے الفاظ شرح السنة ۱۳/۱۳۵ حدیث ۳۵۵۷ میں اور مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۹۵۳ میں ہیں۔

جائے تو۔ ان تینوں بددعاؤں سے نبی رحمت ﷺ نے منع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپس میں خواہ کتنی ہی شکر رنجی یا ناراضگی ہو۔ پھر بھی مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو اللہ کی بارگاہ سے مردود و ملعون دیکھ کر خوش ہو یا خواہش کرے۔ کہ قوم عاد و ثمود کی طرح اس پر خدا کا غضب آئے یا اس کے دوزخ میں جانے کی تمنا کرے دراصل یہ تینوں بددعا میں خدائے قہار کے تین قسم کے عذاب ہیں۔ جو اللہ کے بدترین دشمنوں اور اس کے نبیوں کے بدخواہوں اور ظالموں پر نازل ہوئے تھے۔ وہ مشرک اور کافر اور تورات و انجیل کے سودے کرنے والے یہودی اور عیسائی ملعون، مغضوب، جنمی قرار پائے گئے۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو آپس میں ان عذابوں کے ساتھ بددعا کرنے سے منع نہ کرتے۔ پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی کو بھی اللہ کی لعنت اس کے غضب اور اس کے عذاب نار کے تیر کا نشانہ نہ بنائے۔

### ہوا پر لعنت نہ کرو

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ)) (ترمذی، ابوداؤد) (۱)

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہوانے ایک شخص کی چادر اڑائی تو اس نے ہوا پر لعنت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہوا پر لعنت مت کرو کیونکہ وہ مامورہ (حکم کی گئی) ہے اور مسئلہ یاد رکھ جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرے جو لائق لعنت نہ ہو۔ تو لعنت اس لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔“ (ترمذی، ابوداؤد)

### لعنت لا عن پر لوٹ آتی ہے

((وَعَنْ أَبِي دُرْدَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُعَلَّقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُعَلَّقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاعًا رَجَعَتْ إِلَى الذِّئْبِ لَعْنٌ فَإِنْ كَانَ لِذَلِكَ أَهْلًا وَالْأَرْضُ رَجَعَتْ إِلَيْهَا)) (ابوداؤد) (۲)

”ابودرداءؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعن حدیث ۳۹۰۸۔ سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنة حدیث ۱۹۷۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۰۳/۳ حدیث ۳۹۰۸۔ صحیح سنن ترمذی ۳۷۰/۲ حدیث ۱۹۷۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲/۲۲ حدیث ۵۲۸۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعن حدیث ۳۹۰۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۰۳/۳ حدیث ۳۰۲۔ حدیث ۳۹۰۵۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۳/۲۶۵۔

تحقیق بندہ جب لعنت کرتا ہے۔ کسی چیز کو (آدی ہو یا غیر آدی) تو (پہلے) چڑھتی ہے وہ لعنت آسمان کی طرف۔ پس آسمان کے دروازے اس لعنت کے آگے بند کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دائیں اور بائیں مائل ہوتی ہے۔ لیکن ادھر سے بھی رد کی جاتی ہے۔ پھر جب (ٹھیرنے کے لئے) کوئی راہ نہیں پاتی۔ تو پھرتی ہے اس شخص کی طرف جو لعنت کیا گیا ہے۔ اگر وہ شخص لعنت کے لائق ہو۔ تو پہنچتی ہے اس کو اور اگر لائق نہ ہو۔ تو پھر لاعن پر لوٹ آتی ہے وہ لعنت۔“

### لعنت قہر الہی ہے

جب کوئی شخص کسی آدی وغیرہ پر لعنت کرتا ہے۔ تو لعنت (جو قہر الہی ہے) چھوٹتی ہی اس آدی پر نہیں جا پڑتی۔ یعنی خدائے رحیم اس بددعا لعنت اور اپنے غضب کو اول ہی اول اس آدی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جب ادھر کی رخصت نہیں ملتی تو وہ بددعا جوش میں آ کر آسمان کی طرف صعود کرتی ہے۔ لیکن آسمان کے در بھی بند پاتی ہے۔ پھر زمین کی سمت آتی ہے۔ اسے یہاں بھی سنانے کی سہولت میسر نہیں آتی۔ پھر زمین ویسا کا رخ کرتی ہے۔ یہاں بھی اسے ٹھیرنے کی جگہ کوئی جگہ نہیں ملتی۔ آخر اس آدی کی طرف رجوع کرتی ہے جس پر لاعن نے بھیجی تھی۔ پھر اگر یہ آدی عند اللہ فی الواقع ہی لعنت کے لائق ہو۔ پھنکار کا صحیح محل ہو۔ تو اس پر ٹھہر جاتی ہے۔ وہ ملعون ہے اور اگر وہ محل لعنت نہ ہو۔ پھنکار کے لائق<sup>(۱)</sup> نہ ہو۔ تو پھر وہ لعنت بددعا قائل و لاعن پر ہی ٹوٹ پڑتی ہے۔ لعنت بھیجنے والا ہی مردود و ملعون ہو جاتا ہے۔ اسی پر اللہ کا غضب آ جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلا تحقیق و تصدیق کسی پر لعنت بھیجنا اپنے آپ کو مورد لعنت بنانا ہے۔ پھر یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک کسی سے ایسا کام سرزد نہ ہو۔ جو قرآن اور حدیث کی رو سے درخور لعنت ہو۔ ہرگز اسے نہ کہیں کہ تجھ پر لعنت ہو۔ لائق لعنت امور کے صدور پر البتہ لعنت کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اور لعنت بھی بھیج سکتے ہیں۔ لیکن لعنت کے لائق امور کا تعین کتاب و سنت کے استدلال سے ضروری ہے۔

### مورد لعنت افعال

یہودی اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدے کرنے لگ گئے۔ قبروں پر میلے لگا لگا کروہاں سے نذریں نیازیں اور چڑھاوے لینے لگے۔ یہودیوں کے ان فعلوں پر ہمارے رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللَّهُ

(۱) کسی آدی وغیرہ کا محل لعنت یا لائق پھنکار ہونا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا شارع کی خبر کے بغیر کسی شخص کا مستحق لعنت ہونا متعین نہیں ہو سکتا۔ جب لعنت کی مزاداریت کی نشان دہی نہیں ہو سکتی۔ تو پھر بلا شہوت کسی پر لعنت بھیجنا بالآخر اسے اپنی طرف ہی لوٹانا ہے۔

الْيَهُودُ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذَلِكَ لَا يَبْرَزُ قَبْرُهُ حُشِيَّ أَنْ يَتَّخِذَ  
مَسْجِدًا (ترمذی) (۱)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں کہ جس سے آپ جان  
بر نہ ہو سکے۔ ارشاد فرمایا خدا کی لعنت ہو یہودیوں پر انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ حضرت  
صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی (یعنی قبر پرستی کا ڈر) تو حضور ﷺ اپنی قبر ظاہر طور پر (عام  
گزرگاہ میں) بنواتے لیکن آپ اس بات سے ڈرتے تھے۔ کہ مبادا قبر کو سجدے ہونے لگ جائیں۔ اس  
لئے روضہ اطہر آپ کے رہائشی مکان کے اندر ہی بنایا گیا۔“ (بخاری)

غور فرمایا آپ نے کہ حضور انور ﷺ نے یہودیوں پر لعنت بھیجی اس لئے کہ انہوں نے قبروں کی پوجا پاٹ  
اور سجدہ جود سے اپنے آپ کو لعنت کا حقدار بنا لیا۔ اس حدیث کے استدلال سے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ قبروں  
کو سجدے کرتے ہیں۔ اور جو ان سجدوں کی ترغیب دلاتے اور قبر پرستی کے تنوع کے سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ وہ بھی  
ملعون ہیں۔ حضور انور ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔

(لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَدِّثُ مَا  
صَنَعُوا) (بخاری) (۲)

”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (راوی حدیث  
عبداللہ بن عباس کہتے ہیں) اسی بیان سے آپ اپنی امت کو (قبر پرستی کے) اس لعنی فعل سے روکنے کے  
لئے متنبہ کرتے ہیں۔“

ملاحظہ :- معلوم ہوا کہ قبروں کو سجدہ کرنے والے لعنت کے لائق ہیں۔ اور ضرور ملعون ہیں۔ بزبان رسول  
کریم ﷺ۔

(إِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ) (رواه مالك مُرْسَلًا) (۳)

- (۱) صحیح بخاری کتاب الحائز باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور حدیث ۱۳۳۰۔ صحیح مسلم کتاب  
المساجد باب النهی عن بناء المسجد علی القبور۔ حدیث ۵۲۹۔
- (۲) صحیح بخاری کتاب الصلاة باب ۵۵۔ حدیث ۳۳۶-۳۳۵۔ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن بناء  
المسجد علی القبور۔ حدیث ۵۳۱۔
- (۳) موطا امام مالک کتاب قصر الصلاة فی السفر باب جامع الصلاة ۱۷۲/۱۔ یہ روایت مرسل ہے۔ البتہ اس کی سند صحیح ہے۔  
تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد صفحہ ۲۶ تالیف علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ طبع مکتبہ المعارف الریاض۔ اردو  
ترجمہ بنام قبروں پر مساجد اور اسلام صفحہ ۲۳۔ ترجمہ مولانا محفوظ الرحمن فیضی طبع فیصل آباد۔

”ان لوگوں پر خدا کا سخت تر غضب نازل ہوا۔ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں (سجدہ گاہیں)

عبادت گاہیں بنالیا۔“

ملاحظہ:۔ مسجد کے معنی ہیں سجدہ کرنے کی جگہ اور عبادت گاہ قبروں کو مسجدیں بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قبروں کو سجدہ کیا جائے۔ اور قبروں کو مسجدوں کی طرح عبادت گاہ بنایا جائے۔ یعنی جس طرح مسجد میں نماز، قیام، رکوع، سجدہ اور اعتکاف کیا جاتا ہے۔ مسجد میں دعا کی جاتی ہے۔ اسی طرح قبروں پر سجدے، رکوع، اعتکاف، قیام کرنا اور اہل ثور سے بھوک ننگ، غریبی، غم، اندوہ، بیماری، کرب، بے چینی، قرض وغیرہ کے دور ہو جانے کی دُعا کرنا قبروں کو مسجدیں بنانا ہے۔ ان فعلوں کے سبب یہود و نصاریٰ ملعون ہوئے اور خدائے قہار کے غضب کے مور و پھرے۔ پھر یہ لعنت کچھ یہودیوں پر ہی موقوف نہیں۔ جو لوگ بھی جس زمانہ میں ان افعال کے مرتکب ہوں گے۔ وہ اللہ کی لعنت اور غضب کے اہل ہونگے اور انہیں ان کاموں کے کرنے کے بعد ملعون کہہ سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾ (سورة المائدة : ۷۸)

”بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی (بد) دعا سے (خدا کی)

لعنت آئی۔ یہ (لعنت ان پر) اس لئے آئی کہ وہ نافرمانی کرتے اور حدیں پھاند جاتے تھے۔“

اسی طرح قرآن مجید میں مشرکوں، کافروں، منافقوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی اللہ سے سرکشی، بغاوت، کفر، طغیان، انکار، نافرمانی اور دین سے ٹھٹھا، خول، مذاق، استہزاء، احکام الہی میں تحریف و تبدیل، کانٹ چھانٹ، حیلہ سازیوں اور فریب کاریوں کی وجہ سے ان پر بکثرت لعنت اور پھینکا آئی ہے۔ اور اس لعنت اور پھینکار کے تذکرہ سے امت محمدیہ ﷺ کو سبق سکھانا مقصود ہے۔ کہ جو بھی افعال مذکورہ کا مرتکب ہوگا۔ وہ سزاوار پھینکا قرار پائے گا۔

اوپر آپ نے متعدد حدیثیں پڑھی ہیں کہ جن میں کسی کو پھینکارنے اور اس پر لعنت کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور قرآنی آیات اور بعض احادیث میں کافروں اور یہودیوں وغیرہ پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ یہ دونوں باتیں کوئی متضاد چیز نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی لعنتی فعل کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ تو ارتکاب کے بعد اسے ملعون کہنا روا ہے۔ جیسے یہودی ارتکاب جرائم کے بعد ملعون قرار دیئے گئے۔ اور لعنت کے لائق کاموں کے کرنے کے بغیر کسی کو پھینکارنا یا اس پر لعنت بھیجنا سخت منع ہے۔ استشہاد قرآنی کے سوا ملعون کہنا بڑا گناہ ہے۔ بدوں تحقیق لعنت کا پتھر مارنا ظلم ہے۔ خوب سمجھ لیں۔

## کسی کو اللہ کا دشمن کہنا

((وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا عَادَ عَلَيْهِ)) (بخاری، مسلم) (۱)

”حضرت ابو ذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارے اور نہ ہو وہ شخص اس طرح (یعنی کافر یا اللہ کا دشمن نہ ہو) تو رجوع کرتا ہے۔ وہ کفر یا عداوت اس (کہنے والے) پر۔“ (بخاری، مسلم)

ملاحظہ:- بانی اخلاق صلوة اللہ و سلامہ علیہ پر قربان جائیں۔ کہ آپ نے کسی نیک اور پاک تعلیم دی ہے۔ کہ اگر کسی کو کافر کہو گے۔ یا اللہ کا دشمن پکارو گے تو وہ کافر یا اللہ کا دشمن نہ ہوا۔ تو تم آپ کافر یا اللہ کے دشمن بن جاؤ گے۔ اللہ تم کو کافر اور اپنا دشمن قرار دے گا۔ اب اس بات کا اندازہ لگائیں کہ کفر اور اللہ کی دشمنی کس قدر رو سیاہی اور دین و ایمان کی تباہی کا باعث ہے۔ پس زبان کو قابو میں رکھیں اور بہت سوچ بچار کے بعد کلام کرنے کی عادت ڈالیں۔

## دورویہ زندگی

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَوْلًا بِوَجْهِهِ وَهَوْلًا بِوَجْهِهِ)) (بخاری، مسلم) (۲)

”حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بدترین لوگوں کا قیامت کے دن دورویہ شخص (منافق صفت) ہے۔ کہ آتا ہے ایک جماعت کے پاس ایک رنگ میں۔ اور دوسری جماعت کے پاس اور ڈھنگ میں۔“

ملاحظہ:- ذوالوجہین دورویہ شخص کو کہتے ہیں۔ جس کے دو منہ دو چہرے اور دو رخ ہیں۔ یعنی ایسا جو ایک جماعت کے پاس جا کر حق اور راستی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی مطلب براری کے لئے اس کی خوشامد کی باتیں کرتا ہے۔ اور دوسری جماعت کے سامنے اس کی لجاجت کی باتیں کرتا ہے۔ تاکہ وہاں سے بھی علی الرغم حق، اپنا اُلوسیدھا کرے ایک شخص کے منہ پر اس کی تعریف اور اس کے رقیب کی برائی بیان کرتا ہے اور اس طرح اس کی خیر خواہی جتا کر اس کو خوش

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یبھی من السباب والمعن حدیث ۲۰۴۵۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لأخیه المسلم: یا کفر حدیث ۲۱۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما قبل فی ذی الوجھین حدیث ۲۰۵۸۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب زم ذی الوجھین حدیث ۲۵۲۶۔

کرتا ہے۔ پھر اس کے رقیب کے پاس بھی جاتا ہے۔ اور اس کے منہ پر اس کی تعریف کے پل باندھتا ہے اور ساتھ ہی اس کے رقیب (پہلے شخص) کی مذمت بھی کرتا ہے۔ اور اس دورویہ روش سے اس کا ہمدرد بن کر اسے بھی خوش کرتا ہے۔ گویا وہ دورخا ہوا۔ ایک کے منہ پر ایک روش اور دوسرے کے سامنے دوسرا رنگ۔ اسلام میں اس طرز زندگی کو منافقت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن میں موجود ہے کہ منافق جب مسلمانوں کے پاس آتے تو کہتے۔ اِنْفًا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ --- پھر جب اپنے ہم نوالہ اور ہم پیالہ لوگوں کے پاس جاتے تو وہ پوچھتے۔ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ یہ ان کے منہ پر کہتے ہرگز نہیں! ہم تو تمہارے ساتھی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس تو ان کا مذاق اڑانے گئے تھے۔ یہ ہے منافقوں کی دورویہ چال جسے اسلام ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ مسلمانوں میں سے جو شخص ایسا طریق اختیار کرے گا۔ منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور گل کھلائے گا۔ دورنگی چال چلے گا۔ منافقوں کی راہ پر گامزن ہوگا۔ تو سرورِ دو عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق حشر کے میدان میں سب لوگوں سے بدترین شمار ہوگا اور دنیا میں بھی ایسا شخص عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔

### آگ کی دوزبانیں

((عَنْ عَمْرِو بْنِ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ)) (ابوداؤد) (۱)

”حضرت عمارؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص دنیا میں دو رخا (دو رویہ) ہوگا۔ محشر کے دن اس کی دوزبانیں آگ کی ہوں گی۔“

ملاحظہ:- مسلمان بھائیو! اور بہنو! ہمیشہ دنیا میں ایک رُو ہو کر ہو کر ایک رُنے بن کر زندگی گزارو۔ جو آپ کی زبان پر ہو۔ دل اس کی تصدیق کرنے والا ہو۔ جس شخص سے آپ ملیں۔ اخلاص کے ساتھ ملیں۔ جیسے منہ پر ہوں ویسے ہی پیٹھ پیچھے ہوں۔ ایسا کبھی نہ کریں کہ سامنے تو برادرِ خواندگی اور خیر خواہی کا دم بھریں۔ اور غیبت میں اسی زبان سے بدخواہی اور مخالفت کے انکارے برسائے لگیں۔ نفاق آشنائزنگی میدانِ حشر میں بہت ذلیل کرے گی۔ منہ میں دوزبانیں آگ کی ہوں گی۔

جو دنیا میں دورویہ روش اختیار کر نیکا مزاج چھکائیں گی اللہ سب بھائیوں اور بہنوں کو ایسے عذاب سے محفوظ رکھے دنیا میں ایک رنگ ہو کر اخلاص مندانہ زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

بردر سے خانہ رفتن کار یک رنگان بود!

خود فروشاں را بکوائے سے فروشاں راہ نیست

(حافظ)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی ذی الوجھین حدیث ۴۸۴۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۹۶/۳۔

حدیث ۴۸۴۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۵۵۳/۲۔ حدیث ۸۹۴۔



## غیبت، بہتان اور حفظ لسان

غیبت اور بہتان برے کام ہیں ان کے سبب لوگوں کے درمیان غیظ و غضب، کینہ و بغض، شرارت و نفرت، فتنہ و فساد اور جذبات انتقام پیدا ہوتے ہیں۔ جدال و نزاع کی آگ بھڑکتی ہے۔ جس سے محبت و اخوت، اتفاق و اتحاد اور باہمی خیر خواہی کا خرمن جل کر رکھ سیاہ ہو جاتا ہے۔ موالات کے بستانوں اور ہمدردی کے باغوں کی بہار کو تخن چینی کی لو اور تہمت کے بھبو کے بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ انسان اخلاقی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں۔ فضائل میں نقصان آتا ہے۔ اور رذائل کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسلام نے غیبت اور بہتان کو نہایت سختی سے روکا۔ چغل خوروں اور تلوں کو اللہ کے خوف سے ڈرایا۔ اور تہمت تراشوں اور بہتان بازوں کو دوزخ کی سزا کا منظر دکھا کر لرزہ برانداز کیا ہے۔

اب آپ غیبت اور بہتان کے معنی اور مطلب معلوم کریں کہ غیبت مسلمان بھائی کے عیب کو اس کے پس پشت بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ وہ عیب جو فی الواقع اس میں پایا جاتا ہو۔ اور اگر وہ عیب یا بدی اس میں موجود نہ ہو اور پھر اس کو (گھڑ کر) بیان کیا جائے تو اس کو بہتان کہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اور (اللہ کے بتانے سے) اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا (سنو) غیبت وہ ہے۔ کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی وہ (بری) چیز ذکر کرو۔ جس کو وہ برا جانتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضور ﷺ فرمائیے کہ اگر وہ (بری) چیز اس میں پائی جاتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ جو چیز تم ذکر کرو اگر اس میں پائی جاتی ہے۔ تو تم نے یقیناً اس کی غیبت کی اور اگر نہ پائی جاتی ہو۔ اور تم (از خود) بیان کرو تو تم نے بیشک اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم) (۱)

## غیبت کے احوال و کوائف

رسول اکرم ﷺ کے ارشاد سے آپ کو اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ کسی کو ایسے عیب کے ساتھ یاد کرنا جو اس کو ناگوار گزرے۔ غیبت کہلاتا ہے۔ اب ہم ان عیبوں کی مختلف صورتیں آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ جن کا اظہار و بیان غیبت میں داخل ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور محتاط رہیں۔

### بدن کے عیب بیان کرنا

مثلاً مجلس میں کسی شخص کا ذکر آپ کر رہے ہیں۔ تو کوئی پوچھے کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟ تو جواب میں یہ کہنا! فلاں آدمی..... نام لے کر نہیں پتہ چلا؟ اچی وہ لنگڑا ہے نا، جو وہاں رہتا ہے، ہاں ہاں! بس اسی لنگڑے کی

(۱) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تحريم الغيبة حديث ۲۵۸۹۔

یہ بات کر رہے ہیں ہم! یا کسی کا پتہ بتاتے، غائبانہ تعارف کراتے، ذکر کرتے پوچھتے وقت یہ کہنا فلاں صاحب جس کے بدن پر سفید داغ ہیں۔ وہ پھلیمیری والا۔ کوڑھا! آپ جانتے ہیں اس کو..... نام لے کر؟ نہیں اجی وہ کاٹا ایک آنکھ والا۔ جی ہاں یاد آ گیا، آج اسی کی شادی ہوئی نا!

مجھے فلاں محکمہ میں ایک ضروری کام ہے۔ اگر آپ کی وہاں واقفیت ہو تو جائز سفارش کر دیں۔ ہاں ضرور واقفیت ہے۔ ہیڈ کلرک کو میرا سلام کہنا اور اپنے کام کے متعلق میری یہ سفارشی چھٹی لے جاؤ۔ ”محترم دوست آپ کا بڑا بڑا شکر یہ۔! ہیڈ کلرک وہی ہے ناسیہ فام۔ کالا کھونا؟

کہاں سے آئے ہو بھائی! بازار سے کپڑا لے کر دکھاؤ تو یہ کپڑا بڑا خوبصورت اور عمدہ ہے۔ کس کی دکان سے لائے ہو؟ آپ جانتے ہی ہیں کہ بڑے بازار میں وہ ٹھکانا<sup>(۱)</sup> دکاندار! ہاں جانتا ہوں۔ بس اسی بونے پستہ قد سے لایا ہوں۔

قرض دار سے تقاضے کر کر تھک گیا ہوں۔ آخر اس پر دعویٰ ہی کرنا پڑے گا۔ کس پر؟ وہ بابو ہے نام چھڑا۔ اس پر اچھا اگر وکیل کرنا پڑا۔ تو جو ہدیری لم کتنا بہت لائق ہے۔ اسے ہی کرنا۔

فلاں مقدمہ میں آج اس نے ایسی سچی شہادت دی ہے کہ لوگ اس کی جرأت اور حق گوئی پر آفرین کہہ رہے ہیں۔ خوب! کون صاحب ہیں وہ؟ آپ کو پتہ نہیں وہ ٹنڈا نمازی!

شیخ صاحب نے اپنے نوکر سے کہا۔ خیر و! (۲) یاد رکھنا۔ سبزی لینے جاؤ تو فلاں بازار میں ایک مشہور گنجا سبزی فروش ہے۔ اسی سے ہی لایا کرو۔ کیونکہ وہ ہمیشہ تازہ اور عمدہ سبزی لاتا ہے۔

(۱) ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے اپنی سوت حضرت صفیہؓ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ وہ قصیر یعنی چھٹی ہے اس پر حضور نے فرمایا کہ

”اگر اس کلمہ (غیبت) سے دریا کو ملایا جائے تو (باوجود اس کی وسعت اور لمبائی کے) اس کو متغیر کر دے۔“ (ترمذی ابوداؤد)

(سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب حدیث لومزج بھاماء البحر حدیث ۲۵۰۲۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب

فی الغیبة حدیث ۳۸۴۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۶۰۵/۲ حدیث ۲۵۰۲ صحیح سنن ابوداؤد ۱۹۶/۳۔

حدیث ۳۸۴۵۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقارت کے خیال سے کسی کو کوتاہی نہ کہنا بھی اس کی غیبت ہے ایسی غیبت جو اعمال صالح کے دریا کی فراخی پر غالب آ کر اس کے شفاف پانی کو گدلا کر دیتی ہے۔ مسلمان بھائیو! اور بہنو! زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھو اور ہر قسم کی غیبت سے باز رہو۔ (محمد

صادق)

(۲) خیر و خیر الدین سے بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔ کسی کے نام کو بگاڑنا دھرتا بدتہذیبی اور اخلاق کے منافی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ ﴿وَلَا تَنَابَزُوا

بِأَلْقَابٍ﴾ (سورۃ الحجرات : ۱۱) اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرد۔ مسلمانوں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ اور کسی عورت امرؤ

لڑکی، لڑکے کے نام کو بگاڑ کر نہ بلائیں نام نہ دھریں۔ (محمد صادق)

## بدنی عیبوں کی غیبت

آپ غور فرمائیں۔ کہ اگر متذکرۃ الصدر اصحاب العیوب اپنے ان بدنی عیبوں کے اظہار و بیان کو سن پائیں۔ تو کیا ناراض نہ ہوں گے؟ ضرور ناراض ہونگے اور برا منائیں گے۔ پس یاد رکھیں کہ کسی کو لنگڑا، لجا، لولہا، کوڑھا، مبروص، بھلہبر یا چنبا، کانا، کالا کلونا، ٹھٹھلنا، بونا، پستہ، قد، لم چھڑا، لم ڈھینگ، لم کنا، ٹنڈا، گنجا، وغیرہ وغیرہ کہنا۔ سخن چینی اور غیبت ہے۔ یاد رکھیں، کبھی لوگوں کا نام لے کر ان کے بدنی عیبوں کو ایسے طریق پر ذکر نہ کریں کہ وہ اگر سن پائیں۔ تو برا منائیں۔

حضرت انور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ذِكْرُكَ اَعَاكَ بِمَا يَكْرَهُ)) (مُسلِم)

”تیرا ذکر کرنا اپنے مسلمان بھائی کو ساتھ ایسی چیز کے کہ وہ برا جانے۔ غیبت ہے۔“

اسی طرح کسی کے نفس اور اخلاق کے عقل اور سمجھ کے اسکے دین اور دنیا کے مال، اولاد اور بیوی کے رفتار، گفتار، لباس، نشست و برخاست اور حرکات و سکنات کے عیبوں کو ایسے رنگ سے بیان کرنا کہ اس کو برا لگے۔ غیبت ہے۔ کسی شخص کی خاموشی، سخن گوئی، تند خوئی، ترش روئی، بددماغی، چڑچڑاپن اور تنگ مزاجی کے متعلق سخن چینی کرنا بھی منع ہے۔

پھر جس طرح غیبت الفاظ کے ساتھ حرام ہے، اسی طرح رمز و کنایہ اور سرسہاتھ آنکھ اور ابرو کے اشاروں کے ساتھ اظہار عیب گناہ ہے۔ بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ دو آدمی آنکھ یا ابرو کے اشارہ سے کسی تیسرے شخص کی (جو پاس ہی کھڑا ہوتا ہے) برائی، عیب، بے عقلی اور نادانی، کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ایسا اشارہ کرتے وقت، مسکراتے بھی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ بھی غیبت ہے اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے۔

## سکوت میں نجات

((وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا))  
(ترمذی) (۲)

”حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص چپ رہا۔ (کلام بد سے) اس نے (وین وڈنیا میں) نجات پائی۔“

(۱) صحیح مسلم: کتاب البرو الصلة: باب تحريم الغيبة، حدیث ۲۰۸۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب حدیث من كان يؤمن بالله فليكرم ضيفه ..... حدیث ۲۵۰۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۲۰۴ حدیث ۲۵۰۱ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۲/۷۲۔ حدیث ۵۳۶۔

## وضاحت

انسان اکثر زبان ہی کی آفتوں بدیوں اور برائیوں کی وجہ سے گرفتار بلا ہوتا ہے۔ زبان کی بے راہ زوی مصائب سے دوچار کرتی ہے۔ اور اسی کی فتنہ انگیز طاقت انسان کے جادہ سفر میں ایک صحرائے آفت برپا کرتی ہے از بس کہ زبان کی شرارتیں آفتیں اور فتنے بے شمار ہیں۔ اس لئے رحمت دو عالم ﷺ نے ایک ایسا حکیمانہ گرتایا ہے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر انسان زبان کی آفتوں سے مصون و مامون ہو سکتا ہے۔ اور وہ گڑھے۔ خاموشی! لعن طعن! تکفیر! سب و شتم! گالی گلوچ! چغلی غیبت! بہتان! جھوٹ! لسانی ایذاؤں اور لالی یعنی کلام سے خاموشی! پس جب ہر قسم کے برے اور ایذا رساں کلام سے خاموشی برتی تو نتیجہ لامحالہ نجات کی صورت میں نکلے گا۔ انسان کو لازم ہے۔ کہ وہ حتی الوسع خاموش ہی رہے جو کلام بڑا ضروری ہو وہ کرے۔ بڑی اہم بات کے لئے زبان ہلائے۔ اس پر ضبط کا ایسا پہرہ بٹھائے کہ ضرورت شرعی کے بغیر ہرگز حرکت نہ کرے کہ سکوت و صمت میں ہی نجات و فلاح کا راز مضمر ہے۔ صدف جب تک خاموش رہتا ہے۔ اس کے اندر موتی موجود ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ لب ہلاتا ہے۔ اس کی مہر سکوت ٹوٹ جاتی ہے۔ تو اس کا سینہ جواہرات سے خالی ہو جاتا ہے۔

## زبان کی حفاظت کا حکم

((وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ إِمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَ لَيْسَعُكَ يَتِيكَ وَ أَبَيْكَ عَلَى خَطِيئَتِكَ)) (ترمذی)<sup>(۱)</sup>

”حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ (حضور ﷺ!..... کیا ہے (دین و دنیا میں) سبب نجات کا؟ آپ نے فرمایا۔ محفوظ رکھ تو زبان اپنی اور گنجائش دے تجھ کو گھرتیرا (یعنی تو گھر میں بیٹھا رہے) اور رو تو اپنی خطاؤں پر۔“

ملاحظہ:- رسول اللہ ﷺ نے نجات کے سوال کے جواب میں زبان کی حفاظت کا حکم دیا۔ کہ اے عقبہ بن عامر! زبان کو تھا مؤاس کی نگرانی کرو۔ کہ کوئی کلمہ خلاف شریعت منہ سے نہ نکلے پھر آپ نے زبان کی حفاظت کے لئے فرمایا۔ کہ گھر میں بیٹھے رہو۔ یعنی بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ کیونکہ عوام کے خلا ملا سے ادھر ادھر کی باتیں کرنی پڑ جاتی ہیں۔ کئی قسم کے امور زیر بحث آ جاتے ہیں۔ اور پھر زبان کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے گھر میں جے رہو۔ اور اپنی خطاؤں کو یاد کر کے آنسو بہاؤ۔ تاکہ رحمت ایزدی تمہیں آ لے۔

(۱) سنن ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی حفظ اللسان حدیث ۲۳۰۶ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۵۶۷ حدیث ۲۳۰۶ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ۵۵۱/۳۔ حدیث ۸۹۰۔

## آجکل کا ماحول

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانہ پاک میں ”نزول وحی کے دور میں خیر شخص کی فضا میں عقبہ بن عامرؓ کو باہر کی عام مجلسوں میں شریک ہونے سے روک دیا اور گھر کے گوشہ عافیت میں فرار پکڑنے کو نجات کا سبب بتایا۔ حفظ لسان کا راز بتایا اور کشت معاصی کو چشم کی اشک باری سے سیراب کرنے کا حکم دیا۔ اب آپ فضائے خیر القرون کا آج کل کے ماحول سے موازنہ کریں کہ کس قدر ظلمت ہی ظلمت چھائی ہوئی ہے۔ اگر حضور ﷺ کے زمانے میں (جب شیطان مایوس ہو چکا تھا)۔ نجات اور زبان کی حفاظت گھر میں بیٹھ رہنے پر تھی۔ گناہوں کی آگ کو آنسوؤں سے بجھانے میں تھی۔ تو آج کل (جب شیطان پورے زوروں پر ہے)۔ گھر چھوڑ کر باہر پھرنے میں کس طرح نجات اور حفاظت زبان ہو سکتی ہے۔ جب کہ تمام گلی کوچوں بازاروں سڑکوں گزرگاہوں شاہراہوں تفریح گاہوں کلبوں ایشینوں ہوٹلوں ریسٹورانوں نمائشوں تھیٹروں سینماؤں اور قاص گاہوں میں وہ ایمان لیوا بادِ موم چل رہی ہے جہاں صد سالہ زاہد کی عبادت کا فانوس ایک ہی جھونکے میں گل ہو جاتا ہے اور شیطان کچھ اس ڈھنگ سے ننگا ناچ رہا ہے۔ کہ حسن فتنہ زرا کی پہلی جھلک ہی تقویٰ کے ایوانوں اور ایمان کے خزانوں کو لوٹ لیتی ہے۔ اور معاشرہ کے تمام خلاؤں میں زبان کی آزادیاں روح اور نفس کے لئے سامانِ شیون ہو گئی ہے۔

## چغلی خور کا انجام

((وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ قَتَاتٌ)) (بخاری، مسلم) <sup>(1)</sup>

”حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ بہشت میں نہ جائے گا (اول نجات پائے ہوؤں کے ساتھ) چغلی خور۔“

ملاحظہ:- ایک اور روایت اسی مضمون کی صحیح مسلم میں آئی ہے۔ وہاں قنات کی جگہ تمام آیا ہے۔ نام اور قنات کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی فساد ڈولوانے کی غرض سے جو شخص ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا ہے۔ اس کو قنات یا تمام کہتے ہیں۔ ایسے فساد پیدا کرنے والے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے والے چغلی خور کے لئے بہشت کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ اسلام دنیا میں اتفاق اتحاد محبت اخوت کا پیام لے کر آیا ہے۔ پھر جو شخص اسلام کے اس عظیم الشان مقصد کے خلاف مسلمانوں میں لگائی، بھائی کر کے ان کی محبت کا شیرازہ منتشر کرتا ہے۔ وہ بڑا گنہگار ہے۔ ایسے مجرم کے لئے کیونکر بابِ جنت واہو۔ غیبت جس قدر خطرناک اور نتیجہ کے لحاظ سے روح فرسا ہے۔ اتنی ہی لوگوں

(1) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یکرہ من النمیمۃ حدیث ۶۰۵۶ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلط

نے معمولی سمجھ رکھی ہے۔ اور اس کے عواقب سے نڈر ہو کر بے اعتنا ہو گئے ہیں۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنے لئے آخرت میں غیبت کے انگاروں کا ڈھیر نہیں لگانا چاہئے۔ خبردار! دوسروں کی بدیوں اور برائیوں کو مزے لے لے کر بیان نہ کریں، سخن چینی اور غیبت کو مشغلہ نہ بنائیں۔ اور بہتر ہے کہ اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر اشک ندامت بہائیں۔

دوسروں کے عیب بیشک ڈھونڈتا ہے رات دن  
چشم عبرت سے مگر اپنی سیہ کاری بھی دیکھ

## برائیوں کا تذکرہ اور شکایتیں

((وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبْلَغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُخْرَجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمٌ الصَّدْرِ)) (ابوداؤد)<sup>(۱)</sup>  
”حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہ پہنچائے مجھ کو کوئی میرے صحابیوں میں سے کسی کی طرف سے کوئی چیز (انکی کوتاہیوں، تقصیروں اور برائیوں سے) کیونکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ نکلوں تمہاری طرف اس حال میں کہ (تمہارے متعلق) صاف ہو سیدہ میرا۔“

ملاحظہ :- اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ارشاد فرمایا۔ کہ میرے پاس دوسرے دوستوں اور یاروں کی برائیاں اور کوتاہیاں نہ پہنچایا کرو۔ ان کے عیبوں کا تذکرہ نہ کیا کرو کہ فلاں ایسا ہے۔ فلاں نے یوں کہا۔ اور فلاں نے یہ کہا۔ آپ نے دوسروں کی بدیوں اور شکایتوں کے بیان کرنے سے اس لئے روکا۔ کہ ان کی طرف سے طبیعت میں رنج، غصہ، ناراضگی اور کینہ وغیرہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور پھر جب وہ لوگ ملیں۔ تو ان سے سیدہ کی صفائی کے ساتھ نہ مل سکیں گے۔

اس حدیث شریف میں ہمارے لئے بھی یہ تعلیم موجود ہے کہ امیروں، بزرگوں، عالموں، بڑے لوگوں، بلکہ کسی کے پاس بھی کسی کی برائی نہ پہنچائیں۔ تاکہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں کدورتیں، کینے، بغض اور عتا پیدا نہ ہوں۔ اور سب آپس میں ایک دوسرے کو تسلیم، الصبر ہو کر ملا کریں۔

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی رفع الحدیث من المجلس حدیث ۳۸۶۰ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۸۶۰۔ حافظ زبیر علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی سند کو لید بن ابی شام اور زہد بن زائدہ کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ بتخریج ریاض الصالحین مترجم ۴۰۹/۲ حدیث ۱۵۳۹۔

## دریا کو متغیر کر دینے والی غیبت

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةٍ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيُ قَصِيرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتَ كَلِمَةً لَوْ مَزَجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ)) (ترمذی، ابوداؤد) (۱)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ آپ کو صفیہؓ (کے عیب) سے ایسا (۲) اور ایسا (اشارہ بالشت سے بتایا) کافی ہے۔ مراد رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ اس بات سے کہ صفیہؓ کوتاہ قد ہے۔ حضور انور ﷺ نے (ناخوش ہو کر) فرمایا۔:

(عائشہؓ)! تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس (کلمہ غیبت) کے ساتھ دریا ملایا جائے تو یہ کلمہ دریا کو متغیر کر دے۔“

ملاحظہ:- غور فرمائیں کہ اسلام نے کس قدر پاکیزہ اخلاقی تعلیم دی ہے کہ کسی کو کوتاہ قد اور ٹھٹھکا تک کہنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی زبان سے حضرت صفیہؓ سے متعلق ٹھٹھکی (قصیرہ) کا لفظ نکلتا ہے اور ساتھ ہی بالشت سے اشارہ بھی کرتی ہیں۔ کہ صفیہؓ ایسی (کوتاہ قد) ہے۔ اس پر حضور ﷺ تنبیہ فرماتے ہیں۔ عائشہؓ! یہ کلمہ جو تو نے کہا ہے۔ اگر دریا میں مل جائے۔ تو اسے بگاڑ دے۔ متغیر کر دے۔“

اس سے قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب حقارت سے کسی کو ٹھٹھکا کہنا اخلاقی طور پر اتنا بدبودار اور متعفن کلمہ ہے کہ اس کا احتزاج (اعمال کے) دریا کو بگاڑ سکتا ہے۔ تو جو لوگ دوسروں کے بڑے بڑے عیبوں، قصوروں، خطاؤں اور برائیوں کو کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے کلمات غیبت کی غلاظت کتنے دریاؤں اور سمندروں میں روحانی تعفن پیدا کرے گی؟ آپ کبھی کسی کی غیبت نہ کریں۔

### نقل نکالنا غیبت ہے

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْبَبْتُ أَنْ يَحْكِيَتْ أَحَدًا وَآلَ لِي كَذَا وَكَذَا)) (ترمذی) (۳)

(۱) سنن ترمذی: ابواب صفة القيامة باب حديث لومرج بهاماء البحر حديث ۲۵۰۲- سنن ابوداؤد: كتاب الادب باب في الغيبة حديث ۲۸۴۵- یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی: ۲/۲۰۵- حدیث ۲۵۰۲- صحیح سنن ابوداؤد: ۱۹۶/۳- حدیث ۲۸۴۵-

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے ساتھ بھی کسی کا عیب ظاہر کرنا غیبت ہے۔ منہ

(۳) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب حديث لومرج بها ماء البحر ..... حدیث ۲۵۰۳- سنن ابوداؤد كتاب الادب باب في الغيبة حديث ۲۸۴۵- یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی: ۲/۲۰۵- حدیث ۲۵۰۳- صحیح سنن ابوداؤد: ۱۹۶/۳- حدیث ۲۸۴۵-

”حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں نہیں دوست رکھتا کہ نقل نکالوں کسی کی اگر ہو میرے لئے (دُنیا کا مال) ایسا اور ایسا۔“

### ثریارفت اخلاق

متذکرہ بالا حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میں کسی کی نقل نکالنے کو دوست نہیں رکھتا اگرچہ (نقل نکالنے کے عوض) میرے لئے ایسا اور ایسا ہو۔

ایسا اور ایسا ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ خواہ مجھے دُنیا کا کتنا ہی مال مل جائے۔ سونے اور چاندی کے میرے آگے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ ہیرے اور جواہرات کے خزانے میسر آئیں۔ تمام دُنیا کی زمام حکومت میرے حوالہ کر دی جائے۔ لیکن میں مال دولت سونے چاندی ہیرے جواہرات اور دُنیا کی حکومت کے عوض کسی کی نقل نکالنے کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی قوی یا فعلی نقلی نکالنا یقیناً غیبت محرمہ میں سے ہے۔ نہ کسی انسان کی سی آواز بنا کر اس کی آواز کی نقل اتارنی چاہئے اور نہ کسی لنگڑے کی نقل نکال کر لنگڑا کر چلنا چاہئے۔ اسی طرح دوسرے کے اقوال و افعال کی نقالی یقیناً اظہارِ عیب، چغلی اور لترا پن ہے۔ یہ سب محاکات عوام ہیں پست اخلاق انسانوں کے کام ہیں۔ گھٹیا لوگوں کی حرکات ہیں۔ آپ ان کے قریب نہ پھٹکیں۔ بلکہ جوان اخلاقی معاصی کے مرتکب ہوں۔ انہیں منع کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان غیبت کے کاموں کو بہت برا جانا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان افعال سے روکا ہے۔

### رحمت للعالمین ﷺ کی سات نصیحتیں

((وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بَطُولِهِ إِلَيَّ أَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهُ أَزِينُ لِأَمْرِكَ كَمَا هُوَ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَ نُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِطَوْلِ الصَّمْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلَى أَمْرِ دِينِكَ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ إِيَّاكَ وَ كَثْرَةَ الضَّحِكِ فَإِنَّهُ يُبَيِّتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُورِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا قُلْتُ زِدْنِي قَالَ لَا تَحْفَ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لِأَيِّمٍ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ لِيَحْجُرَكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ)) (مشکوٰۃ شریف) (۱)

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب باب حفظ اللسان حدیث ۲۸۶۶ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۲/۳۔ حدیث ۳۹۳۲۔ اس حدیث میں موجود سات نصیحتوں میں سے نمبر ۳ اور ۷ کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب والترہیب ۲۳۲/۴ حدیث ۱۷۰۶۔ باقی حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۹۱/۳ حدیث ۲۸۶۸۔



”حضرت ابو ذر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس ذکر کی (ابو ذر نے) حدیث دراز۔ حتیٰ کہ ابو ذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! نصیحت کرو مجھ کو! آپ نے فرمایا۔ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ بہت زینے دینے والا ہے۔ تیرے تمام (دین و دنیا کے) کاموں کو۔ میں نے کہا (حضور ﷺ!..... اور نصیحت فرماؤ مجھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لازم ہے تجھ کو قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ تعالیٰ کا۔ بے شک تلاوت قرآن اور اللہ کا ذکر تیرے لئے ذکر کرنے کا سبب ہے آسمان میں۔ (یعنی آسمان میں تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے خیر کے ساتھ یاد کریں گے) اور نور کا سبب ہے تیرے لئے زمین میں (یعنی دنیا میں نور معرفت یقین اور ہدایت کے ظہور کا سبب ہے) میں نے عرض کیا زیادہ کیجئے مجھ کو نصیحت۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیشہ چپ رہنا لازم پکڑ۔ کیونکہ خاموشی شیطان کو ہانکنے کا سبب ہے اور تیرے لئے کار دین پر مدد کرنے والی ہے۔ میں نے کہا۔ اور نصیحت فرمائیے مجھے۔ ارشاد ہوا۔ بہت ہسنے سے بچتا رہو کہ کثرت ہنسی دل کو مار دیتی ہے۔ اور چہرے کا نور کھودتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اور نصیحت کیجئے مجھ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہہ حق! اگر چہ تلخ ہو! (یعنی نفس کو تلخ ہو) میں نے کہا زیادہ فرماؤ نصیحت مجھ کو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے دین کے اظہار میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نڈر! میں نے کہا اور نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ روک (۱) رکھے تجھے لوگوں کے عیبوں (کو بیان کرنے) سے وہ چیز کہ جانتا ہے تو اپنے نفس سے۔“ (مشکوٰۃ)

## نصائح رسالت ماب ﷺ پر ایک نظر

حدیث مذکور میں حفظ لسان کے لئے طول سکوت کا لزوم، کثرت صمک اور عامتہ الناس کی سخن چینی کا امتناع، تہذیب نفس کے اہم کے لئے باؤ بہاری کا پیغام ہے۔ اور ساتھ ہی باؤ بہاری کے رُوح پرور جھونکوں کو حیات جاوداں بخشنے کے لئے دوسری نصائح میں آپ حیات کی برکھا جھوم جھوم کر برس رہی ہے۔ صرف رسالت ماب ﷺ کی ان سات نصیحتوں پر غور کریں۔

(۱) یعنی اپنے نفس کی کروتوتوں اور بدیوں کو یاد کر کے دوسروں کے عیبوں کو بیان کرنے سے باز رہنا چاہئے، اپنے گریبان میں منہ ڈال کر استغفار میں ایسے مشغول رہیں کہ لوگوں کے عیبوں کو بیان کرنے کے لئے موقع ہی نہ ملے، اپنے نامہ اعمال کی سیاہی دوسروں کی اخلاقی تاریکی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی اجازت نہ دے۔ علامہ اقبال نے غالباً اسی مددے کی تائید میں فرمایا ہے۔

تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صد چاک بلبل کی!  
تو اپنے پیر بہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

- ① اللہ کا ڈر۔
- ② تلاوت قرآن کا التزام اور ذکر الہی۔
- ③ طول سکوت یا ثبات خامشی۔
- ④ کثرتِ صمک سے اجتناب۔
- ⑤ حق گوئی ہر قیمت پر۔
- ⑥ اظہارِ دین بلا خوف و لومہ لائم!
- ⑦ اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے رکھنا۔

## اللہ کا ڈر

آدمی بے شمار قسم کی اخلاقی برائیوں سے جیسی بچ سکتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو۔ ہم یہ بات بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ صرف اللہ کا خوف ہی انسان کو دھوکہ فریب جھوٹ، بد عہدی، وعدہ خلافی، خیانت، چوری، ظلم، رشوت، غیبت، بہتان، سب و شتم، لعن طعن، ایذا رسانی، حق تلفی، اقربا نوازی، حسد، بغض، کینہ وغیرہ کے ارتکاب سے لرزہ بر اندام کر سکتا ہے۔ داؤد محشر کے حضور کھڑے ہو کر حساب دینے کا ڈر ہی اس کی سیرت کو سنوارا اور طبیعت کو بنا سکتا ہے۔ نقوش اندرون کی عذراؤں کے مرمر میں جسم کا ایٹن خشیت ایزدی کی سلسیل کے پانی میں گوندھ کر بنایا جاتا ہے۔ اور زہرہ و شان سیر کے عارض غضبان پر شفق خوف کا غازہ ہی ان کے حسن کو چار چاند لگا تا ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کیا۔ اور داعی نصیحتیں کرتے ہوئے کچھ دور تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب نصح کے موتیوں سے معاذ کا دامن سعادت بھر چکا۔ تو حضرت انور ﷺ نے انہیں آخری مرتبہ فرمایا۔ معاذ! ہو سکتا ہے کہ تم اس سال کے بعد میری ملاقات نہ کر سکو۔ اور جب لوٹ کر مدینہ جاؤ۔ تو بجائے میرے میری قبر ہی کو پاؤ۔

یہ روح فرسا خبر (بوجی خفی) سن کر حضرت معاذ کا دل ہل گیا اور شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، اکرم الاولین، اکرم الاخرین حضرت رسول اللہ ﷺ کی اس فراق کی خبر سے بے تاب ہو کر رونے لگ گئے۔ حضرت انور ﷺ نے انہیں آب دیدہ دیکھ کر فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا أَوْ حَيْثُ كَانُوا)) (مسند احمد) (۱)

”معاذ! (غم نہ کر! اس جہان کے بعد بھی ملاقات ہوگی یاد رکھ)۔! میرے سب سے زیادہ نزدیک وہی لوگ ہونگے جو دنیا میں خدا سے ڈر کر عمل کرتے ہیں، وہ کوئی بھی ہوں، اور جہاں کہیں بھی ہوں۔“ (مسند احمد)

(۱) مسند احمد ۲۳۵/۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق حدیث ۵۲۲۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز یہ آیت پڑھی۔  
﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا  
مَلَائِكَةٌ غِلَاطٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (سورة التحريم  
: ۶) (۱)

”اے مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (عیال) کو آگ سے بچالو۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔  
اس (دوزخ کی آگ) پر فرشتے تینمات ہیں۔ تندخو، سخت مزاج، خدا ان کو جو حکم دیتا ہے۔ وہ (ہرگز)  
نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ اور جو (بھی انہیں) حکم دیا جاتا ہے۔ (بلاچون و چرا) اس کی تعمیل کرتے ہیں۔“  
پھر آپ نے (یہ آیت پڑھ کر) فرمایا۔ کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی۔ پھر  
اسے ہزار سال تک (اور) جلایا گیا تو سفید ہوگئی۔ اس کے بعد پھر ایک ہزار سال تک تیز کیا گیا۔ تو سیاہ ہوگئی۔ اور وہ  
اب بھی سیاہ ہے۔ اس کا شعلہ ہرگز نہیں بجھتا۔ رسول اللہ ﷺ کے رو برو ایک (اہل دل) جمشی تھا۔ وہ حضرت  
انورؓ کا یہ وعظ سن کر بے اختیار چچھیں مار مار کر رونے لگا۔ اتنے میں حضرت جبریلؑ نازل ہوئے۔ اور رسول  
اللہ ﷺ سے پوچھا۔

﴿مَنْ هَذَا الْبَاكِي بَيْنَ يَدَيْكَ﴾

”آپ کے سامنے یہ رونے والا کون ہے؟“

رحمۃ للعالمینؐ نے جواب دیا۔

رَجُلٌ مِّنَ الْحَبَشَةِ وَأَنْتَى عَلَيْهِ ”ملک حبش کا کوئی شخص ہے۔“

پھر آپ نے اس کی سچے تلے الفاظ میں تعریف کی۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے کہا (حضور ﷺ)!  
..... اس (سیاہ فام اور اللہ کا خوف رکھنے والے) آدمی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

((وَعَزَّيْنِي وَجَلَّلَنِي وَارْتَفَاعِي فَوْقَ عَرْشِي لَا تَبْكِي عَيْنُ عَبْدِي فِي الدُّنْيَا مِنْ مَخَافَتِي إِلَّا أَكْثَرْتُ  
ضَحْكُهَا فِي الْحَنَّةِ)) (ترغیب و ترہیب) (۲)

”مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! اور عرش پر رہنے کی سوگند کو جس آدمی کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر کے سبب

(۱) الترغیب والترہیب کتاب التوبة والزهد۔ باب الترغیب فی البكاء من خشية الله تعالى ۱۳۱/۴-۱۳۰-۱۳۱-۴۸۷۹۔

بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۱/۳۹۰-۳۸۹۔ والبعث والشور للبیہقی حدیث ۵۵۷۔ علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو  
موضوع قرار دیا ہے ضعیف الترغیب والترہیب ۲/۳۳۲-۱۹۳۱۔ حدیث میں موجود آیت سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۶ ہے۔

(۲) الترغیب والترہیب کتاب التوبة والزهد باب الترغیب فی البكاء من خشية الله تعالى ۱۳۲/۳-۱۳۱-۳۸۸۰۔ حدیث

شعب الایمان للبیہقی ۱/۳۹۲-۸۰۳۔ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الترغیب والترہیب ۲/۳۳۳-۱۹۳۲۔

روئے گی۔ میں اسے جنت میں چمن چمن ہساؤں گا۔“

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ (ایک روز) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ معاً آندھی کا ایک ایسا زبردست جھونکا آیا۔ کہ درخت کے تمام سوکھے پتے جھڑ گئے اور صرف سبز اور ہرے باقی رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ منظر دیکھ کر) فرمایا

((مَا مِثْلُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ!))

” (دوستو!) کیا مثال ہے اس درخت کی۔“

صحابہ نے جواب دیا۔

((اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ))

”خدا اور (خدا کے بتانے سے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔“

پھر پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَقَالَ مِثْلُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا أَقْشَعَرَّ مِنَ خَشْيَةِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَعَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَبَقِيَتْ لَهُ حَسَنَاتُهُ))

(ترغیب ترہیب)

”اس درخت (کے پتے جھڑنے اور باقی رہنے) کی مثال مرد مومن کے اس حال کے مانند ہے۔ کہ

جب اس کے رونگٹے صرف اللہ ہی کے ڈر سے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو اس کے تمام گناہ جھڑ کر صرف نیکیاں

ہی نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔“

گندے گھروندے

قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ جب اللہ کا خوف انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو پھر اس کی کائنات بدن میں ایک لرزہ آتا ہے۔ کہ جس سے اخلاقی رذائل کے تمام گندے گھروندے پیوند ارض ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بانی اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو اخلاقی حسنہ کا سبق دیتے ہوئے تعمیر درس خوفِ الہی کی بنیاد پر استوار کی ہے۔ تاکہ فضائل کا قعر رفیع تابہر ثریا جاسکے۔

## تلاوتِ قرآن کا التزام اور ذکر الہی

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری نصیحت تلاوتِ قرآن کا التزام اور ذکر الہی فرمائی مذہبی نقطہ نظر سے یہ بھی ایک اساسی اخلاقی نصیحت ہے۔ تلاوتِ قرآن کا التزام دراصل تعمیلِ قرآن کے التزام کے لئے ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ سارا قرآن اخلاقی تعلیم سے بھرا ہوا ہے ارشاد باری ہوتا ہے۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا الَّذِينَ يَسْخَرُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ○  
وَالَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (سورة النساء : ۳۶ تا ۳۸)

”اور عبادت صرف اللہ ہی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ، اور ماں باپ، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں، اور قریبی پڑوسیوں، اور پاس بیٹھے والوں، (دوستوں) اور مسافروں اور (مقبوضہ) لوٹدی غلاموں کے ساتھ (ہمیشہ) حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اُترانے والوں، شیخی خوروں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو خود آپ (بھی) بخل (اور کجیوی) کریں۔ اور (دوسرے) لوگوں کو بھی بخل اور کجیوی کی صلاح دیں۔ اور اللہ نے جو انہیں (محض) اپنے فضل سے دے رکھا ہے۔ اس کو (غریبی ظاہر کرنے کے لئے) چھپائیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کے لئے جو (ہماری نعمتوں کی) ناشکری کریں۔ ذلت کی سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور (اگر) اپنے مال خرچ کریں۔ تو لوگوں کو دکھانے کے لئے (نہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے) اور (ان کے) ایمان کا یہ حال ہے کہ نہ اللہ پر ہے اور نہ روز جزا پر، اور جس کا شیطان ساتھی ہو۔ تو (سمجھ لو کہ وہ بہت ہی) برا ساتھی ہے۔“

### اللہ کی پوجا

متذکرۃ الصدر آیت میں اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور طبیعت بھی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ عبادت اور بندگی صرف خالق اور مالک ہی کی کرنی چاہئے۔ پس ہر مملوک، مرزوق اور مریوب کو اپنے خالق، مالک، رازق اور رب کی پرستش اور پوجا کرنی لازمی اور ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مملوکوں کی مرزوقیت اور ربوبیت سے دست کش ہو جائے۔ تو سب کے سب آن واحد میں ہلاک ہو جائیں۔ اس لئے تہذیب نفس کی رُو سے اس کے احکام کی بجا آوری لابدی ہے۔ اس کی خالص عبادت میں زندگی گزارنا اخلاق کے تقاضوں سے ہے۔ بندوں کی بندگی کی شاہراہ پر (قدیل رسالت کی روشنی میں) گامزن ہونا ناگزیر ہے۔

### شرک سے اجتناب

جتنے پیغمبر اللہ کی طرف سے دنیا میں آئے سب کے سب شرک کی تردید اور بیخ کنی کے لئے آئے۔ لوگ اللہ کو مانتے تھے۔ اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے۔ لیکن عبادت خالص نہیں کرتے تھے۔ یعنی اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ اس شرک کو منانے اور توحید کی شمع جگانے کے لئے ہی پیغمبروں کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے رسول بن کر آتے ہیں۔ اور مشرک قوم کو یوں خطاب کرتے ہیں۔

﴿يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (سورة الاعراف : ۵۹)

”اے میری قوم اللہ کی (خالص) عبادت کرو۔ (کیونکہ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی بھی بندگی کے لائق نہیں۔“

اگر حضرت نوح علیہ السلام صرف اتنا ہی کہتے کہ اللہ کی بندگی کرو تو کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ قوی بدنی، مالی، عبادت صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے اللہ کی اس مالکیت میں کوئی نبی، ولی، فرشتہ، جن، قطب، اوتار، ابدال، بزرگ، شہید، ہرگز ہرگز شریک نہیں ہے۔ بس اس بات پر وہ لوگ بگڑ بیٹھے اور حضرت نوح علیہ السلام کی جان دشمن ہو گئے۔ ایسے دشمن ہوئے کہ ساڑھے نو سو برس تک انہیں ہاتھ اور زبان سے سخت ایذا کیلے پہنچاتے رہے۔

ان کا مذاق بھی اڑایا۔ تکذیب بھی کی۔ اینٹ اور پتھر بھی مارے۔ کئی بار سر کو زخمی کیا۔ بدن سے خون بہایا۔ اس لئے کہ تم یہ کیوں کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور سجدہ، سجود، قیام، قعود، اعتکاف، نذر، نیاز کے لائق نہیں ہے۔ بالآخر وہ اس شرک کی وجہ سے ہی پانی کے طوفان سے ہلاک کر دیئے گئے۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہودؑ تشریف لائے ان کی تبلیغ کا پہلا جملہ بھی یہی تھا۔

﴿يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (سورة الاعراف : ۶۵)

”بھائیو! عبادت (صرف) اللہ ہی کی کرو۔ اس کے سوا کوئی بھی تمہارا معبود نہیں ہے۔“

یہ قوم بھی نچے جھاڑ کر حضرت ہودؑ کے پیچھے رد شرک کی وجہ سے ہی پڑ گئی۔ کہنے لگے۔ کہ یہ نبی تعلیم تم کہاں سے لائے ہو۔ کہ اللہ کے سوا کسی اور کو (معبود) نہ مانو۔ آخر جن اللہ کے پیاروں کو ہم ماننے ہیں۔ وہ بھی تو اسی کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے نام کی نذریں، نیازیں، قربانیاں، چڑھاوے دیتے ہیں۔ تاکہ وہ خوش ہوں۔ پھر جب وہ خوش ہوتے ہیں۔ تو ہم اپنی حاجتوں اور مشکلوں کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور پھر وہ اللہ کو کہتے ہیں۔ تو اللہ ان کی مان کر ہمارے بیڑے پار کر دیتا ہے۔ تم یہ نیامدہب اپنے پاس ہی رکھو کہ اللہ کو براہ راست پکارو۔ وہ خود آپ تمہیں بالراست جواب دے گا۔ ہم نے یہ بات اپنے آباؤ اجداد سے نہیں سنی۔ اِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ ہم تمہیں (بلاشبہ) اجتناب اور بے وقوف پاتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ تم کہتے ہو۔

﴿لِنُعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا﴾ (سورة الاعراف : ۷۰)

”ہم صرف اکیلے ایک ہی اللہ کی عبادت کریں اور جن (اللہ کے پیاروں) کو ہمارے آباؤ اجداد پوجتے تھے ان سب کو چھوڑ دیں۔“

الحاصل! خدا کی خالص عبادت نہ کرنے کے سبب قرآن ان مشرکوں کے انجام کی خبر دیتا ہے۔

﴿فَأَنجَيْنَاهُ وَالذِّينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَ قَطَعْنَا ذَابِرَ الذِّينِ كَذِبُوا بِإِنشَاء وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (سورة الاعراف : ۷۲)

”انجام کار ہم نے حضرت ہود اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا۔ اور جو (مشرک) لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان کی جڑ کاٹ دی۔ اور وہ (توحید پر) ایمان لانے والے نہ تھے۔“

پھر ایک اور وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو پہلے پہل وہی توحید کا پیغام دیا۔ جو ان سے قبل دوسرے انبیاء دے چکے تھے۔ ارشاد باری ہوتا ہے۔

﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَنْقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِن إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾

(سورة الاعراف : ۷۳)

”اور (ہم نے) قوم ثمود کے بھائی صالح کو ان کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے کہا۔ برادران قوم! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ (کیونکہ) اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں۔“

قوم ثمود میں جہاں بڑے بڑے جرائم اور گناہ پائے جاتے تھے۔ وہاں شرک کی نجاست سے ان کے سینے اٹے ہوئے تھے۔ حضرت صالح بڑی جانفشانی اور خیر خواہی سے انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے اور اخلاقی عیوب سے بھی روکتے رہے۔ لیکن انہوں نے توحید کو قبول نہ کیا۔ اخلاق کو نہ سنوارا۔ آخر کار جزا الہی نے ان کا بھی صفایا کر دیا۔

﴿فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثْمِينَ﴾ (سورة الاعراف : ۷۸)

”پھر ان کو زلزلے نے آیا۔ اور صبح کو اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے۔“

حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ کی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

﴿وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ (سورة الاعراف : ۸۵)

”اور (ہم نے) اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔“

﴿قَالَ يَنْقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِن إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (سورة الاعراف : ۸۵)

”حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا۔ بھائیو! (صرف) اللہ (ہی) کی خالص عبادت کرو۔ (کیونکہ) اس کے سوا تمہارا کوئی (اور) معبود نہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے پر حضرت شعیب علیہ السلام نے زور دیا۔ اور شرک یعنی خدا کی ہر قسم کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرنے کی تردید و مذمت میں بہت سی تقریریں کیں۔ قوم ان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کی تاب نہ لا کر کہنے لگی۔

﴿لَنْ نُخْرِجَنَّكَ بِشُعَيْبٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا﴾ (سورة الاعراف : ۱۸۸)

”ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ (توحید پر) ایمان لائے ہیں (ان کو) اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا (بستی میں رہنے کے لئے یہی ہوگا کہ) لوٹ آؤ گے تم ہمارے مذہب میں۔“

اس سے معلوم ہوا۔ کہ قوم شعیب کے مشرک لوگ بھی مذہب کے دعویدار تھے۔ اللہ کو مانتے اور اس کی اپنے رسمی طریقوں سے عبادت کرنے والے تھے۔ لیکن اللہ کے نزدیک ان کا خود ساختہ مذہب اور شرک کی گندگی سے لتھڑی ہوئی عبادت مردود تھی۔ جیسی تو حضرت شعیب توحید کا عقیدہ خالص عبادت کا طریقہ لے کر آئے تھے۔ جب یہ قوم بھی شرک سے باز نہ آئی۔ اللہ کی عبادت کے طریقوں میں دوسروں کو شامل و شریک کرنے سے نہ رُکی۔ پھر اتمام حجت کے بعد ان پر ایسا عذاب آیا کہ۔

اہل مدین کا نام و نشان نہ رہا۔ ان کے مسکن کھنڈرات بن گئے۔ اور ان کی نعشوں کو زراغ و زغن نوح نوح کر کھا گئے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت کا شرف بخشا۔ تو آپ نے غار حرا سے نکل کر سب سے پہلا خطاب جو مشرکانہ عقائد و اعمال کے ساتھ اللہ کو ماننے والوں سے کیا۔ یہ تھا۔

﴿إِيَّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

”لوگو! بولو اللہ کے سوا کوئی بھی (قویٰ بدنی مالی) عبادت کے لائق نہیں۔“

یعنی اللہ کی خالص عبادت کرو۔ جس طرح میں تم کو بذریعہ وحی تعلیم دوں۔ اور شرک سے توبہ کرو۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس پر مشرکین مکہ نے کہا۔

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (سورة الزمر : ۳)

”ہم ان (اصنام) کی پوجا پاٹ صرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ (اللہ کے پیارے) ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔“

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ أَوْلَاءُ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (سورة يونس : ۱۸)

”اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ) کہ (ہمارے) یہ معبود اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“

یعنی ہم گنہگار ہیں۔ بدکار ہیں۔ اللہ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا ہم اپنی حاجتیں ضرورتیں مشکلیں اپنے معبودوں کے آگے عرض کرتے ہیں۔ پھر وہ ہماری عرض اللہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ چونکہ وہ اللہ کے پیارے ہیں۔ اس لئے اللہ ان کی مان لیتا ہے۔

اور پھر ہماری بگڑی بن جاتی ہے۔ اے محمد ﷺ) ہم ان کو اللہ سمجھ کر ان کے پاس نہیں جاتے۔ بلکہ اس لئے جاتے



ہیں۔ کہ وہ اللہ سے ہماری مرادیں پوری کرادیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے نام کی نذرین نیازیں دیتے ہیں۔ اُونٹ، گائے، بکری ان کی نذر کر کے ذبح کرتے ہیں۔ تاکہ وہ خوش ہو کر اللہ کے پاس ہماری سفارشیں کریں۔ کام اللہ ہی کرتا ہے۔ وہ صرف سفارشی ہیں۔ بس اسی سفارشِ اصنام کے شرک کو مٹانے کے لئے سرورِ دو عالم ﷺ ان کے ساتھ تیس برس تک برسرِ پیکار رہے۔

بے شمار تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں اور جہاد و غزوات کے معرکے قائم ہوئے تاکہ صرف ایک اللہ کی ہی پرستش کی جائے۔ اور بناتاتی، جماداتی، اور حیواناتی بتوں اور انسانی طاغوتوں اور خداؤں سے دُنیا پاک ہو جائے۔ آپ خیال کرتے ہوں گے کہ اخلاقیات کے بیان میں شرک کی تردید کے کیا معنی؟ معزز ناظرین یاد رکھیں۔ کہ خودداری کو اخلاق میں بہت بلند مقام حاصل ہے۔ اور شرک خودداری کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ غیرت جیسی اخلاقی فضیلت کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ اور انسان کو انسان کے آگے جھکاتا اور غلامی کا سبق سکھاتا ہے۔ آپ غور کریں کہ اس شخص سے بڑھ کر کمینڈز لیل، فرومایہ اور رذیل انسان اور کون ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتا ہے۔ سجدہ بجالاتا ہے۔ پوجا پاٹ اور پرستش کرتا ہے۔ عبدیت اور غلامی کا دم بھرتا ہے۔ بزرگوں، ولیوں اور شہیدوں کے مزاروں پر سجدے کرتا، اور انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے۔ انسانی طاغوتوں کی الوہیت کے حضور دست بستہ قیام کی بھینٹ چڑھاتا۔ اور جب سائی کرتا ہے۔ یہ چیزیں اخلاق کے سخت منافی ہیں۔ سیرت کو بگاڑتی اور روح کو گندا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا تُشْرِكُوا بِهِ ”اللہ کے ساتھ کسی کو (اس کی عبادت میں) شریک نہ بناؤ۔“ خوب یاد رکھیں کہ شرک سے اخلاق کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ اور اسلامی اخلاق میں شرک سے بڑھ کر کوئی کام مخرب اخلاق نہیں۔ شرک رذالت، کمینگی، سفلہ پن اور نہایت درجہ دنائیت ہے۔ خواہ عقیدہ میں ہوں۔ قول میں ہو۔ یا فعل میں ہو۔

ایک لکھ پتی آدمی عقل و حواس رکھتے ہوئے بھیک مانگے۔ تو یہ کس قدر رذالت اور اخلاق کی پستی ہے۔ حالانکہ گداگری ہر حال میں روح اور نفس کی موت ہے۔ پس اشرف المخلوقات انسان کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے مقام کو پہچانے اور رذائل کی دلدل سے نکل کر اپنے مقام تک رسائی حاصل کرے۔

مقام بندہ مومن کا ہے ماورائے سپہرا!  
زمین سے تابہ ثریا تمام لات و منات  
خود آگہاں کہ ازیں خاکداں بروں جستند  
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

(اقبال)

## دو آیتوں کا سرچشمہ

قرآن پاک کی دو آیتیں ہم نے اوپر تحریر کی ہیں۔ ان دونوں میں سولہ اخلاقی موضوع ایسے بیان ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک موضوع پر علیحدہ علیحدہ ایک ایک رسالہ لکھا جاسکتا ہے۔ سطور بالا میں مختصر طور پر آپ اللہ کی عبادت اور شرک سے اجتناب ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس تحریر کے مطالعہ سے صاحب بصیرت پر اصلاح نفس کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اور اخلاقی قدروں کی تعمیر کے لئے مضبوط بنیاد ڈال سکتے ہیں۔ اسی طرح والدین کے ساتھ احسان۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی۔ یتیمی کی خبر گیری، مساکین کو کھانا کھلانا، قرابتی ہمسایوں سے نیک روی۔ اجنبی پڑوسیوں کی بھی خواہی۔ احباب سے حسن سلوک، مسافروں سے مہربانی، نوکروں اور غلاموں پر نوازش۔ فخر و نمود سے نفور، بخل سے امتناع، ترغیب بخل پر قدغن، کسمان نعمت کی مذمت، ریا کاری سے جہٹ اعمال کے اخلاقی احکام کا متلاطم دریا مذکورہ آیتوں کی وادی تعلیم میں بہ رہا ہے۔ اور اس کے آب زلال کی سقایت کے فرائض حضرت ساقی کوثر رضی اللہ عنہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ صرف ایک یادو آیتوں کا سرچشمہ ہے۔ جس سے تمام معاشرہ اخلاقی طور پر سیراب ہے، اس سے آپ سارے قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کا اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ اس میں اصلاح نفس کا کتنا بڑا سمندر متلاطم خیز ہے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق سے متعلق دریافت کیا۔ تو اُم المومنین نے فرمایا۔ قرآن پڑھ کر دیکھ لو۔ جو خلق قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔<sup>(۱)</sup> یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی خلق کا عملی نمونہ تھے، پس تلاوت قرآن کا سب سے بڑا مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔ اور قرآن پڑھ کر اس پر عمل کرنے سے نجات آخرت کے ساتھ انسان کی زندگی اخلاقی فاصلہ کے زیور سے بھی آراستہ ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت انور رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو تلاوت قرآن کے التزام کی نصیحت فرمائی تھی۔ کہ آخرت کے بہشت کے علاوہ دنیا میں بھی زندگی اخلاقی حسنہ کے بہشت کی کیاریوں میں خراماں خراماں پھرے۔

تلاوت قرآن کے التزام کے ساتھ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ذکر کی بھی وصیت کی تھی، اللہ کے ذکر یعنی اللہ کو یاد کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اوامر خداوندی کو بجالایا جائے۔ اور نواہی الہی سے اجتناب کیا جائے۔ نماز اللہ کا بہت بڑا ذکر ہے۔ روزہ بھی ذکر ہے حج اور زکوٰۃ کی عبادت بھی ضرور اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اللہ کا ذکر ہی بدیوں سے روکتا ہے۔ اللہ کی یاد ہی برائیوں سے باز رکھتی ہے۔ شیطانی مساس کی غنودگی تذکر یزداں کے انتباہ سے ہی دور ہوتی ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ اتَّقُوا إِذَا مَسَّهُمْ طَئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾

(سورة الاعراف : ۲۰۱)

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب جامع صلاة الليل و من نام عنه او مرض حديث ۴۶۔  
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”تحقیق جو لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ (شرک اور کبیرہ گناہوں سے) جب کبھی شیطانی خیال ان کو چھو بھی جاتا ہے۔ یاد کرتے ہیں اللہ کو (یعنی اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ پس ناگہاں وہ (راہِ صواب) دیکھنے لگتے ہیں۔“

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کی یاد انسان کو متنبہ کرتی ہے، ہوشیار اور بیدار کر کے بدیوں اور گناہوں سے باز رکھتی ہے۔ پس اخلاقی رذائل کا علاج صرف اخلاقی ایزدی کے تخلق اور تہذیب سے ہی ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ کی تسبیحیں، تکبیریں، تہلیلین، اسمائے حسنیٰ کی دعوتیں۔ قرآنی دعائیں اور حضرت رحمتہ للعالمین ﷺ کی زبان کے بے شمار اذکار اور اذاعیہ اور نالہ ہائے شب گہیرے زبان کو تر رکھنا بھی بیشک اللہ کا ذکر ہے۔

### طول سکوت

تیسری نصیحت جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو فرمائی تھی ہمیشہ چپ رہنا لازم پکڑ! ہمیشہ چپ رہنے یعنی طول سکوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کلام ہی نہ کریں۔ چپ سادھ لیں۔ گفتگو ہی بند کر دیں۔ یا تارکِ دنیا ہو کر باہر جنگل میں کنیا بنا کر رہنے لگ جائیں۔ طول سکوت کا دراصل مفہوم یہ ہے۔ کہ زبان پر کڑا پہرہ بٹھائیں، اس پر احساب قائم کریں، بے معنی باتیں، یعنی کلام بے محل گفتار، غیر شرعی اقوال، کلماتِ فسق اور الفاظِ فجور ہرگز منہ سے نہ نکالیں۔ یاد رہے، کہ ہمیشہ چپ رہنا کثرت کلام کے انتقا کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص کثرت کلام کا عادی ہو جائے۔ صبح سے شام تک بولتا ہی چلا جائے۔ گھر میں، گلی میں، کوچہ بازار میں۔ مجالس و محافل میں جو گفتار ہی رہے۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے سارے دن کی ہزاروں باتوں میں سے کوئی بھی جھوٹ نہ ہو۔ سارے کلام میں کسی کی غیبت، کسی پر بہتان اور کسی پر الزام نہ ہو۔ کثرتِ گفتار کے انبار میں معصیت کر دگار کے غل و غش نہ ہوں؟ طلوعِ سحر سے لے کر غروبِ آفتاب تک اگر مقرر اضلسان کترتی ہی رہے۔ تو صرف گندے اور غلیظ ”ناٹ“ ہی چیتھڑوں میں تبدیل نہ ہوں گے، بلکہ سندس کلام بھی بے طرح دھجیاں بن کر رہ جائے گا۔ اسی لئے تو رسول رحمت ﷺ نے ابوذرؓ کو ہمیشہ چپ رہنے یعنی بہت کم گفتگو کرنے کی تاکید بھی کی تھی، یاد رکھیں، کہ جس قدر کسی شخص کی گفتار کم ہوگی۔ اسی قدر گفتار کے عیب بھی کم ہوں گے اور جتنا کلام زیادہ ہوگا۔ اتنے ہی کلام کے عیب بھی زیادہ ہوں گے اور ہم لوگ نبی تو ہیں نہیں۔ کہ ہمارا ہر لفظ وحی کے سانچے میں ڈھل کر نکلتا ہو۔ ہمارا سارے کا سارا کلام نبیوں کے کلام کی طرح زبر سرخ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری غیر محتاط گفتار کی کثرت، روح کو اُداس چہرے کو افسردہ اور دل کو پشمرده کر دیتی ہے۔ بڑی دوراندیشی سے ہمیں گفتگو کرنی چاہئے۔ حضرت شیخ عطارؒ نے کثرتِ گفتار سے متعلق بہت درست فرمایا ہے۔

دل ز پُ گفتن بمیرد در بدن  
گرچہ گفتارش بود دُرّ عدن

یعنی کثرتِ گفتار سے دل بدن کے اندر مردہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی گفتار عدن کے موتی ہوں۔

### کثرتِ ضحک

چوتھی وصیت حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ابو ذرؓ کو یہ تھی۔ اَبَاكَ وَ كَثْرَةَ الضَّحْكَ ”بہت ہنسنے سے بچنا رہ“! اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت زیادہ ہنسا آدمی کے وقار و متانت، سنجیدگی اور وجاہت کے لئے موجب زیاں ہے۔ مہذب اور بلند اخلاق لوگ کبھی پکار کر نہیں ہنستے۔ اور نہ ہی قہقہہ مارتے ہیں۔ بلکہ اپنی شائستگی اور تہذیب کے تقاضے سے بجائے کھکھلانے کے مسکراتے ہیں۔ اس طرح ہنستے ہیں کہ ہونٹ نہیں کھلتے۔ تبسم کی ضیاء ہی لبوں پر کھیلتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى آرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ وَإِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ)) (بخاری) (۱)

”نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بہت ہنستے ہوئے کہ تمام منہ کھل جائے یہاں تک کہ دیکھوں میں ان سے کو ان کا (یعنی منہ کھول کر نہ ہنستے کہ تا لوظر آئے) اور سوائے اس کے نہیں کہ آپ مسکراتے ہی تھے۔“

ہمارے رسول پاک ﷺ سے بڑھ کر کوئی خوش خلق، خوش مزاج اور زندہ دل نہیں ہو سکتا۔ جب کہ آپ نے ساری زندگی کبھی قہقہہ نہیں لگایا۔ کبھی پکار کر نہیں ہنستے۔ نہ منہ کھول کر کھکھکھلائے۔ تو ہمیں بھی آپ کی اس سیرت، عادت اور خلق کی پیروی کرتے ہوئے نہ قہقہہ لگانا چاہئے نہ پکار کر ہنسا چاہئے بلکہ مسکرانا چاہئے۔

کثرتِ ضحک سے جو رسول اللہ ﷺ نے بچنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھیں۔ کہ اسلام عبوسیت کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ منہ بسورے ماتھے پر شکن ڈالے۔ ہر وقت تیوری چڑھائے بیٹھے رہو ہرگز نہیں۔

اسلام چین، جپس ہونے کی تعلیم نہیں دیتا۔ عبوسی چہرے کو گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ ہنس کھے خوش مزاج اور ہر وقت شگفتہ رورہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حارث ابن جزء کہتے ہیں۔

((مَا رَأَى يَوْمَئِذٍ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترمذی) (۲)

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحك حديث ۶۰۹۲۔ صحیح مسلم کتاب صلاة الاستسقاء باب

التعوذ عند رؤية الربيع والضميم والفرح بالمطر حديث ۸۹۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب المناقب باب قول ابن جزء : ما رأيت أحدا أكثر تبسما ..... حديث ۳۶۴۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

صحیح سنن ترمذی ۳/۳۹۵۔ حدیث ۳۶۴۱۔

”نہیں دیکھا میں نے کسی کو کہ بہت ہو مسکرانے میں رسول اللہ ﷺ سے۔“

نوٹ :- اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی بھی بہت مسکراتا نہ تھا۔ یعنی حضور پر نور ﷺ کے لبوں کو ہر وقت تبسم چومتا رہتا تھا۔ آپ ہر گھڑی ہنس لکھ اور شگفتہ رو رہتے۔ جو شخص چہرہ مبارک کو دیکھتا مسکراتا ہوا پاتا۔ رنج و بلا کی بھی، تکلیف و غم بھی روضے انور ﷺ فردوس تبسم کا آئینہ دار ہوتا۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اسلام خوش طبعی، خوش مزاجی، شگفتہ روئی اور خندہ پیشانی کی اجازت نہیں دیتا؟ ضرور اجازت دیتا ہے۔ لیکن اخلاق اور اعتدال کے تقاضوں کے ساتھ۔ تبسم کے گلزار سے نکل کر، قہقہہ کے ریگ زار میں نہ چلے جائیں۔

قہقہہ دل کی موت ہے

آجکل مجلسوں، محفلوں، سوسائٹیوں، مشاعروں، تماشوں، سینماؤں، تفریح گاہوں، بیاہ شادی کی مجلسوں میں ہنسنے، ہنسانے اور قہقہوں سے ہنکٹھوں کو کشت زعفران بنانے کا عام رواج ہے۔ بھانڈا، نقال، مسخرے اور بہروپے لوگوں کو ہنسا<sup>(۱)</sup> ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیتے ہیں اگر آپ سچ پوچھیں تو ہم عرض کریں گے۔ کہ اسلامی تہذیب ایسی زعفرانی کشتوں، مغنیوں کی تالوں، قہقہوں کی آوازوں اور لہسی تمسخر کی حدود فراموشیوں کی اجازت نہیں دیتی۔ دیکھئے! رسول اللہ ﷺ جن سے بڑھ کر کوئی ادب و تہذیب سکھانے والا نہیں ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”حقیق بندہ بولتا ہے ایک بات صرف اس ارادے سے کہ ہنسنے لوگوں کو ساتھ اس کے۔ تو گرتا ہے اس بات کے سبب (دوزخ میں) ایسا گرتا کہ دورتر ہے آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے اور بیشک بندہ پھسلتا ہے بسبب اپنی زبان کے زیادہ تر اپنے قدم کے پھسلنے سے۔“ (شعب الایمان ۲۱۳/۳ حدیث ۲۸۴۲ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان و الصبیۃ و الشتم حدیث ۳۸۳۶۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف الترغیب و الترہیب ۲/۲۴۰ حدیث ۱۷۱۵۔ اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبید اللہ التمیمی راوی متروک ہے۔) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ادھر ادھر کی واپسی تباہی، جمہوری تچی باتوں سے لوگوں کو ہنساتا ہے وہ دوزخ میں اتنا گہرا گرایا جائے گا۔ کہ وہ گہرائی آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ ہوگی یہ ہے زبان کا پھسلنا جو قدم کے پھسلنے سے بے حد خطرناک ہے قدم کے پھسلنے سے بدن کو ضرر پہنچتا ہے اور زبان کی پھسلن دوزخ میں گرا دیتی ہے اب آپ غور کریں کہ کیا حال ہوگا ان مداریوں، بھانڈوں اور نقالوں، بھردیوں اور تماشے دکھانے والوں کا جو زبان کی خرافات اور مسخرے پن سے لوگوں کو ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز ایسی خطرناک مجلس منعقد نہیں کرنی چاہئیں اور نہ ان میں شریک ہونا چاہئے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ وَنَبِيٌّ لَّمَنْ يَخْذَلُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَنَبِيٌّ لَّهُ وَنَبِيٌّ لَّهُ وَنَبِيٌّ لَّهُ (ہلاک عظیم) ہے اس شخص کیلئے جو بات کرے پھر جھوٹ بولے (خرافات بیان کرے) تاکہ ہنسنے ساتھ اس کے قوم کو ڈالے ہے واسطے اس کے ڈالنے ہے واسطے اس کے۔“ (سنن ترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء من تكلم بالكلمة يضحك الناس حدیث ۲۳۱۵۔ سنن ابو داؤد، کتاب الادب باب فی التشدید فی الکذب حدیث ۳۹۹۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۵۳۰۔ حدیث ۲۳۱۵۔ صحیح سنن ابو داؤد ۳/۲۲۶۔ حدیث ۳۹۹۰) البتہ جو طائف، ظرائف، نکاہات اور اسی مزاج حقیقت اور سچائی پر مبنی ہوں ان کے سنسنے میں کوئی حرج نہیں۔ (محمد صادق)

((إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضُّحْكِ فَإِنَّهُ يُمَيِّتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بُنُورَ الْوَجْهِ))<sup>(۱)</sup>

”بہت ہنسنے (قمقہوں وغیرہ) سے بچتے رہو کہ ہنسی کی کثرت دل کو ماردیتی ہے اور چہرے کا نور گنوا دیتی ہے۔“

حضرت قتادہ کہتے ہیں۔ کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا صحابہ ہنستے تھے؟ قَالَ نَعَمْ وَالْإِيْمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ<sup>(۲)</sup> انہوں نے کہا۔ ہاں (شاؤ و نادر) ہنستے تھے۔ در حالیکہ ان کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے بہت بڑا تھا۔ حضرت بلال بن سعد تابعی کہتے ہیں۔

((أَدْرَكْتُهُمْ يَشُدُّونَ بَيْنَ الْأَعْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوا رُهْبَانًا)) (مشکوٰۃ)

”میں نے صحابہ کو پایا۔ کہ وہ (تیر اندازی کے وقت) تیروں کے نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے اور (اس وقت) بعض ان کا بعض کی طرف متوجہ ہو کر ہنستا تھا۔ پھر جب رات ہوئی۔ تو وہ (عبادت میں) اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے۔“

ملاحظہ:- حضرت ابن عمرؓ نے صحابہؓ کی ہنسی سے متعلق پوچھنے والے کو جواب دیا۔ کہ ہاں ہنستے تھے۔ حالانکہ ان کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے بڑا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ایسا نہ ہنستے تھے۔ جیسا غافل اور اللہ سے برگشتہ لوگ ہنستے ہیں۔ کہ ایسا ہنسا دل کو ماردیتا ہے۔ اور ایمان کی روشنی مدہم ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ شاؤ و نادر اگر ہنستے تھے، تو شرع کے آداب نہیں چھوڑتے تھے۔ ان کی ہنسی کا دل پر کچھ مضر اثر نہیں پڑتا تھا۔ اور ان کے دلوں میں جبل الایمان

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان حدیث ۲۸۶۶ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی: ۳/۲۳۲ حدیث ۳۹۳۲۔ اس حدیث میں موجود سات نصیحتوں میں سے نمبر ۳ اور ۵ کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب و الترهیب ۲/۲۳۷ حدیث ۱۷۰۶۔ باقی حدیث ۵ کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۳/۹۱ حدیث ۲۸۶۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الضحک حدیث ۳۷۳۹ بحوالہ شرح السنۃ للبقوی ۱۲/۳۱۸ تعلیقاً اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہو سکی (تنقیح الرواۃ ۳/۳۰۰) حافظ زبیر علی بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ اللہ فرماتے ہیں صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل الجلس فی مصلاۃ بعد الصبح و فضل المساجد حدیث ۶۷۰ میں اس کی موید روایت موجود ہے۔ الادب المفرد للبخاری باب المزاح حدیث ۲۶۶ میں اس کا بعض مفہوم میں صحیح شاہد بھی موجود ہے۔

کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتباحون بالبطیع فإذا كانت الحائض کانوہم الرجال یعنی بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر تبرؤ فریوزہ (کے گلے) پھینکتے تھے اور جب حقائق (اہم معاملات) ہوتے تو وہ مرد میدان ہوتے تھے۔ ان شواہد کی روشنی میں شرح السنۃ والی روایت حسن ہے۔ دیکھیے ماہنامہ شہادت جون ۲۰۰۳ صفحہ ۳۱۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد والی روایت کو صحیح کہا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۱) ۶۹۷ حدیث ۲۳۵۔

جوں کا توں راح اور قائم رہتا تھا۔ اور پھر جب رات ہوتی۔ تو اللہ کے خوف سے عبادت کرتے۔ خواب نوشیں چھوڑ کر روتے۔ لرزتے، کانپتے، ڈرتے، رکوع و سجود اور قیام و قعود سے شب خیز رہتے۔ یعنی تیر اندازی کے وقت اگر کبھی ہنستے۔ تو رات رونے میں گزارتے۔ بلکہ یہ ان کا معمول تھا۔ ہمیشہ لیلائے شب کی زلفیں ان کے آنسوؤں سے تر رہتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ تمام زندگی حضور ﷺ نے قہقہہ نہیں لگایا۔ البتہ رخ روشن تازیت تبسم زار ہے۔ آپ بھی حضرت انور ﷺ کی عادت کو اپناتے ہوئے قہقہہ نہ لگایا کریں۔ بجلی کے سمندر سے ہلکی ہلکی موجیں اٹھیں۔ لب رکلیں پر تبسم کی ضیاء ہو۔

### حق گوئی ہر قیمت پر

حق گوئی کو اخلاقیات میں بڑا رتبہ حاصل ہے۔ دین کا یا دنیا کا کوئی معاملہ ہو۔ حیات مستعار کے متعدد شعبوں میں کسی ایک سے متعلق کوئی قضیہ درپیش ہو، اپنوں اور بے گانوں میں تنازعہ پڑ جائے۔ والدین۔ حقیقی بھائیوں، بہنوں، قریبوں، رشتہ داروں، دوستوں، استادوں، بزرگوں، ہادیوں، مرشدوں، پیروں، درویشوں اور اپنے اہل و عیال سے متعلق کسی امر میں شہادت دینی پڑے۔ تو ان تمام صورتوں میں اخلاقی جرات سے کام لے کر سچ کہنا اور حق گوئی سے کام لینا لیلائے سیرت کی عصمت بچانا اور دو شیزہ اخلاق کی پاک دامنی پر خدا کو گواہ بنانا ہے۔ خواہ یہ حق گوئی امور متذکرہ میں اپنوں کے خلاف ہو یا موافق۔ فائدہ پہنچائے یا نقصان۔ بہر صورت حق گو اللہ کی رضا مندی کی وجہ سے روحانیت میں بڑا مقام حاصل کر لے گا۔ اور اخلاقی دنیا میں لوگ اس کے کیریکٹر کو بطور سند استعمال کریں گے۔ اسی طرح سلطان جائز کے منہ پر اور ظالم حاکموں کے رو برو حق کہنا اخلاقی ہمت کا اتنا بڑا کارنامہ ہے۔ کہ اسلام نے اسے افضل الجہاد کا آفاقی مرتبہ بخشا ہے۔ ایسے ہی احکام الہی اور احادیث مصطفائی کو ان کے درست ترجمے اور صحیح سپرٹ کے ساتھ ضرورت موقع اور محل پر بغیر رودر رعایت سنا، حق گوئی کے درخت کا پھل کھانا ہے اور جسم کو طبیعت صالح کا میسر آنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پانچویں نصیحت ابو ذرؓ کو حق گوئی سے متعلق ہی تھی۔

(قُلِ الْحَقُّ وَ اِنْ كَانَ مُرًا)

”ابو ذرؓ (اور میری امت) کہہ حق اگر چٹخ ہو۔“

یعنی سچ کہنا نفس کو اگر چٹخ لگتا ہے۔ بڑا مشکل ہے۔ جان جو کھوں کا کام ہے۔ بل صراط پر قدم رکھنا ہے۔ لیکن خبردار! حق گوئی کبھی ترک نہ کرنا۔ ہمیشہ سچ کہنا۔ زندگی میں کوئی ساعت ایسی نہ آئے۔ جس میں حق بیانی دہ جائے۔ حق کا کڑوا پن اس کے اظہار میں کبھی مانع نہ ہو اور اس کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں حق کہنے سے

باز نہ رکھے۔ کہ مردانِ حق آگاہ کا شیوہ ہی حق گوئی ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی  
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

اظہارِ دین بلا خوف لومہ لائم

چشمی نصیحت ہادی عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذرؓ کو یہ فرمائی۔ لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا يَمُ الْاَللّٰهُ كَے  
دین کے اظہار میں کسی لائم کی ملامت کا خوف نہ کر۔“

دینِ مسلمان کی بے حد پیاری چیز ہے۔ اس کی عزت و حرمت اور حفظ و بقا کے لئے مسلمان کو اپنی جان، اولاد،  
مال، اور ہر چیز قربان کر دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی مسلمان سے اس کا دین چھیننا چاہے۔ تو وہ جان دے سکتا ہے۔ دین  
کی متاع نہیں دے گا۔

چونکہ دینِ نجاتِ آخرت کا فارمولہ ہے۔ دُنیا میں عدل و انصاف حق و راستی، صلح و آشتی، اللہ کی توحید اور اس کی  
احکم الحاکمین کا پیغام ہے۔ اس لئے مسلمان پر فرض ہے۔ کہ وہ دین کو ظاہر اور بیان کرے۔ اس کی تبلیغ اور اشاعت  
کرے۔ تاکہ دین کے توحیدی اور عدلی تقاضوں کے پورا ہونے سے طاغوتوں کا حکم بندوں کی خدائی۔ انسانوں کی  
پوجا۔ تمیز بندہ و آقا یکسر ختم ہو جائے۔ دھوکہ فریب اور ظلم و عدوان کا نام و نشان نہ رہے۔ اور کرہ ارض کے تمام انسان  
مواخات و مساوات کے جامہ میں صرف اللہ ہی کے غلام بن کر اسی کی عبودیت میں زندگی گزاریں۔

پھر جب آپ اخلاقی رذائل اور برائیوں سے باز رہنے کے لئے لوگوں کو تبلیغ کریں گے۔ بدیوں، بدکاریوں،  
بے حیائیوں، جھوٹ، فریب، بدعہدی، ظلم، خیانت، شرک کے خلاف قرآن بیان کریں گے، حاکموں، ذریعوں، پیروں،  
جماعتوں، امارتوں اور قبروں کی پرستش <sup>(۱)</sup> کے متعلق دین کے احکام بتائیں گے۔ تو ضرور آپ کی مخالفت ہوگی۔  
ملامت کے پتھر برسیں گے۔ اور ہر طرح کی ایذا پہنچائی جائے گی۔ آپ جب مٹی، پتھر، تانبہ، پتیل کے بتوں سے کئی گنا  
زیادہ خطرناک انسانی بتوں کا ذکر کریں گے۔ یا ان لوگوں کا پتہ بتائیں گے۔ جنہوں نے دنیا میں اللہ کا مقام لے رکھا  
ہے۔ یا جو کھلے بندوں اپنی پوجا کر رہے ہیں۔ ان کی رگ الوہیت پر توحید کی چھری رکھیں گے۔ تو احقاقِ حق اور  
اظہارِ دین کے اس تبلیغی دور میں آپ پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ گرائے جائیں گے۔ انتقام کے خوفناک دیو  
آپ کی جان لینے کے درپے ہوں گے۔ عسکریوں اور مرہبوں کی سامریت وہ جادو جگائے گی۔ کہ اس فتنہ سے بجز  
حول خداوندی آپ کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ ابطالِ باطل کی اس سچی پیہم میں اگر تھی لایزال آپ کی جان کا نگہبان نہ

(۱) دین کے مقابلہ اور معارضہ میں اندھا دھند تھلید کرتے ہوئے جس کی بات بھی مان لی جائے گی۔ یاد رہے کہ یہ ماننا ہی اس کی پرستش  
ہے۔ ﴿اتَّخَذُوا اِحْبَارَهُمْ وَ رِهَابَهُمْ دُونَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ التوبہ : ۳۱) ”ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے  
عالموں اور رویشوں کو رب بنا لیا ہے۔ آیت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ (محمد صادق)



ہوا۔ تو آمریت کے خدا نفس کی آمد و شد کا سلسلہ بحال نہ رہنے دیں گے۔ ایسے نازک صبر آ زما اور حوصلہ شکن مواقع پر رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ (اور اپنی امت کو) نصیحت فرماتے ہیں۔ پیغمبرانہ شان سے اخلاقی جرات کی تعلیم دیتے ہیں۔

﴿لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّانِبٍ﴾

”(خبردار!) اللہ کا دین بیان کرتے وقت کسی (ظالم/جابر/فاسق/فاجر) ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈرو۔“

یعنی ان کی معاندانہ روش اور منتھمانہ کاروائیوں کے خوف سے دین کی حق بیانی چھوڑ نہ دے۔ بلکہ بے خوف اور نڈر ہو کر ملت بیضا کے احکام سنائے جا۔

ناظرین کرام!..... یہ ہے اخلاقی جرات جس کا سبق رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی امت کو پڑھایا ہے۔ کہ وہ اللہ کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کرے۔ کسی سے خوف نہ کھائے۔ سچائی اور راستی کو کسی قیمت پر نہ چھوڑے۔ کلمہ حق کی شعلہ بیانی میں کسی صورت بھی فرق نہ آنے دے۔ اور اگر کبھی حق و باطل کی مزاحمت کا وقت آ جائے۔ تو آتش نمرود میں بے خطر کود پڑے کہ

حنا بند عروس لاله ہے خونِ جگر تیرا  
تری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہے

(اقبال)

اپنے گریبان میں منہ

انسان کی کچھ ایسی عادت ہے کہ وہ دوسروں کے عیبوں اور برائیوں کی ٹوہ میں رہتا ہے۔ لیکن اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا۔ دوسرے بھائیوں کے دامن اخلاق کا دھبہ دیکھتا ہے۔ مگر اپنی تاریک زندگی کے گھناؤنے مناظر سے آنکھ موہ لیتا ہے۔ تعجب ہے کہ زندگی کی نجد ہار میں پاؤں بھری ناؤ میں بیٹھ کر دوسروں پر نکتہ چینی کرتا۔ مین میکہ نکالتا اور ان کے عیب بیان کرتا ہے۔ اپنے مرور حیات کی سیاہ رات میں ابنائے جنس کے کسوف زندگی پر حرف لاتا ہے۔ حالانکہ کسی سیاہ فام کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ سمن بروں کے خال رخ کی جسامت کے درپے ہو۔ یا بال خور کی ردگن زہرہ جبینوں کے بکھرے بالوں پر اعتراض کرے۔ اسی نکتہ چینی اور عیب جوئی سے متعلق پیغمبر اخلاق حضرت محمد ﷺ نے ابو ذرؓ کو نصیحت کی۔ اور یہ آپ کی ساتویں وصیت تھی۔ کہ

”اے ابو ذر! چاہئے کہ روک رکھے لوگوں کے عیبوں (کو بیان کرنے) سے وہ چیز کہ جانتا ہے تو اپنے نفس سے۔“

اس حدیث پاک میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ دوسروں کے عیب بیان کرنے کے بجائے ہم اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر روئیں اور نامہ اعمال کی سیاہی دھوئیں۔ اپنی ہی بدیوں، برائیوں، قصوروں اور عیبوں کے پہاڑوں کو ہموار کریں۔ غیبت کی جگہ استغفار کو دیں۔ کہ دل کے مکرر آئینہ میں جلا پیدا ہو۔ یہ ہیں رحمت و عالم ﷺ کی سات اخلاقی نصیحتیں۔ جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اگر ہم ان پر کار بند ہو جائیں۔ تو زندگی سنور جائے۔

## غیبت سے عذاب

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ۔ وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يُمَشِي بِالنَّمِيمَةِ)) (بخاری) (۱)

”حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں (۲) مردوں کو (قبروں میں عذاب) دیا جا رہا ہے۔ اور وہ کسی بڑے امر کی وجہ سے بتلائے عذاب نہیں ہیں۔ (کہ اس امر سے بچنا ان کے لئے مشکل تھا) ان میں سے ایک آدمی اس لئے عذاب میں ہے کہ وہ (لوگوں کی) غیبت کرتا پھرتا تھا۔“ (بخاری)

## غیبت زنا سے سخت تر ہے

((وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزَّانَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزَّانَا قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِي فَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ۔ وَفِي رِوَايَةٍ فَيَتُوبُ فَيَغْفِرُ اللَّهُ لَهُ وَإِنَّ صَاحِبَ الْغَيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهُ حَتَّى يَغْفِرَهَا لَهُ صَاحِبُهُ)) (شعب الایمان) (۳)

- (۱) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله حدیث ۲۱۸-۲۱۶ صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی النجاسة البول و وجوب الاستبراء منه حدیث ۲۹۲۔
- (۲) ایک مغلطو راوی دوسرا پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا (بخاری) یہ رسول اللہ کا مجروحہ تھا کہ خدا نے آپ کو قبروں میں عذاب ہوتے دکھایا تاکہ آپ اپنی امت کو عذاب کے ان غفلوں سے منع کر دیں (محمد صادق)
- (۳) شعب الایمان للبیہقی ۳۰۶/۵ حدیث ۶۷۴۱-۶۷۴۰ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان حدیث ۳۸۷۵۔ ۳۸۷۴۔ الترغیب والترہیب کتاب الادب باب الترہیب من الغیبة والبیئ و بیانہما والترغیب فی زدہما ۳۹۶/۳ حدیث ۳۱۸۲ یہ حدیث المعجم الاوسط للطبرانی ۶۳/۵-۶۴ حدیث ۶۵۹۰ اور ابن ابی الدنیا کی الغیبة والنمیمۃ حدیث ۲۵ میں العمت حدیث ۱۶۴ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث کی سند عابدین کثیر الشہمی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۲۲۰۴۔ ضعیف الترغیب والترہیب ۲/۲۳۲-۲۳۱ حدیث ۶۹۰ اسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۳۲۵ حدیث ۱۸۳۶۔

”روایت ہے ابو سعیدؓ اور جابرؓ سے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غیبت کرنی زنا سے سخت تر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! غیبت زنا سے کیونکر سخت تر ہے؟ (صحابہؓ نے حیران ہو کر پوچھا) آپ ﷺ نے فرمایا۔ (سنو!) آدمی البتہ زنا کرتا ہے۔ پھر توبہ کرتا ہے پھر اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (زانی) توبہ کرتا ہے۔ پس اللہ اس کو بخش دیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کی بخشش نہیں کی جاتی۔ یہاں تک کہ بخشے اس کو وہی جس کی غیبت کی ہے۔“

(شعب الایمان)

ملاحظہ:- گوش ہوش سے سن رہے ہیں؟ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ ”غیبت کرنی زنا سے سخت تر ہے۔“ کیونکہ زنا اللہ کا گناہ ہے۔ خلوص دل سے توبہ کرنے پر بخشا جاسکتا ہے۔ اور غیبت کرنے میں دو گناہ ہیں۔ اللہ کی نافرمانی کا گناہ۔ اور جس کی غیبت کی جائے اس کا گناہ۔ پس جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہو۔ معاف نہ کرے۔ غیبت کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ واقعی غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ فرمائیے! کیا آپ کسی کی غیبت کرنے کی اپنے میں ہمت پائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ اکبر! سخت تر ہے لوگوں کے عیب بیان کرنا۔ کس چیز سے؟ حرام کاری سے۔

## غیبت سے وضو اور روزہ کا اعادہ

((وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلَاةَ الظُّهْرِ أَوْ العَصْرِ وَ كَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ أَعِيدُوا وَضُوءَكُمْ وَأَصْلُوتَكُمْ وَأَمْضِيَا فِي صَوْمِكُمْ وَأَقْضِيَاهُ يَوْمًا آخَرَ قَالَ لَا بَلَمَ يَارَسُولَ اللَّهِ قَالَ اغْتَسِمُوا فَلَانَا)) (شعب الایمان)<sup>(۱)</sup>

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے نماز پڑھی ظہر کی یا عصر کی۔ اور تھے دونوں روزہ دار پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو فرمایا۔ پھر کرو وضو اور لوٹنا نماز اور پورا کرو روزہ اپنا (یعنی افطار نہ کرو) اور قضا کرو بدلے اس کے ایک دن اور (یعنی تمہارا یہ روزہ فاسد ہو گیا ہے۔ اس کے بدلے قضا واجب ہے۔ لیکن اسے افطار نہ کرو۔ بلکہ پورا کرو۔) ان دونوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیوں؟ (یعنی وضو نماز اور روزہ کا اعادہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی۔“

(۱) شعب الایمان للبیہقی ۳۰۳/۵ حدیث ۶۷۲۹ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان والغیبة والمشمئ حدیث ۳۸۷۳۔ محقق العصر حافظ زبیر علی بن علی حفظہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں عباد بن منصور قول راجع میں ضعیف مدلس اور مختلط ہے دیکھیے تہذیب التہذیب وغیرہ اور شیخ بن بکر مجہول ہے۔ (لسان المیزان ۱۴/۵ حدیث ۶۸۸۹۔ لہذا یہ روایت ملحوظ شد ضعیف ہے۔) (ماہنامہ شہادت جون ۲۰۰۳ صفحہ ۴۱)

ملاحظہ:- دوروزہ دار شخصوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر وہ کسی کی غیبت کر بیٹھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا۔ لوناؤ وضو کو بھی، نماز کو بھی اور روزہ کو بھی۔ یعنی پھر وضو کرو۔ پھر نماز پڑھو اور پھر روزہ رکھو۔ موجودہ روزہ اگر چہ فاسد ہو گیا ہے۔ لیکن افطار شام کو کرو۔ اس حدیث کے ظاہری حکم سے معلوم ہوا کہ غیبت محرمہ سے وضو اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ اس حدیث میں جو وضو نماز اور روزہ کا غیبت کے سبب اعادہ آیا ہے۔ تغلیظ اور زجر کے لئے ہے۔ درحقیقت وضو اور روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن ان کے اجر کا کمال ضائع ہو جاتا ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ غیبت کرنے سے اللہ کے نزدیک وضو اور روزہ فی الحقیقت ٹوٹ جاتے ہیں۔ یا ثواب کا کمال حاصل نہیں ہوتا۔؟ اس بحث میں ہم نہیں پڑتے۔ ہمیں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم اَعِيْذُوا (لوناؤ) کے ماتحت وضو اور روزہ کو لونا کر تعمیل کرنی چاہئے۔ اور احتیاط کا تقاضا بھی لونا نے ہی میں ہے۔ اور اس بات میں حرج ہی کیا ہے۔ کہ ہم پھر وضو کریں۔ اور بعد رمضان ایک روزہ رکھ لیں۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل میں وہ دونوں شخص بلا چون و چرا وضو نماز اور روزہ کا اعادہ کرتے ہیں۔ تو کیوں نہ ہم بھی بلا تامل اعادہ کا مسلک ہی اختیار کریں۔ کہ متوضی اور صائم اگر غیبت مرتکب ہو۔ تو وضو اور روزہ کی تعمیر نئی بنیادوں پر استوار کرے۔

غیبت سے وضو نماز اور روزہ کے دہرانے کا حکم سن کر ہر شخص کو غیبت محرمہ کے تصور سے کانپ اٹھنا چاہئے کہ لوگوں کی غیبت گوئی کی شرارت اور نجاست نہ صرف معاشرہ میں فتنہ و فساد پیدا کرتی ہے۔ بلکہ اخلاقی اور روحانی فضا کو بھی متعفن کر دیتی ہے۔

## خدا کے بہترین اور بدترین بندے

((وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ وَ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَلَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرًا عَبْدًا لِلَّهِ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْا ذُكِرَ اللَّهُ وَ شَرَّأُرْ عِبَادِ اللَّهِ الْمَسْأُؤُونَ بِالنَّمِيمَةِ الْمَفْرُقُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُونَ الْبُرَاءَ الْعَنَتِ)) (شعب الایمان)<sup>(۱)</sup>

”عبدالرحمن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں۔ یاد کیا جائے اللہ (یعنی ان کی زیارت سے اللہ یاد آ جائے) اور بدترین بندے اللہ کے وہ ہیں۔ جو (فتنہ و فساد کی غرض سے) چلتے ہیں مجلسوں میں ساتھ غیبت کے (جدائی ڈالتے ہیں۔ درمیان دوستوں کے چاہتے ہیں پاک لوگوں سے) (انہیں مہتمم کر کے) مشقت، فساد، ہلاک

(۱) مسند احمد ۳/۲۲۷-۲۲۸ و ۶۰/۳۵۶۔ شعب الایمان للبیہقی ۷/۳۹۴ حدیث ۱۱۰۸ المشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان حدیث ۲۸۷۲-۲۸۷۱۔ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۳/۷۴۳ حدیث ۲۸۲۳۔ علامہ شعب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے بھی اس حدیث کو شاہد کی بناء پر حسن قرار دیا ہے۔ تحقیق المسند ۲۹/۵۲۱ حدیث ۱۷۹۹۸۔ ۳۵/۵۷۷ حدیث ۲۷۶۰۱۔

گناہ زنا۔“ (شعب الایمان)

### اہل اللہ کی زیارت

اللہ کے بدترین بندوں کی نشاندہی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے نیک صالح اور مقرب بندوں کا ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ ہم اہل اللہ کی زیارت اور صحبت کے نور سے توحید کی شاہراہ کا راستہ پائیں۔ اور موخر الذکر شریروں کی لگائی بجھائی کے شراروں سے دامن عافیت بچالیں۔

”ید بیضادر آستین“ صفت بندگان خدا اور اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہے۔ کہ جب ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ نظر ان کے چہرے پر پڑتی ہے۔ تو زائر کا دل ماسوی اللہ کے لات و منات سے خالی ہو کر اللہ احد کے ذکر سے بھر جاتا ہے۔ خدا کی یاد سب یادوں پر غالب آ جاتی ہے۔ غیر اللہ کی استمداد کے تمام عقیدے، تصور اور تخیل حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔ قرآن پاک کے زبردست اتباع اور لیلائے حدیث کے عشق کی وارفتگی سے ان کے روئے اطہر پر قرب الہی کے آثار و انوار کچھ اس شان سے جلوہ بار ہوتے ہیں۔ کہ ان پر نظر پڑتے ہی شرک و احداث کا بے آب و گیاہ صحرا جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ اور ایمان زاہد دل میں اللہ کے ذکر کی نسیم چلنے لگتی ہے۔ یہ ہیں وہ بندگان اللہ جن کی زیارت کبریت احمر اور صحبت اللہ چاہے تو کایا کلب کا حکم رکھتی ہے۔ ستارے ایسے ہی بندوں کی گزراہ ہیں۔ ان ہی کی منزل چرخ نیلی فام سے پرے ہے۔ مہر و ماہ اور سپہر و ستارہ کا ظلم توڑنے والے یہی اہل توحید ہیں۔ ایسے ہی موحدوں کو ایک نظر دیکھنے سے انسان عرفان کے سمندر میں غواصی کرنے لگتا ہے۔ ان خاصہ خاصان عباد کی یہ شناخت بھی یاد رکھیں کہ ان کے قول و فعل میں بدعت ملعونہ کو ہرگز دخل نہیں ہوتا۔ ان کی محفلیں اور مجلسیں بھی احداث کی غلاظت سے پاک ہوتی ہیں۔ وہ خرقة سالوس کے اندر مہاجبی نہیں کرتے۔ بلکہ کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش رکھتے ہیں۔ جو ان کی قوت حلال کا ضامن ہوتا ہے۔ آپ ان کے ہاتھ کو ہمیشہ اونچا دیکھیں گے۔ پست نہ پائیں گے۔ اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ سنت کی پیشوائی میں گزرتا ہے۔ حدیث کی امامت میں بسر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ آپ اللہ والوں کی اس شناسائی سے ”شیر نیستان“ اور ”شیر قالین“ میں فرق کر لیا کریں گے۔ ”عقابوں“ اور ”زاغوں“ کے امتیاز کو نہ بھلائیں گے۔ تاکہ ہم نشینی میں جلائے دل کی جگہ ظلمت نفس حاصل نہ ہو۔ اور طائر لاہوتی اپنی اگلی پرواز سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔

### مفسد چغل خور

اللہ کے بہترین بندوں کی جان پہچان بتانے کے بعد رسول اللہ ﷺ بدترین انسانوں کا پتہ بتاتے ہیں۔ کہ وہ چلتے ہیں۔ مجلسوں میں ساتھ غیبت کے جدائی ڈالتے ہیں درمیان دوستوں کے چاہتے ہیں پاک لوگوں سے مشقت گناہ فساد یعنی وہ لوگ مجلسوں، محفلوں، سوسائٹیوں اور برادریوں میں آ کر ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں۔ زید کو

کہتے ہیں کہ بکر تجھے یہ کہتا ہے۔ اور بکر کے پاس یوں چغلی کھاتے ہیں۔ کہ زید تجھے ان برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اور اس طرح دونوں کو لڑاتے ہیں۔ اور اسی روش پر چلتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان چغلیاں کھا کھا کر تفریق ڈالتے ہیں۔ لگائی بھائی کی آگ سے احباب کی اُلفت اور اتحاد کو برباد کر کے ان میں دشمنی اور جدائی کا بیج بوتے ہیں۔ دوستوں، بھائیوں، بہنوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں اور مسلمانوں کے گھرانوں کی موالیات و مواخات اور صلح و آشتی کے ایوانوں کو غیبت کے ڈائنامیٹ سے اڑاتے ہیں۔ اور پھر غیبت کے مشغلہ پر ہی اکتفا نہیں کر پاتے۔ بلکہ اپنی فطرت کی برائی کو اوج کمال تک پہنچانے کے لئے نیک اور پاک لوگوں پر بہتان اور اتہام کی گندگی بھی اچھالتے ہیں۔ لوگوں کی بیویوں، بیٹیوں، بہوؤں، نیک اولاد اور شریف انسانوں پر بہتان جوڑ کر انہیں بدنام کرتے ہیں۔ ایسے مفسد شرارتی، فسادی، بد طبیعت، چغلیخوروں اور بہتان بازوں کو سرورِ دو عالم ﷺ نے بدترین انسانوں میں شمار فرمایا ہے۔ کیونکہ ان رزیلوں کے سبب اخلاقی فضا نہایت گندی اور گھناؤنی رہتی ہے۔

خدا محفوظ رکھے۔ غیبت کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور اس کی سزا بھی بہت بری اور دردناک ہے۔

حضرت انسؓ سے ایک روایت ابوداؤد میں آئی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ جب مجھے معراج ہوا۔ تو میں (وہاں) ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا۔ جن کے ناخن تانبہ کے تھے۔ اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا۔

((هُؤلَاءِ الَّذِينَ كَانُوا يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ وَيَقْعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ))<sup>(۱)</sup>

” (حضور ﷺ!) یہ وہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ (یعنی چغلیاں کرتے تھے) اور ان کی

آبروریزی کرتے تھے۔“

غیبت کی برائیاں اور مفاسد اس قدر خطرناک اور انجام کے لحاظ سے ہلاکت خیز ہیں۔ کہ حضرت انور ﷺ نے غیبت کو روک دینے کا حکم دیا ہے۔

حضرت انسؓ (۲) سے مشکوٰۃ میں ایک اور روایت موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر کسی شخص کے

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبة حدیث ۳۸۷۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۹۷/۳ حدیث

۳۸۷۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۶۹/۲۔ حدیث ۵۳۳۔

(۲) مشکوٰۃ المعاصیج کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة علی الخلق حدیث ۳۹۸۰ بحوالہ شرح السنة ۱۰۷/۱۳

حدیث ۳۵۳۰۔ الترغیب والترہیب کتاب الادب۔ باب الترہیب من الغیبة والبیات و بیانہما والترغیب فی ردہما

حدیث ۵۰۲/۳۔ حدیث ۳۱۹۷۔ رواہ الاصحانی فی ترغیبه حدیث (۲۲۰۷) ابن ابی الدنیا فی الغیبة والنعیمة حدیث ۱۰۶۔ یہ

حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۵۳۵۸۔ ضعیف الترغیب والترہیب ۲۳۵/۲ حدیث ۱۶۹۹

سلسلۃ الاحادیث الضعیفة ۳۶۳/۳ حدیث ۱۸۸۸۔ شرح السنة للنفوی بتحقیق شعب الارناؤط ۱۰۷/۱۳ حدیث

روبرو اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہو رہی ہو۔ اور وہ روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ تو روک دے۔ (اس روکنے کے سبب) اللہ تعالیٰ دین<sup>(۱)</sup> اور دنیا (کی مصیبتوں) میں اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے نہ روکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس سے (جیسے چاہے) باز پرس کرے گا۔“

سلف صالحین غیبت کے نام سے لرزتے تھے۔ ان کی روح چغلی کرتے یا ہنستے وقت کا پتہ تھی۔ ان میں سے اگر کوئی کسی کی غیبت کر بیٹھتا۔ تو جب تک اس کے پاس جا کر بخشنا نہ لیتا۔ اسے کسی کرٹ جین نہیں آتا تھا۔ خواہ اسے اس غرض کے لئے کہیں دور سفر کرنا پڑتا۔ لیکن ہم غیبت کو بڑی معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اسے دل لگی، تفریح اور ہنسی مذاق کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ سب بھائی بہنوں کو اپنے دل سے عہد کر لینا چاہئے۔ کہ وہ کبھی غیبت محرمہ کے مرتکب نہ ہوں گے۔ اور اگر کوئی ان کے سامنے غیبت کی غلاظت کو ہوا دینے لگے۔ تو وہ فوراً انہیں روک دیں گے کہ اسلامی اخلاق نے ہمیں ایسی ہی تعلیم دی ہے۔

### بہتان کی فتنہ انگیزی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ اگر کسی کا وہ عیب پس پشت بیان کیا جائے۔ جو اس میں پایا جاتا ہو۔ تو اسے غیبت کہتے ہیں۔ اور اگر کسی سے متعلق کوئی برائی خود گھڑ کر بیان کی جائے۔ تو اس کو بہتان کہا جاتا ہے۔ غیبت کرنے کے گناہ اور سزا وغیرہ کا حال تو آپ مفصل طور پر سطور بالا میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ اس کے تصور سے زمین پاؤں تلے سے نکل جاتی ہے۔ اور بہتان لگانے والوں کا کیا حال ہوگا۔ جو بدیوں، بدکاریوں، عیبوں اور گناہوں کی تہمتیں جوڑ کر پاک دامنوں اور بے گناہوں کو بدنام کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ بہتان لگانا بہت بڑا گناہ ہے۔ مسلمانوں سے متعلق الزام تراشی کران کی آبروریزی کرنا اللہ کے غضب میں آنا ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ اور ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں (ایک نہایت ضروری) خطبہ سنایا۔ اس خطبہ میں آپ کی آواز اس قدر بلند تھی۔ کہ پردہ نشین عورتوں نے اپنے گھروں کے اندر بھی سن لیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! زبان سے تو ایمان لائے ہو۔ لیکن وہ ایمان ہنوز دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا۔ (خبردار!) مسلمانوں کو تکلیف نہ دو۔ انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی برائیاں نہ ڈھونڈو۔ نہ مسلمانوں کی غیبتیں کرو۔ نہ ان کی پردہ داریوں کے پیچھے پڑو۔ (یاد رکھو!) جو کسی

(۱) حضور انور ﷺ نے فرمایا جو شخص غیبت کرنے والے کو اپنے بھائی کا گوشت کھانے (یعنی غیبت کرنے سے روکتا ہے۔ خدا پر لازم آتا ہے کہ اسے جہنم کی آتش سے بچائے۔) (مشکوٰۃ)

مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب باب الشفقة والرحمة علی الخلق حدیث ۳۹۸۱ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۱۱۳/۶ حدیث ۷۶۳۳۔ مسند احمد ۳/۶۱۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷۶/۲۳۔ ۱۷۵۔ حدیث ۳۳۳۔ ۳۳۴ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۳/۸۲ حدیث ۲۸۷۔

مسلمان بھائی کی پردہ داری اور پوشیدگی کی ٹوہ اور تلاش میں لگ جائے گا۔ اللہ اس کے چمپے عیبوں کے درپے ہو جائے گا۔ اور یقین جانو۔ کہ جس کے عیبوں کے درپے اللہ ہو جائے۔ وہ اسے ذلیل کر کے چھوڑے گا۔ حتیٰ کہ اس کے گھر میں اس کی فضیحت ہو جائے گی۔ راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ کی نگاہ ایک بار جب کعبہ پر پڑی تو (مومن کی عزت کا تصور کر کے) بولے۔ مَا أَعْظَمَكَ وَمَا أَعْظَمَ حُرْمَتَكَ ”کعبہ بے شک تو بڑی عزت والا ہے اور لاریب تیری حرمت بہت بڑی ہے۔“ وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللَّهِ مِنْكَ پر بخدا مومن کی حرمت و آبرو اور عزت و عظمت اللہ کے ہاں تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔“ (ابوداؤد ترمذی) (۱)

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا۔ کہ حدیث مذکور میں رسول اللہ ﷺ نے ان مسلمانوں سے ایک گونہ نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور ان کے ایمان کی مضبوطی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ چغلیاں کھاتے، غیبتیں کرتے، لغزشیں ڈھونڈتے اور ان کی رازداریوں کی شمول میں رہتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کو ڈرایا ہے۔ کہ اگر وہ مومنوں کی عیب جوئی اور عیب گوئی سے باز نہ آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرنے کی ٹھان لے گا۔ کیونکہ وہ چغل خور، بدگو اور لوگوں کی پوشیدگیوں کو تلاش کرنے والے فرشتے تو ہیں نہیں۔ کہ معصوم ہوں۔ بلکہ وہ بھی گنہگار ہیں۔ ان کی رازداریاں بھی تاریک اعمال کی پناہ گاہیں اور پوشیدگیوں بد اعمالی کے شکار کے فتراک ہیں۔

پھر حضرت ابن عمرؓ کا مومن کی عزت کو کعبہ کی حرمت پر فوقیت دینا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ مومن کی آبرو ریزی کرنے والا خانہ کعبہ کو گرانے والے سے بڑا گنہگار ہے۔ پس جو شخص مسلمانوں پر بہتان باندھتا۔ تہمت لگاتا، اتہام تراشتا اور بدکاری، بدچلتی اور اخلاقی گراؤوں کے افسانے گھڑ کر ان کی آبرو برباد کرتا ہے۔ بے گناہ مردوں اور باعصمت عورتوں کی بہتان کے ہاتھوں عزت چھینتا ہے۔ یقین مانئے کہ وہ کعبہ اللہ کی عزت سے ایک بڑی عزت کو غارت کرتا ہے۔

### دوزخ کے پیل پر قید بہتان کے جرم میں

((عَنْ مَعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ رَمَى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يَرِيدُ بِهِ شَيْنَهُ حَبَسَهُ اللَّهُ عَلَى جَسَرٍ حَهْمَمَ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ)) (ابوداؤد) (۲)

”معاذ ابن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے کسی مسلمان کو رسوا کرنے

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء في تعظيم المومن حديث ۲۰۳۲۔ سنن ابوداؤد كتاب الادب باب في الغيبة حديث ۳۸۸۰۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۵۸۸/۲۔ حدیث ۲۳۳۹۔

(۲) سنن ابوداؤد كتاب الادب باب من رد عن مسلم غيبة حديث ۳۸۸۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۹۸/۳۔ حدیث ۳۸۸۳۔



کی غرض سے اس پر (کسی قسم کی) تہمت لگائی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے دن) دوزخ کے بل پر قید رکھے گا۔ اس وقت تک کہ وہ اپنی بات (تہمت) سے چھٹکارا نہ پالے۔“

ملاحظہ:- قیامت کے دن دوزخ کے اُد پر ایک بل بنایا جائے گا۔ اور ہر شخص کو اس بل پر سے گزرنا ہوگا۔ میدان حشر میں فلاح پانے والے بھی اس بل کو عبور کر کے داخل بہشت ہوں گے۔ حضرت انور ﷺ کی حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس شخص نے دُنیا میں کسی مسلمان پر بہتان باندھ کر اس کو بدنام کیا ہوگا۔ اس کو بل صراط پر روک لیا جائے گا۔ ملائکہ اسے بل پر قید کر لیں گے۔ اور اس وقت تک قید رکھیں گے۔ بہشت میں نہیں جانے دیں گے۔ جب تک وہ شخص اسے بخش نہ دے گا۔ جس پر اس نے دُنیا میں تہمت لگائی تھی۔ جن مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور اس دن انہوں نے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ انہیں خوف کرنا چاہئے اور اس جہان فانی کے اندر کسی مسلمان مرد یا عورت پر ہرگز بہتان نہیں لگانا چاہئے۔ اور اگر کسی کے زجاج عصمت کو تہمت کے پتھر سے توڑا ہے۔ تو اس سے معذرت کر کے یہاں ہی صفائی کر لینی چاہئے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سی چیزیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

◆ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔

◆ جادو کرنا۔

◆ کسی کو ناحق قتل کرنا۔

◆ سود کھانا۔

◆ یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔

◆ جہاد کے دن (میدان جنگ سے) پشت دے کر بھاگنا۔

◆ وَقَذَفَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْعَافِلَاتِ۔

”اور پاک دامن مسلمان عورتوں پر وہ تہمت لگانی۔ جس کا انہیں کوئی پتہ تک نہ ہو۔“<sup>(۱)</sup>

غیبت کا کفارہ

((وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغَيْبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ

(۱) صحیح بخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یا کلون اموال البیتنی ظلماً انما یا کلون فی بطونہم ناراً و سیملون سعیراً۔ حدیث ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر و اکبرها حدیث ۸۹۔

اِعْتَبْتَهُ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لَهٗ)) (رواه البيهقي في دعوات الكبير)<sup>(۱)</sup>  
 ”حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق کفارہ غیبت کا یہ ہے  
 کہ تو اس کے لئے (خدا سے) بخشش چاہے۔ جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہہ تو (یوں) اللَّهُمَّ اغْفِرْ  
 لَنَا وَ لَهٗ يَا اَلٰهِي بخش ہم کو اور اس کو۔“

ملاحظہ:- حدیث پاک کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس شخص کی غیبت کی ہے۔ اگر غیبت کا اس کو علم ہو گیا۔ تو پھر بالراست  
 اس کے پاس جا کر گناہ بخشوانا چاہئے۔ اور اگر اس کو غیبت نہیں پہنچی تو گزر کر پہلے اپنے لئے بخشش کی دعا مانگی  
 چاہئے۔ تاکہ خود گناہوں سے تو پاک ہو لیں اور پاک ہو کر پھر دوسرے کے لئے دعا مانگیں تاکہ مستجاب ہو۔ یا اللہ!  
 ہمیں بھی بخش اور اس کے گناہوں کو بھی بخش دے کہ جس کی ہم نے غیبت کی ہے۔“ پھر جس کی غیبت کی ہے۔ اگر  
 وہ فوت ہو گیا ہو۔ تو بھی اس کی بخشش کی دعا کرنی چاہئے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو راضی کر دے گا۔ اور وہ  
 مواخذہ سخن چینی نہ کرے گا۔ اسی قیاس پر بہتان لگائے گئے شخص سے بھی تہمت<sup>(۲)</sup> کا گناہ بخشوانا چاہئے۔ اور اگر وہ  
 چل بسا ہو۔ تو اس کی مغفرت کی دعا کرنی چاہئے۔ رورود خدا سے اس کی بخشش مانگی چاہئے۔ اور اس کے بعد تہیہ  
 کر لیں۔ کہ آئندہ چغل خوری اور بہتان کے دھکتے ہوئے انگاروں سے زبان کو بچائیں گے۔ فتنہ و فساد پھیلانے اور  
 کسی کو ناحق بدنام کرنے کی غرض سے نہ غیبت محرمہ کے مرتکب ہوں گے اور نہ اتہام کے زہرا بہ سے عصمتوں کا خون  
 کریں گے۔

## حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان

مومن کی عزت بہت بڑی چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی حفاظت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب باب حفظ النساء و الغیبة و الشتم حدیث ۲۸۷۷ بحوالہ الدعوات الكبير للبيهقي  
 ۲۹۳/۳ - حدیث ۵۰۷ - شیخ سلیم الہلالی نے تحریل الوابل الصیب من الکلم الطیب صفحہ ۳۲۷ میں اس حدیث کو انتہائی ضعیف  
 قرار دیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۲۸/۳ حدیث ۱۱۵۱۹ اس  
 حدیث کی سند عنہ۔ بن عبد الرحمن القرشی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

(۲) زنا کی تہمت پر حد مارنے کا حکم ہے جو اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ جہاں شرعی حدیں نافذ ہوں وہاں تہمت کے گناہ بخشے یا بخشوانے کا  
 سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ تہمت زنا پر حکومت کی طرف سے اسی کوڑے مارے جائیں گے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر منافقوں  
 نے تہمت لگائی۔ تو چند مسلمانوں کی زبان سے بھی حضرت عائشہ طاہرہ کے متعلق تہمت کے گندے کلمے نکل گئے پھر جب قرآنی وحی  
 حضرت عائشہؓ کی پاک دامن میں نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سحیح، حضرت حسان، حضرت حمزہ کو بہتان لگانے کی شرعی سزا  
 میں اسی کوڑے مارے تھے۔ جن سے وہ پاک ہو گئے تھے۔ (محمد صادق)

(فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَآمَؤَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ) (بخاری) (۱)

”مسلمانو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان ایک کی ایک پر حرام ہیں۔“

یعنی جس طرح کسی کو قتل کرنا۔ اور کسی کا مال مارنا یا لوٹنا حرام ہے۔ اسی طرح کسی کی عزت پر حملہ کرنا اسے مٹانا اور برباد کرنا حرام ہے، قتل کے تصور سے آپ کا نپ اٹھتے ہیں۔ ذمیت کی واردات پر آپ نفرین بھیجتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمان کی آبروریزی کے خیال سے بھی آپ کو لڑزہ بر اندام ہونا چاہئے۔ کہ رحمت عالم ﷺ نے ایک ہی جملہ میں تینوں فعلوں کو حرام کہا ہے۔

ہر مسلمان کو چاہئے۔ کہ جس طرح وہ اپنی جان مال اور گھر کے ہر فرد کی عزت کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کی جانوں مالوں اور ان کی عزتوں کی پاسبانی کرے۔

ہنگ عزت اور آبروریزی میں بہتان کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اس میں عیب، گناہ بدی اور بدکاری خود گھڑ کر کسی کے ذمہ لگائی جاتی ہے اور اس طرح اس کو لوگوں میں ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے۔ بہتان لگانا، بہت گھٹیا، ذلیل اور کمینے لوگوں کا کام ہے۔ جنہیں اللہ کا کچھ خوف نہ ہو۔ جو دل مردہ روح افسردہ اور ایمان پڑ مردہ رکھتے ہوں۔ منافق، ملحد اور بے دین ہوں۔

تعب اور حیرانی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر بد باطن منافقوں نے بہتان باندھا۔ حوران بہشتی کے فردوس عفت کو اپنے اخلاق کی پہنایوں میں سونے والی عائشہ پر تہمت لگائی۔ اس بہتان کے تصور سے روح کا پتی اور قلم لرزتا ہے۔ اٹک عائشہ کا واقعہ ہم یہاں ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔ متعدد مسائل ان کی معلومات میں اضافہ کریں اور پھر وہ تہمت کی کالی گھٹاؤں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کا چاند نکلتے دیکھ کر باغ باغ ہوں۔ ام المؤمنینؓ کی پاک دامنی پر دس آیتوں کا نزول اللہ تعالیٰ کی شہادت پڑھ کر کیف ایمان پائیں۔

## جگر خراش واقعہ اٹک

ام المؤمنین (۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے (پھر اگر کسی بیوی کو ساتھ لے جانا ہوتا) تو اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے۔ جس بیوی کا نام نکلتا۔ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ ایک دفعہ غزوہ (بنی مصطلق) کے موقع پر جو آپ نے قرعہ ڈالا۔ تو میرا نام نکل آیا۔ میں اس سفر میں آپ کے

(۱) صحیح بخاری کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ او عنی من سامع حدیث ۶۷۔ صحیح مسلم کتاب

القسامۃ و المحاربین باب تغلیظ تحریم الدعاء و الاعراض و الاموال حدیث ۱۶۷۹۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضاً حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب التفسیر باب لولا

سمعتہم ظن المؤمنون و المؤمنات (سورۃ النور: ۱۲-۱۳) حدیث ۴۷۵۰۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی

حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

ساتھ چل دی۔ چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ اس لئے میں ہودج (Litter) میں سوار تھی۔ ہودج ہی اٹھا کر (اؤنٹ پر) رکھ دیتے تھے اور اتار لیتے تھے۔ اسی طرح ہم چلتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ جب جہاد سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ اور مدینہ منورہ کے قریب آ گئے۔ تو ایک رات آپ نے (پڑاؤ کے بعد) کوچ کا اعلان کیا۔ میں رفع حاجت کے لئے چلی گئی۔ جب فارغ ہو کر اپنے ہودج کے پاس آئی۔ تو اپنے سینہ کو ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ بلوری موتیوں کا خلفاری<sup>(۱)</sup> ہار کہیں ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں پھر ہار کی تلاش میں واپس گئی۔ اور ہار کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے کچھ دیر ہو گئی۔ ادھر جو لوگ مجھے کجاہہ پر بٹھایا کرتے تھے۔ انہوں نے میرے ہودج کو اٹھا کر میری سواری کے اؤنٹ پر رکھ دیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ میں ہودج کے اندر ہوں۔ کیونکہ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں ان میں منپا نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں کھانے کو غذا کم ملتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ (ہودج) اٹھاتے وقت لوگوں کو پتہ نہ چل سکا (کہ میں اس کے اندر نہیں ہوں) اور ویسے بھی میں کم عمر<sup>(۲)</sup> لڑکی تھی۔ (کہ میرا ابو جہ بھی کیا تھا)۔ لوگ (میرا) اؤنٹ اٹھا کر روانہ ہو گئے۔ اور لشکر کے کوچ کرنے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔

میں جب لوٹ کر پڑاؤ پر آئی۔ تو اس جگہ کسی کو نہ پایا۔ چارونا چار میں نے اسی جگہ بیٹھ رہنے کا ارادہ کیا۔ جہاں (پہلے) اُتری تھی۔ اس خیال سے کہ (منزل پر پہنچ کر) جب لوگ مجھے (ہودج میں) نہ پائیں گے تو پھر ضرور (میری تلاش میں) لوٹ کر واپس آئیں گے۔

وہاں بیٹھے بیٹھے نیند نے غلبہ پایا۔ اور میری آنکھ لگ گئی۔ صفوان<sup>(۳)</sup> بن معطل سلمی لشکر کے پیچھے تھے۔ (ان کی یہ ڈیوٹی تھی کہ لشکر کے پیچھے رہیں۔ اور بعد میں گری پڑی چیز یا بھولا پھڑا آدی ساتھ لیتے آئیں) صبح کو میری جگہ پر سوائے ہوئے آدی کو دیکھ کر انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ مجھے پہچانتے ہی انہوں نے اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھا۔ ان کی آواز سے میں جاگ اُٹھی۔ اور چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اس کے علاوہ اللہ کی قسم نہ میں نے صفوان سے کچھ کلام کیا۔ اور نہ انہوں نے مجھ سے کوئی لفظ تک کہا۔

پھر صفوان نے جھک کر اپنا اؤنٹ بٹھایا۔ اس کے اگلے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھا۔ (تاکہ اُٹھ نہ بیٹھے) میں پھر کھڑی ہو کر اؤنٹ پر سوار ہو گئی۔ انہوں نے اس کی نیل تھامی۔ اور چل دیئے چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت ہم

(۱) ظفار ایک جگہ کا نام ہے وہاں سے موتی آتے تھے ان ہی موتیوں کا وہ ہار تھا۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ کے گلے سے ٹوٹ کر گر گیا تھا۔

(۲) اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۵ برس کے قریب تھی۔ (محمد صادق)

(۳) صفوان بن معطل جنگ خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ اور عہد فاروقی ۱۹ھ میں جنگ ارمینہ میں شہید ہوئے۔ (محمد صادق)

قافلہ میں جا ملے۔ کیونکہ قافلہ والے ایک پڑاؤ پر اترے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہلاک ہونے والے مجھ پر افترا بندی کر کے ہلاک ہو گئے۔ اور منافقوں کا سر وار عبد اللہ بن ابی اس طوفان کا بانی مہمانی تھا۔<sup>(۱)</sup>

(بخاری)

## حضرت عائشہؓ پر رنج و غم کے پہاڑ

حضرت عائشہ صدیقہؓ<sup>(۲)</sup> فرماتی ہیں۔ مدینہ میں پہنچ کر میں مہینہ بھر بیمار رہی، لوگ افتراء بندوں کی باتوں کا چرچا کرتے تھے۔ لیکن مجھے (ابھی تک) اس طوفان انگیزی کا علم نہ تھا، البتہ بیماری کی حالت میں مجھے شک ضرور گزرتا تھا۔ کیونکہ جو لطف و کرم میں نے گذشتہ بیماریوں میں رسول اللہ ﷺ سے دیکھا تھا۔ وہ اس بیماری میں نظر نہیں آتا تھا۔ آپ تشریف لاتے اور صرف سلام کر کے اتنا پوچھتے تھے۔ کہ طبیعت کیسی ہے؟ یہ پوچھ کر واپس چلے جاتے تھے اس سے مجھے شبہ ضرور ہوتا تھا، لیکن برائی (طوفان) کی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ (بخاری شریف)

طوفان کی بھنگ کانوں میں<sup>(۳)</sup>

میں ام مہر<sup>(۴)</sup> کے ساتھ (رات کو) رفع حاجت کے لئے خالی میدان کی طرف گئی، کیونکہ خالی میدان (جنگل) ہی رفع حاجت کا مقام تھا اور صرف رات کو ہی ہم وہاں جاتی تھیں۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ کہ جب

(۱) حضرت عروہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کے رو برو جب اس واقعہ اگک کا ذکر ہوتا تو وہ کان لگا کر سنتا اور اثبات و انکار کرتا اور اس کو شہرت دیتا تھا۔ افتراء بندوں میں حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور محمد بن جحش کے نام بھی میں جانتا ہوں باقی لوگوں کے نام مجھے معلوم نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ افتراء انگیزوں کی ایک جماعت تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (عُصْبَةٌ مِنْكُمْ) اور اس کا بانی مہمانی عبد اللہ بن ابی تھا۔ (بخاری)

صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۳۱۳۱ و کتاب التفسیر باب ان الذین یحبون ان یشیع الفاحشہ۔ حدیث ۳۷۵۷۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضاً حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب التفسیر باب لولا سمعوه یلن المؤمنون والمومنات۔ (سورۃ النور: ۱۲-۱۳) حدیث ۳۷۵۰۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضاً حدیث ۲۶۶۱ صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۴) ام مسطح ابو رہم بن عبد المطلب بن عبد مناف کی بیٹی۔ اثاثہ بن عماد بن مطلب کی بیوی مسطح بن اثاثہ کی والدہ تھیں۔ اور ام مسطح کی والدہ فحمر بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ تھیں۔ (بخاری باب حدیث الافک۔ محمد صادق۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۳۱۳۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

مکانوں کے نزدیک پاخانے (Latrine) نہیں بنے تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم رفع حاجت کے لئے جنگلوں میں جایا کرتی تھیں۔ کیونکہ گھروں کے قریب پاخانے بنانے سے ہمیں کراہت آتی تھی جب ہم دونوں رفع حاجت سے فارغ ہو کر اپنے مکان کے قریب آئیں۔ تو ام سطح کا پاؤں چادر میں اُبھ گیا۔ اور اس کی زبان سے کوسا نکل گیا کہنے لگی۔ سطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کو برا کہتی ہو جو جنگ بدر میں شامل تھا۔ اس نے کہا۔ بھولی بیٹی! کیا تو نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ میں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ تو پھر ام سطح نے مجھ پر بہتان لگائے جانے کا واقعہ میرے روبرو کہہ سنایا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ یہ سن کر میری بیماری پر ایک اور بیماری کا اضافہ ہو گیا۔ پاؤں تلے سے زمین نکل

گئی۔ (بخاری شریف)

حضرت عائشہؓ میکے گھر

جب میں (رفع حاجت سے فارغ ہو کر) گھر آئی۔ تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ اور حال پوچھا۔ میں نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو۔ تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہاں جانے سے میرا مطلب یہ تھا کہ والدین سے مجھے (میرے طوفان کی) یقینی خبر مل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اجازت دے دی۔ اور میں اپنے میکے گھر چلی آئی۔ (بخاری شریف) (۱)

آنکھوں سے اشکوں کی برکھا

حضرت عائشہؓ نے اپنی والدہ کو کہتی ہیں اچھی اماں! لوگ کیا چرچے کر رہے ہیں؟ والدہ جواب دیتی ہیں۔ ”پیری بیٹی! تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ اللہ کی قسم اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو عورت خوبصورت اور اپنے خاندان کی چہیتی ہو۔ اور اس کی سوتیں بھی ہوں۔ تو اس کے پیچھے ایسی باتیں لگا ہی کرتی ہیں۔“

حضرت عائشہؓ نے کہا

سبحان اللہ! یہ چه میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ لوگوں کی زبان سے ایسے کلمات میری بابت نکل رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ پھر تو میں تمام رات روتی رہی۔ سحر تک آنسو نہ تھے۔ آنکھوں میں نیند نہ آئی۔ اور پھر صبح اشکوں کی برکھا! (اللہ! عائشہ پر یہ طوفان)! (بخاری شریف) (۲)

(۱) صحیح بخاری، کتاب الشہادات: باب تعدیل النساء بعضہن بعضاً حدیث ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ

باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضاً حدیث ۲۶۶۱ و کتاب المغازی باب حدیث

الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

## عائشہ کی طلاق کے مشورے

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ کہتی ہیں کہ صُبح کو میں تو روتی رہی۔ اور ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور اُسامہؓ کو بلایا۔ کیونکہ وحی کے آنے میں توقف ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات سے میرے متعلق پوچھ گچھ کی۔ (آہ)!

((وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ))<sup>(۱)</sup>

”اور ان دونوں سے مجھے طلاق دینے کے متعلق مشورہ کیا۔“

## حضرت اُسامہؓ کی شہادت

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت اُسامہؓ نے تو میری پاک دامنی بیان کی اور حضور ﷺ کو وہی مشورہ دیا۔ جس کا تقاضا ازواج مطہرات کی محبت کرتی تھی۔ (اُسامہؓ نے کہا، حضور ﷺ! عائشہ آپ کی بیوی ہیں۔ اور ہم ان میں نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھتے۔) وہ سراسر پاک دامن ہیں اور یہ خبر بالکل جھوٹ اور محض بہتان ہے۔ (بخاری)<sup>(۲)</sup>

## حضرت علیؓ کی شہادت

حضرت عائشہ طاہرہؓ فرماتی ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے آپ کے لئے

(۱) حوالہ سابق۔ سورۃ الانعام: ۵۰

(۲) صحیح بخاری نے قُلْ لَا اِغْلَمُ الْغَيْبُ (میرے پیارے رسول ﷺ! کہہ دے کہ میں غیب نہیں جانتا۔ ناظرین غور کریں کہ اگر رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہوتے تو اپنی عصمت مآب پاکدامن عائشہ صدیقہؓ طیبہؓ طاہرہؓ بیوی کو طلاق دینے کے مشورے کرتے اور صحیح بخاری کے الفاظ کی رو سے حضرت علیؓ اور حضرت اُسامہؓ سے اس عفت مآب عائشہ کا چال چلن پوچھتے جس کے لحاف میں خود رسول اللہ ﷺ پر وحی اترنے لگتی تھی وہ عائشہؓ جتننا عقیفہ جو عفت مریح عصمت حوراں اپنے دامن میں سونے ہوئے تھیں اس عائشہؓ کے متعلق گھر کی خادمہ بربرہ سے آپ ﷺ پوچھتے یہ الفاظ صحیح بخاری اُذْیَبْتُ مِنْ شَيْخِي يُرِيدُكَ<sup>۰</sup> کیا تو نے عائشہ کے چال چلن میں کوئی شبہ کی بات دیکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب رحمت اللعالمین۔ خاتم النبیین۔ شفیع المذنبین اکرم الاولین واکرم الاخرین حضرت محمد ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ جیسی تو اس بہتان کے سلسلہ میں اتنا طویل عرصہ خود آپ بھی بے حد پریشان رہے۔ عائشہؓ نے رات دن غم و الم میں رو رہ کر گزارے۔ اور عائشہؓ کے والدین بھی مایہ بے آب کی طرح بے حال رہے آخر جب سورہ نور کی آیتیں جتا بہ صدیقہ کی پاک دامنی پر نازل ہوئیں پھر جا کر سب کے اندوہ و ملال کی کالی گھٹائیں چھینیں۔ حضور پُر نُوْر ﷺ کو اللہ غیب کی خبریں بتاتا تھا۔ تو حضور جانتے تھے۔ اللہ نہ بتاتا تھا۔ تو از خود نہ جانتے۔ تو جو اللہ کے بتانے سے خبریں جانتے اس کو غیب جاننے والا نہیں کہتے۔ (صادق)

صحیح بخاری، کتاب المغازی: باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ: باب حدیث

الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔

کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ وَالنِّسَاءُ بِسِوَاهَا كَثِيرٌ عَائِشَةُ كَسَا بَعْضُ عَوْرَتِيں بہت ہیں۔ مزید تحقیق گھر کی ملازمہ (بریدہ) سے کر لیجئے۔ وہ آپ سے سچ سچ بیان کر دے گی۔ (صحیح حالات سامنے آ جائیں گے)۔ (بخاری) (۱)

### بریدہ کی شہادت

پھر رسول اللہ ﷺ نے بریدہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا۔ بریدہ! (سچ سچ بتاؤ) کیا تم نے عائشہ میں کوئی ایسی بات دیکھی۔ جس سے تجھے (اس کے چال چلن میں) کبھی شک پڑا ہو؟ (۲)

بریدہ نے کہا۔ تم ہے اس اللہ کی۔ جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے آج تک عائشہ میں کوئی بات اس قسم کی نہیں دیکھی۔ (وہ پاک طیبہ اور طاہرہ ہے) ہاں اپنی کم سنی کی وجہ سے (کبھی) گندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سوجاتی ہے۔ چاہے بکری آ کر کھا جائے۔ (اس میں ہرگز کوئی عیب نہیں۔ یہ قصہ طوفان اور محض گھرنٹ ہے)۔ (بخاری)

### عائشہ کے آنسو جاری ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ میں (مارے غم کے) روتی رہی۔ نہ تو مجھے نیند آتی اور نہ ہی آنسو رکتے۔ اسی طرح دورا تیں اور ایک دن بغیر سوئے گزر گیا۔ آنکھوں سے جھم جھم پانی برستا تھا۔ میں سمجھ چکی تھی کہ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ صبح کو میرے والدین (اسی گھر میں) میرے پاس آ کر بیٹھے ہی تھے۔ کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ (میں رورہی تھی) وہ بھی آ کر میرے ساتھ رونے لگ گئی۔ (بخاری شریف) (۳)

### آلودہ دامن ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ (۳) کہ اسی اثناء میں۔ (کہ میں اور وہ انصاری عورت رورہی تھیں۔ اور میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے) رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تہمت کے دن سے لے کر اس وقت تک آج پہلی دفعہ آپ میرے پاس بیٹھے۔ حضور ﷺ کو ایک مہینہ تک میرے متعلق کوئی وحی نہ ہوئی۔ آپ نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ كَذًّا وَكَذًّا فَإِنْ كُنْتَ بَرِيئَةً فَسَيِّرْ لِي اللَّهُ وَإِنْ كُنْتَ أَلَمَّتْ

(۱)(۲)(۳) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فی

حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء بعضہن بعضا حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب المغازی، باب حدیث

الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰۔



فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَ تُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللَّهِ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِأَعْيُنِنَا  
فَاتَّقِي اللَّهَ إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ النَّبَاتِ ادْمِ إِنْ كُنْتَ أَخْطَأْتَ فُتُوبِي وَ وَعَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَ سَلَّمَ)) (بخاری شریف ترمذی)

”عائشہ! میں نے تیرے متعلق ایسی ایسی باتیں سنی ہیں۔ اگر تو گناہ سے پاک ہے تو عنقریب اللہ تیری  
پاک دائمی بیان کر دے گا۔ اور اگر تو گناہ سے آلود چکی ہے۔ تو اللہ سے استغفار کر اور اس سے معافی  
مانگ! (سنو!) جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے۔ پھر اس کی طرف جھکتا ہے تو اللہ بھی اس کی توبہ قبول  
کر لیتا ہے۔ عائشہ! اللہ سے ڈر! تو بھی آخر آدم کی بیٹیوں میں سے ہے۔ اگر تجھ سے خطا ہوگی ہے تو توبہ  
کر لے۔ اور بھی آپ نے لمبا وعظ فرمایا۔“ (بخاری شریف ترمذی)

### عائشہ کا صبر لہریز جواب (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب یہ نصیحت فرما چکے۔ تو میرے آنسو ٹھم گئے۔ اور ایک  
قطرہ بھی نہ نکلا۔ میں نے اپنے والد (حضرت ابو بکر صدیق) سے کہا۔ کہ آپ میری طرف سے حضور ﷺ کو جواب  
دیتے تھے۔ میرے والد بولے۔ ”اللہ کی قسم میں نہیں جانتا۔ کہ کیا جواب عرض کروں۔ میں نے والدہ (ام رومان) سے  
کہا کہ آپ ہی جواب دیں۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ اللہ کی قسم کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا جواب دوں!  
میں اگرچہ کم سن لڑکی تھی۔ اور (ابھی) زیادہ قرآن بھی نہ پڑھی تھی۔ پھر بھی میں نے کہا۔ (اے اللہ کے  
رسول ﷺ!) اللہ کی قسم میں جانتی ہوں کہ یہ بات (بہتان کی) آپ نے سنی ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے دل میں  
پوست ہوگئی ہے۔ اور آپ نے اس کو سچ سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو عیب سے پاک کہوں  
گی۔ تو آپ کو یقین نہیں آسکتا اور اگر کسی ناکردہ گناہ کا اقرار کر لوں تو آپ مجھ کو سچا جانیں گے۔ بخدا! اب میری اور  
آپ کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔

((فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ))

”میرے لئے صبر نبی بہتر ہے۔ اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی طلب گار  
ہوں۔“

یہ کہہ کر میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اللہ کی قسم مجھے اپنی برات کا تو یقین تھا۔ اور یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ  
مجھے اس الزام سے بری فرمائے گا۔ لیکن اس بات کا مجھے خواب و خیال نہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے حق میں قرآن میں

(۱) صحیح بخاری، کتاب الشهادات: باب تعديل النساء بعضهن بعضاً، حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب المغازی: باب

حدیث الافک، حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة: باب فی حدیث الافک و قبول توبة الغاذف حدیث

آیتیں نازل کرے گا۔ جو (قیامت تک) نمازوں میں پڑھی جائیں گی۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہ جانتی تھی۔ کہ اللہ میرے کسی امر کے متعلق وحی بھیجے گا۔ البتہ یہ اُمید ضرور تھی۔ کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے۔ جس میں اللہ تعالیٰ میری پاک دائمی ظاہر فرمادے گا۔ لیکن اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ ابھی وہیں بیٹھے تھے اور نہ گھر والوں سے ابھی کوئی باہر نکلا تھا۔ کہ حضور ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حتیٰ کہ چہرہ مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگا۔ حالانکہ دن سخت سردی کے تھے۔

جب وحی کی کیفیت ختم ہوگئی۔ تو آپ نے ہتے ہوئے سب سے پہلے یہ الفاظ فرمائے۔

”عائشہ! اللہ نے تیری پاک دائمی بیان فرمادی ہے۔ (اللہ نے تیری عصمت کی گواہی دے دی ہے۔“

میری والدہ نے کہا۔ عائشہ! اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکر یہ ادا کرو۔ میں نے جواب دیا۔

﴿وَاللّٰهُ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاِنِّي لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ﴾

ترجمہ ”اللہ کی قسم! نہ تو میں حضور ﷺ کے لئے اٹھوں۔ (۱) اور نہ ان کی ستائش کروں۔ (کیونکہ آپ

نے تو مجھے آلودہ سمجھ لیا تھا) اب تو میں صرف اپنے اللہ بزرگ و برتر کی ثناء کروں گی۔ جس نے میری پاک

دائمی کا اظہار فرمایا ہے۔“ (بخاری شریف)

(۱) عورت اگر چہ مرد کے ماتحت ہوتی ہے لیکن وہ ایسی ماتحت نہیں جیسے کہ لونڈی محکوم ہوتی ہے بلکہ عورت کو مرد کے ساتھ ایک قسم کا دوستی کا تعلق بھی ہوتا ہے اس تعلق کی رو سے عورت کو مرد پر ناز ہوتا ہے اور پھر اس تعلق کے سبب مرد عورت پر وہ رعب نہیں جما سکتا جو نوروں اور غلاموں پر جما جاتا ہے بھلا کیا آپ اپنے دوستوں پر غلاموں کا سارعب ڈال سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پس عورت جہاں مرد کی بیوی ہوتی ہے وہاں وہ مرد کی ایک بہترین دوست بھی ہوتی ہے۔ اور اس دوستی کے تعلق کی بنا پر وہ مرد کے ساتھ ناز و انداز کے جذبات سے کھیلتی ہے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ کا ایک تعلق رسول اللہ ﷺ سے دوستی کا تھا۔ محبت پیارا آشنائی اور محبوبانہ لگاؤ کا رشتہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کے درد و فراق اور رنج و ملال کے زمانہ میں جب کہ وہ رات دن روتی رہتی تھیں۔ کچھ کچھ کچھ سے رہتے تھے اور پھر یہ بھی فرمادیا۔ جائزہ اگر تو آلودہ دامن ہوگئی ہے تو توبہ کر لے۔ حضرت عائشہ پر بہتان کا غم سارے مدینہ میں ان کی بدنامی کے جڑے بیٹے پیاری ڈکھ دڑ پریشانی اور پھر اس پر اپنے پیارے خاندان کی بے اعتنائی بالاخر جب اللہ نے بذریعہ وحی عائشہ کی پاک دائمی بیان کی۔ تو عائشہ نے دوستی کے تعلق کی بنا پر بڑے ناز سے دل کا غبار نکالتے ہوئے کہا۔ کہ واللہ میں حضور ﷺ کے لئے نہیں اٹھوں گی۔ اور نہ سوائے اللہ کے کسی اور کا شکر مانوں گی۔

خوب یاد رکھیں کہ یہ کلمات ناز ہیں پیاری باتیں ہیں جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیوی ہونے کی حیثیت سے آپ کو کہہ سکتی تھیں پھر اگر یہ کلمات شرعاً قابل گرفت ہوتے تو حضور ﷺ ضرور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ فرماتے یا آسمان سے ان کلموں کے خلاف وحی نازل ہو جاتی اور خدا کی طرف سے ڈانٹ آتی۔ کیونکہ خدا اور رسول کسی گلی ناز کا زرعایت نہیں کرتے۔ اور پھر ان درشت کلمات میں۔ پس شریعت اس قسم کی باتوں میں جو عورتیں ناز و انداز میں کہہ ڈالیں گرفت نہیں کرتی اور نہ ہی مردوں کو ایسی باتوں سے چھین بچھیں ہونا چاہیے۔ بلکہ لطف اندوز ہوں۔ انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ عورتیں زرخیز غلاموں کی طرح بانڈیاں ہیں۔ نہیں۔ بلکہ ان کی بیویاں ہیں ضرور ماتحت ہیں۔ لیکن نمٹکا زمنوسن یا رعا رہی ہیں۔ ان کے خزاں دیدہ بوستان حیات کے لیے بہار ناز بھی ہیں۔ (صادق)

## حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی پر نزول قرآن

حضرت عائشہؓ (۱) کہتی ہیں کہ اللہ نے میری برات کے متعلق یہ دس آیتیں نازل فرمائیں۔ پھر حضور ﷺ یہاں (میرے میکے گھر) سے اٹھے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر منبر پر چڑھے اور لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور ان آیتوں کی تلاوت فرمائی

(یہ ہیں برات عائشہؓ کی آیتیں)

أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

﴿۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

﴿۲﴾ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ○

﴿۳﴾ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ○

﴿۴﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

﴿۵﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنْتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ○

﴿۶﴾ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ○

﴿۷﴾ يَعْظُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○

﴿۸﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○

(۱) سیرة ابن ہشام (اردو) ۳۶۰/۲۔ سنن ترمذی ابواب التفسیر باب و من سورة النور حدیث ۳۱۸۱۔ سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی حد القذف حدیث ۴۴۲۴۔ ۴۴۲۵۔ سنن ابن ماجہ کتاب الحدود باب حد القذف حدیث ۲۵۶۷۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲۹۳/۳۔ حدیث ۳۱۸۱۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۷۸۔ ۷۷۔ حدیث ۴۴۲۴۔ ۴۴۲۵۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۳۲۵۔ حدیث ۲۰۹۷۔

﴿۹﴾ اِنَّ الدِّينَ يُحْبَوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الدِّينِ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

﴿۱۰﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ النور :

(۲۰۱۱)

۱ جن لوگوں نے (ام المؤمنین حضرت عائشہ کی نسبت) بہتان کو اٹھایا ہے وہ تم میں سے ہی ہیں۔ تم اس (طوفان) کو اپنے حق میں برانہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (کہ سچے مسلمان اور منافق پہچانے گئے)۔

۲ ان بہتان بازوں میں سے ہر ایک اتنا ہی گناہ گار ہے جتنا کسی نے اس میں حصہ لیا ہے۔ (مسلمانوں!) جب تم نے یہ (طوفان کی) خبر سنی تھی تو تم نے اپنیوں پر نیک ظن رکھتے ہوئے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

۳ یہ بہتان باز اگر سچے تھے۔ تو اپنے بیان (کے ثبوت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک وہ یقیناً کذاب ہیں۔

۴ مسلمانو!..... اگر دنیا اور آخرت میں (توفیق تو بہ اور مغفرت سے) تم پر اللہ کا فضل اور کرم نہ ہوتا۔ تو جس بہتان میں تم اوندھے منہ گرے تھے۔ اس پر تمہیں بڑی سزا ملنی تھی۔

۵ تم اپنی زبانوں سے (عائشہ صدیقہ کے) بہتان کو بیان کر رہے تھے اور وہ بات کہہ رہے تھے۔ جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی۔ تم تو اسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔ لیکن اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔

۶ اور جب تم نے (عائشہ پر تہمت کی) بات سنی تھی۔ (تو سنتے ہی) کیوں نہ بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالی زیب نہیں دیتی۔ حاشا وکلا یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے۔

۷ خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ (یاد رکھو) اگر سچے ایماندار ہو تو پھر کبھی یہ حرکت نہ کرنا۔

۸ اور اللہ تعالیٰ (اپنے) احکام (بطور قانون کے) بیان کرتا ہے۔ اور اللہ (پورے پورے) علم اور (کامل) حکمت والا ہے۔

۹ سن رکھو! جو لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں (ان کی) بدنامی (اور تہمت) کے چرچے ہوں۔ ان کے لیے دنیا میں سزا ہے دردناک (حد قذف)۔ اور آخرت میں بھی (عذاب) ہوگا۔ اور اللہ جانتا ہے۔ (کہ تہمت کی برائی کتنی سخت ہے) اور تم نہیں جانتے۔

۱۰ اور اگر (بخشش و درگزر کے ساتھ) تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا۔ (تو تم عائشہ صدیقہؓ پر طوفان جوڑنے کے سبب ہلاک ہو گئے ہوتے)۔ اور اللہ بڑی شفقت والا بہت مہربان ہے۔

## بہتان میں حصہ لینے والوں کو اسی اسی کوڑوں کی سزا مسطح، حسان اور حمنہ پر حد

((ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ بِمَسْطَحٍ بِنِ اثْنَاءَ وَ حَسَانَ بِنِ ثَابِتٍ وَ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَ كَانُوا مِمَّنْ أَفْصَحَ بِالْفَاحِشَةِ فَضَرِ بُوَاحِدًا هُمْ)) (رواه ابن هشام)<sup>(۱)</sup>

”حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی کے متعلق آیتیں پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان مسلمانوں کو جنہوں نے (عبداللہ بن ابی منافق کی باتوں میں آکر) نادانی سے صدیقہ طیبہ طاہرہؓ کے متعلق گندی بات منہ سے نکال دی تھی، حد مارنے کا حکم دیا۔ پھر مسطح، حسان، اور حمنہ کو حد<sup>(۲)</sup> حد شرعی ماری گئی۔ اسی اسی کوڑے۔ (ابن ہشام)

### بہتان نہ لگائیں

خبردار! آپ کبھی بہتان نہ لگائیں نہ کسی مرد پر اور نہ کسی عورت پر، شک و شبہ کی بنا پر کسی کی بہو بیٹی یا عورت کو ہرگز بدنام نہ کریں۔ اور نہ ہی کسی شریف انسان پر الزام لگا کر اس کی عزت برباد کریں۔ تہمت اتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ مسطح بن اثاثہ بدری صحابی کو نادانی سے شریک بہتان ہونے پر اسی کوڑوں کی سزا دی گئی۔ در بازار رسالت کے مشہور شاعر حضرت حسان کو اسی جرم کی پاداش میں حد ماری گئی۔ اور تہمت کی آگ تاپنے پر رسول اللہ ﷺ کی سالی حمنہ بنت جحش کو بھی حد کے عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ سزا ہے مومن کی۔ آبروریزی کی..... تہمت طرازی اور بہتان بازی کی!

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) حد ماری جانے کے بعد انسان اس گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور پھر اس کو برا کہنا حرام ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الحدود باب من اعترف علی نفسه بالزنی حدیث ۱۶۹۵) ایک شخص ماعز بن مالک زنا کا مرتکب ہوا۔ ثبوت لینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہ سنگسار کر دیا گیا۔ یعنی زنا کی حد ماری گئی۔ یہ حد اس کی توبہ تھی، رحمت دو عالم اس کی حد (توبہ) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ”بے شک توبہ کی معازت نے (حد ماری جانے سے) ایسی توبہ کہ اگر تقسیم کی جائے (یعنی ثواب اس کا) درمیان امت (جماعت کثیر) کے تو کفایت کرے ان کو۔“ (مسلم) یعنی معازت کی توبہ (حد) اتنے درجے والی ہے کہ اگر اس کا ثواب ایک کثیر گنہگار جماعت میں تقسیم کیا جائے تو ان کی بخشش اور نجات کے لیے کافی ہو اس سے ثابت ہوا کہ حد سے گناہ پوری طرح دور ہو جاتے ہیں! لاک عائشہؓ میں مسطح، حسان اور حمنہ کو حد ماری گئی ہے وہ پاک ہو گئے ہیں۔ (صادق)

## سانحہ افک کی سبق آموزیاں

یہ سانحہ افک ..... واقعہ بہتان مسلمانوں کے لیے سبق آموز ہے، اسے بغور مطالعہ کرنے سے مندرجہ ذیل نصیحتیں اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں اور بہت سے مسائل کا پتہ چلتا ہے، اخلاق سنوارنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

تہمت باز سے واقعہ کے متعلق چار گواہ طلب کرنے چاہئیں۔ اگر وہ چار (۱) گواہ پیش نہ کر سکے تو قرآن کے حکم (۲) کے مطابق اس کو جھوٹا سمجھنا چاہئے۔

مسلمان مردوں اور عورتوں کے متعلق ہمیشہ حسن ظن رکھنا چاہئے۔

جب تک کسی بات کا یقینی علم نہ ہو۔ اس کو آگے بیان نہیں کرنا چاہئے۔

مسلمان مرد یا عورت کی آبروریزی کو ہلکی بات نہ جانیں۔

(۱) بہتان باز اگر سچے تھے تو اپنے بیان کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے، پھر جب وہ گواہ نہ لاسکے۔ تو خدا کے نزدیک وہ یقیناً کذاب ہیں۔ (سورۃ النور: ۱۳)

(۲) عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر صفوان بن معطل کی تہمت لگائی تھی، یہ صفوان بڑے نیک اور بزرگ صحابی تھے۔ اپنی آبروریزی پر بہت روتے اور کہتے تھے۔ وَاللّٰهُ مَا كَشَفْتُ كُنْفَ اَنْثَى قَطُّ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب

حدیث الافک حدیث ۳۱۳۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰) خدا کی قسم میں نے آج تک (تمام زندگی میں کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا۔) گویا تک عزت پر حضرت صفوان کو بے حد صدمہ پہنچا تھا۔ (العجم الکبیر للطبرانی

۱۲۳/۲۳ حدیث ۱۶۳۔ مجمع الزوائد منبع الفوائد کتاب المناقب باب حدیث الافک ۲۷۸/۹ حدیث ۱۵۳۰۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں رواہ الطبرانی وفیہ اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی وھو کذاب) اسی طرح حضرت عائشہؓ کے والد ابو بکرؓ بڑی آبرو کے مالک تھے، نبی

کی تہمت پر روتے تھے اور فرماتے تھے۔ وَاللّٰهُ مَا قَبِلْنَا هَذَا فِي الْمَجَاهِلِيَّةِ فَكَيْفَ بَعْدَ اَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ۔ بخدا

ہمارے گھرانے پر ایسی تہمت تو کفر کے زمانہ میں بھی کبھی نہیں لگی، چہ جائیکہ اب اسلام کا شرف پانے کے بعد اور رسول اللہ ﷺ کو

(کہ عائشہؓ جن کی بیوی تھی) اس تہمت پر جس قدر اندوہ ملال ہوا۔ اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ زمانہ افک میں ایک روز تمام مسلمانوں کو مسجد میں انھما کر کے حضور ﷺ نے (یادیدہ تر) خطاب عام فرمایا۔ ..... اے مسلمانو! کوئی ہے؟ جو میرا بدلہ اس شخص

سے لے۔ جس کی طرف سے مجھے میری بیوی کے متعلق ایذا پہنچی ہے۔ اللہ کی قسم میں اپنی بیوی میں نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اور جس شخص کا لوگ نام لیتے ہیں (صفوان) اس کو بھی میں نیک ہی جانتا ہوں وہ کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر نہیں جاتا۔ (صحیح

بخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهم بعضاً حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب المغازی باب حدیث الافک

حدیث ۳۱۳۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰)

غور فرمایا آپ نے کہ عائشہؓ کی بدنامی کی گھڑنت سے حضور ﷺ کو کس قدر صدمہ پہنچا۔ اور اس کے علاوہ جب تک حضرت عائشہؓ کے بارے میں وحی نہ اتری۔ سارا مدینہ نعل در آتش رہا۔ خوب یاد رکھیں کہ مسلمان کی آبروریزی ہلکی بات نہیں۔ کبھی بہتان کی آگ کو ہوا

نہ دیں۔ بلکہ سرد کرنے کی کوشش کریں۔ (صداق)

۱ نیک صالح، متقی اور پرہیزگار لوگوں کو دنیا میں رنج و غم، اندوہ تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے ابتلاؤں اور آزمائشوں کی ان خاردار وادیوں سے گزر کر پھر وہ قرب الہی کے ارم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ ان کے درجے بلند کر دیتا ہے۔

۲ عورتوں کے لیے پردہ کرنا ضروری ہے۔

۳ خاوند عورت پر اپنی ناراضگی ظاہر کر سکتا ہے۔

۴ عورت ناز، انداز، بیمار اور مان کے بل بوتے پر بعض اوقات خاوند کو اگر سخت ست کلمات کہہ دے۔ تو شرعاً و اخلاقاً گرفت نہیں ہو سکتی۔ خاوند کو اس کی ناز برداری کرنی چاہئے۔

۵ عورت خاوند سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر جاسکتی ہے۔

۶ عورت پردے کے ساتھ ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

۷ خاوند اپنی عورت کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جاسکتا ہے۔

۸ عورتیں اپنے خاوندوں کی خدمت و مدد کے لیے ان کے ساتھ جہاد میں جاسکتی ہیں۔

۹ مسلمان کو دوسرے مسلمان کی برائی نہیں کرنی چاہئے۔

۱۰ بھولے بھٹکے مسلمان کی خیر خواہی کر کے اس کو گھر پہنچانا چاہئے۔

۱۱ مریض کی تیمارداری کرنا سنت پر عمل کرنا ہے۔

۱۲ فتنوں، فسادوں، اور طوفانوں کی آگ کو دبا دینا چاہئے۔

۱۳ مصیبت زدوں کو تسلی اور دلدادگی مسلمان کی نشانی ہے۔

۱۴ عورتیں زیورات کا استعمال کر سکتی ہیں۔ تاکہ اس زینت سے اپنے خاوندوں کو خوش کریں۔

۱۵ بعض اوقات مال کی حرص انسان کو پریشانی کے ورطے میں گرا دیتی ہے۔

۱۶ مصیبت اور غم کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ انا للہ صرف

موت کی خبر پر ہی پڑھنا آیا ہے۔ یہ ان کی کوتاہی علم ہے۔ آپ نے واقعہ فک میں اوپر پڑھا ہے۔

۱۷ کہ حضرت عائشہؓ کو قافلہ سے پھڑپھڑے ہوئے پا کر صفوان بن معطلؓ نے انا للہ الخ پڑھا تھا۔ یاد رہے

کہ ہر رنج، افسوس، دکھ، درد پریشانی اور مصیبت کے لمحہ استرجاع کرنا چاہئے۔

۱۸ کسی پر تہمت اور بہتان کی خبر پھیل جائے، تو اس کی تحقیق، تفتیش، چھان بین کرنا۔ اور حقیقت تک

پہنچنے کے لیے رشتہ داروں، عزیزوں اور دوستوں اور نیک لوگوں سے مشورہ کرنے میں شرعاً کوئی حرج

نہیں ہے۔ اور نہ ایسا کرنا سخن چینی میں داخل ہے۔

۱۹ جب کسی امر کے متعلق گواہی پوچھی جائے۔ تو جانب داریوں اور دھڑے بندیوں سے بالاتر ہو کر

نہایت ایمان داری اور اخلاقی جرأت سے جی شہادت دینی چاہئے۔

خاندن کو اپنی بیوی سے نرمی، رواداری، تحمل اور حسن معاشرت سے پیش آنا چاہئے۔

دشمنوں کے مقابلہ پر اپنے دوستوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔

شہادت، ضرورت اور مصلحت کے وقت کسی کی تعریف واقعی اس کے روبرو کر سکتے ہیں۔

ضرورت اور مصلحت کے وقت جھگڑا و نزاع مٹانے کے لیے اپنی صفائی، پاکیزگی اور پاک دائمی بیان

کرنا ضروری ہے۔

سمرت اور فرحت و خوشی کے وقت تبسم ریز ہونا۔ یا ہنسنا معیوب نہیں ہے۔

مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہئے کہ رنج و غم اور سختی و دشواری کی شب تاز، خوشی و شادمانی اور آسانی و

کشائش کی سحر کے اجالے میں گھل جاتی ہے۔

گناہ کا اعتراف کر کے پھر توبہ کرنا، خدا کی بخشش اور رحمت کا موجب ہے۔

گنہگاروں اور عاصیوں کو اللہ کی رحمت اور بخشش سے مایوس نہیں کرنا چاہئے۔

کرب، گھبراہٹ اور مہمات الامور میں خدا کی طرف رجوع اور فریاد کرنی چاہئے۔

مشیت ایزدی اور ارادہ خداوندی کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔

معافی اور بخشش کے بعد دل میں کدورت (۱) نہیں رکھنی چاہئے۔

مصیبت کے سمندر میں غم کی موجوں میں گھری ہوئی کشتی کو اللہ کے سوا کوئی پار لگانے والا نہیں ہے۔

(۱) حضرت حسان کے منہ سے بھی حضرت عائشہ کے متعلق نادرست بات نکل گئی تھی اس لیے ان پر بھی حد قذف لگ گئی اس کے بعد اگر کوئی حسان کو برا کہتا تو سلطنت اخلاق کی ملکہ حضرت عائشہ بہت ناراض و تین اور فرمائیں تم اس شخص کو برا کہتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ شہر کہتا ہے۔

فَإِنَّ أَبِي وَوَلَدَهُ وَعَرَضُنِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَفَاءً

”میری اور میرے آباؤ اجداد کی آبروریزی ﷺ کی آبروریزی ہے۔“ (بخاری)

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی حدیث

الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۴۷۷۰)

اسی طرح مسطح بن اثاثہ بھی منافقوں کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر حضرت عائشہ کی شان میں نازیبا بات کہہ بیٹھے تھے۔ اور بھراہی

دروں سے پاک ہو گئے۔ یہ مسطح غریب اور مفلس آدمی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ ان کی

مالی امداد کرتے رہتے تھے۔ واقعہ افک کے بعد حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے۔ مسطح نے افک میں حصہ لے کر ہمیں بہت ایذا دی ہے اس لیے

میں اللہ کی قسم اس کو ایک پائی تک نددوں گا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی



## اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں

واقعا فک کے اسباق میں سے ایک بڑا سبق یہ بھی ملا کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ اگر جانتے تھے۔ تو پچاس دنوں تک حضرت عائشہ کے معاملہ میں رنج و غم اور سوچ بچار میں مبتلا نہ رہتے، حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ، حضرت زینبؓ اور بریرہؓ وغیرہ سے حالات کی تفتیش نہ کرتے۔ اور نہ ہی تمام اہل مدینہ اندوہ و غم اور پریشانی سے پاٹوں میں پستے۔ اور حضرت عائشہ کے والدین..... اور تمام رشتہ داروں کے زخم اضطراب پر مرمو درایام بھی نمک پاشی کرتا۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:-

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ سورة النمل : (۶۵)

”تمام زمین اور آسمان والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا“۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ تو جو شخص یہ کہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے تھے۔ تو وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ اور واقعات کو جھٹلاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیب کی خبریں رسول اللہ ﷺ کو (دینی اور دنیاوی مصالح کی بناء پر) بتائیں۔ اور حضور ﷺ نے انہیں بیان فرمایا۔ اس بیان فرمانے کو غیب کا جاننا نہیں کہتے۔

یہودی بڑے شرارتی تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے امتحان باتیں پوچھتے رہتے تھے۔ یا دوسروں سے پچھواتے تھے۔ ایک دفعہ امتحان کے طور پر آپ سے اصحاب کہف کا حال پوچھا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا..... کل بتاؤں گا۔

حدیث الافک و قبول توبۃ القازف حدیث ۲۷۷۰۔ یہ آیات سورۃ النور آیت نمبر ۲۲ ہے۔

وَلَا يَأْتِيهِمْ لُغْوُ الْمُضَلِّ وَلَا يَمُوتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَلِيُغْفِرُوا وَلِيُصْفَحُوا أَلَا تَجِدُونَ أَنَّ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿ب﴾ (النور)

”تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں (یعنی ابو بکرؓ وغیرہ) انہیں اس بات پر قسم نہیں کھانی چاہئے، کہ وہ (آئندہ) رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ کے مہاجرین سے احسان و سلوک نہ کریں گے انہیں معافی اور درگزر سے کام لینا چاہئے۔ (مسلمانو!) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور (واقعی) اللہ بخشنے والا مہربان ہے“.....

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے سر تسلیم خم کر دیا اور کہا..... اللہ کی قسم میری ولی آرزو ہے کہ خدا میرے قصور معاف کر دے..... طبرانی میں ہے کہ پھر حضرت ابو بکرؓ صدیق نے اس آیت کے نزول کے بعد مسطح کو پہلے سے دو گناہ دینا شروع کر دیا۔ (صادق)

المعجم الكبير للطبرانی ۱۲۹/۲۳۔ حدیث ۱۶۳۔ مجمع الزوائد كتاب المناقب باب حدیث الافک ۲۷۸/۹۔

حدیث ۱۵۳۰۰۔ علامہ بیہقیؒ فرماتے ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التمیمی کذاب تھا۔

لیکن وحی نہ آئی۔ کل گزر گیا۔ اور پھر کئی دن گزر گئے۔ آخر وحی آئی۔

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ اِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ يُّشَاءَ اللّٰهُ﴾

(سورة الكهف : ۲۳، ۲۴)

”اور کسی چیز کے متعلق مت کہیں کہ میں کل کروں گا۔ مگر (یوں کہیں کہ) خدا چاہے تو۔“

غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے کافروں کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کل بتاؤں گا۔ اس خیال سے کہ وحی آ ہی جائے گی، لیکن وحی نہ آئی۔ کافر چہ میگوئیں کرنے لگے اور آپ کی نبوت پر حرف لانے لگے۔ بلا آخر وحی آئی، سارا قصہ اصحاب کہف کا بیان ہوا اور ساتھ ہی حضور کو تاکید آئی کہ آئندہ انشاء اللہ کے بغیر کوئی قول و اقرار نہ کیا کریں، اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت انور ﷺ غیب نہیں جانتے تھے، ورنہ ان کے سوال پر فوراً اصحاب کہف کا حال بتا دیتے۔ دوسری بات یہ کہ حضور واقعی اللہ کے پیغمبر تھے کہ اصحاب کہف کا قصہ جب تک وحی سے معلوم نہ ہوا۔ بتانہ سکے اور کافر اس بات کو خوب جانتے تھے۔ کہ حضور ﷺ کو اصحاب کہف کا حال معلوم نہیں۔ جہی تو انہوں نے آپ سے پوچھا تھا۔ کہ آپ بتانہ سکیں گے۔ اور پھر آپ کی کرکری ہوگی۔ لیکن (وعدہ کا دن گزر جانے کے بعد) جب آپ نے بذریعہ وحی اصحاب کہف کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا۔ تو آفتاب نبوت کی ضیاء باری سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور معاندین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

یہ بھی رحمت عالم ﷺ سے پوچھا گیا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تو ملک شام میں رہتے تھے۔ ان کی اولاد مصر میں کیونکر آ گئی، اس کے جواب میں بھی اللہ نے سورہ یوسف نازل فرمائی، اور حضرت انور ﷺ کے علم غیب کی نفی اور نبوت کا اثبات ان الفاظ میں کیا:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ

لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (سورة اليوسف : ۳)

”ہم تمہاری طرف وحی کے ذریعہ یہ (سورت) قرآن (کی) بھیج کر تم کو ایک اچھا قصہ سناتے ہیں۔ اور

تم اس (وحی کے نازل ہونے) سے پہلے (قصہ یوسف سے) بے خبر تھے۔“

حضور انور ﷺ کو اللہ کہہ رہا ہے۔ کہ آپ سورہ یوسف کے نازل ہونے سے پہلے قصہ یوسف سے بے

(۱) وفد بنوالمشقق حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے سردار حضرت عامر بن لھیان نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ ما عندک من علم الغیب حضور کیا آپ غیب جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اَللّٰهُ اعْلَمُ اِنِّي اَنْبِئُ الشَّقِيَّةَ اَبْرِيَّةَ خداوندی کی قسم! مجھے تو گمراہی پڑی چیز بھی ڈھونڈنی پڑتی ہے۔ (زاد المعاد) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (صاوق)

زاد المعاد ۵۵/۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت بحوالہ زوائد عبدالله بن احمد ۱۳/۱۳-۱۳ سنن ابوداؤد =

خبر تھے۔ بے خبر ہونا علم غیب کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ تو پھر قصہ یوسف کی تفصیل آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟ بذریعہ وحی! تو جس پر وحی اترے۔ وہ کون ہوتا ہے؟ پیغمبر! معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اکرم اللہ کے برحق پیغمبر تھے۔ اور غیب نہ جانتے تھے۔

حضرت مریم ؑ جب چھوٹی بچی تھیں۔ تو ان کی کفالت کے متعلق جھگڑا پڑ گیا کہ انہیں کون پالے۔ دو دمان طاہر کی اس طالعند بچی کی پرورش کے لئے ہر کوئی بے تاب نظر آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نزاع کو یوں ختم کیا۔ کہ سب امیدواروں کو حکم دیا۔ کہ وہ تورات لکھنے والے قلموں کو بہتے پانی میں ڈال دیں۔ جب سب نے اپنے اپنے قلم پانی میں ڈالے تو سب کے قلم پانی کے بہاؤ پر بہنے لگے۔ لیکن حضرت زکریا کا قلم اٹلا بہ نکلا۔ اس پر حضرت مریم ان کی کفالت میں دے دی گئیں۔ اب ہزاروں سال پرانے واقعہ کو اللہ نے قرآن میں بیان کر کے فرمایا۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ (سورة آل عمران : ۴۴)

”یہ حضرت زکریا اور مریم کی باتیں غیب کی خبریں ہیں۔ جو بذریعہ وحی (اے محمد ؐ) ہم تم کو پہنچاتے ہیں۔“

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اِيْهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ (سورة آل عمران : ۴۴)

”اور تو ان کے پاس موجود نہ تھا۔ جب وہ لوگ اپنے قلم (نہر میں) ڈال رہے تھے۔ کہ کون (قلم اٹلا بہنے کی نشانی پر) مریم کا سر پرست بنے۔ اور نہ تم ان کے پاس اس وقت موجود تھے۔ جب کہ (بیت المقدس کے سردار) آپس میں جھگڑ رہے تھے۔“ (آل عمران)

ناظرین کرام! اس آیت سے بھی حضور اکرم ؐ کے علم غیب کے انتقال اور رسالت کے اثبات کی دلیل ملتی ہے۔ اللہ نے صاف کہا ہے کہ یہ غیب کی خبریں بذریعہ وحی ہم تم کو پہنچاتے ہیں۔ ان لوگوں کے جھگڑنے اور قلموں کو پانی میں بہانے کے وقت تو وہاں موجود نہیں تھا۔ جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے۔ کہ تو غیب دان نہیں۔

= کتاب الایمان والنور باب فی یمین النبی ؐ ما کانت حدیث ۳۲۶۶۔ کتاب السنۃ ابن ابی عاصم ۵۳۶-۵۴۳

کتاب التوحید ابن عزیّمہ صفحہ ۱۹۰-۱۸۶۔۱

المعجم الکبیر للطبرانی ۲۱۱/۱۹-۲۱۲/۱۹ حدیث ۳۷۷۔ مستدرک حاکم کتاب اموال ۶۰۵/۳ حدیث ۶۸۳ طبع جدید و طبع قدیم ۵۶۱/۳۔ حافظ ابن قیم ؒ لکھتے ہیں۔ یہ حدیث بڑی جلیل ہے اس کی عظمت و جلالت اور شان و شوکت اس کا اعلان کرتی ہے کہ یہ مشکوٰۃ نبوت سے صادر شدہ ہے۔ مشہور محدث ابو عبد اللہ بن مندہ نے کہا ہے کہ کسی (محدث) نے بھی اس حدیث کا انکار نہیں کیا اور نہ سند میں کلام کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے اسے تسلیم و قبول کے طریقہ پر روایت کیا ہے اور اس حدیث کا انکار صرف وہی کرتا ہے جو جھگڑاؤں جال یا کتاب و سنت کا مخالف ہے۔ محقق العصر علامہ حافظ زبیر علی بن حفظہ اللہ تعالیٰ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں بلحاظ سند صحیح یا حسن ہے۔ رقم الحدیث کے نام خط (غیر مطبوعہ) ۲۲-۵-۲۰۰۳

جو ہزاروں سال قبل کی سرگذشت جانتا ہو۔ بلکہ تو میرا سچا رسول ہے۔ جو بذریعہ وحی ماضی اور مستقبل کی خبریں لوگوں کو سناتا ہے۔

ایسے واقعات قرآن اور حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جناب خاتم النبیین 'رحمت للعالمین' شفیع المذنبین، پیغمبر آخر الزماں، رسولِ دوراں ہادی، بحر و بر، پیشوائے اسود و احمر حضرت محمد ﷺ بغیر وحی (۱) کے امور غیبیہ پر مطلع ہوتے تھے پس ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہئے۔ کہ غیب سوائے پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ ایک مرد مومن نے کیا اچھا کہا ہے۔

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار  
ہر کہ گوید من بدانم تو ازو باور مدار  
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے جبرئیل  
جبرئیلش ہم نہ گفتے تانہ گفتے کردگار

## رسول اللہ ﷺ کو غیب دان جاننے کے متعلق

### حنفی مذہب کا فتویٰ

برادرانِ احناف کے نزدیک جو مرتبہ کتاب فقہ اکبر کا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ کتاب عقائد سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عقائد پر ہی ایمان اور مسلمانی کا دار و مدار ہے۔ شرح فقہ اکبر میں رسول اللہ ﷺ کو غیب دان جاننے کا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر آئی ہے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

((صَرَحَ عُلَمَاءُ نَا بِالْتَكْفِيرِ بِإِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبِ)) (شرح فقہ اکبر)

حنفی مذہب کی ایک اور نہایت معتبر کتاب بحر الرائق کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

((وَيَكْفُرُ بِإِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبِ)) (بحر الرائق)

”وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ جو یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے تھے۔“

(۱) اس سے بڑھ کر اللہ کے ساتھ اور گہرا تعلق کیا ہو سکتا ہے؟ کہ بذریعہ وحی اللہ نے آپ کو بے شمار خبریں بتائیں آپ کی شان کی فلک العالیٰ اور مرتبے کی کہکشاں گیری اس سے آگے کیا ہے؟ کہ وَمَا يُنطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَخْيٌ يُؤْخَىٰ (سورہ النجم: ۳-۴) کے ارشاد باری تعالیٰ نے آپ کی زبان کے ہر ہر لفظ (حدیث) کو وحی کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ ان حالات میں ہم صدق دل سے شہادت دیتے ہیں کہ ”بعد از خدا بزرگ توئی۔“ یعنی آدم میں آپ ہی کی ذات پاک ہے۔ (محمد صادق)

## غیبت غیر محرّمہ

غیبت گناہ ہے۔ حرام ہے اور مانع بہشت ہے۔ اس سے پہلے آپ چغلی کی مذمت اور برائی میں بہت سی حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ سخن چینی کی خوفناک بدیوں، نحوستوں اور نقصانوں کا ذکر بھولے نہیں۔ بیشک غیبت بڑی زبون ہے۔ اور اس سے ہر حال میں عذر واجب ہے۔

www.KitaboSunnat.com

غیبت غیر محرّمہ کا عنوان دیکھ کر آپ سوچیں گے کہ غیبت تو حرام ہے۔ یہ غیبت غیر محرّمہ کیسی ہے۔ یعنی کوئی ایسی غیبت بھی ہے۔ جو حرام نہ ہو بلکہ جائز اور اس کے کرنے کی اجازت ہو۔ جی ہاں! ایک غیبت ایسی بھی ضرور ہے جو حرام نہیں ہے۔ اور اس کے کرنے کی شرعاً نہ صرف اجازت ہی ہے۔ بلکہ ضرورت بھی ہے۔ جب آپ ایک قسم کی سخن چینی کے جواز کا حال معلوم کریں گے۔ تو بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ اسلام واقعی عالمگیر مذہب ہے۔ اس میں کوئی خامی نہیں ہے۔ اس نے تمام ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ اور کسی مسئلہ کو تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔ غیبت محرّمہ کے متعلق قرآن کہتا ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ  
(الحجرات : ۱۲)

”اور کوئی تم میں سے دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے (ہرگز نہ چاہو گے بلکہ) تم ضرور اسے ناپسند کرو گے۔“

اس آیت میں غیبت کی ممانعت اور برائی بیان کی گئی ہے بلکہ مسلمان کی غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا گیا ہے۔ اب مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا (سورة  
النساء : ۱۴۸)

”اللہ پسند نہیں کرتا کسی کی بری بات کو پکار کر کہنا۔ کسی کے عیب کو ظاہر کرنا۔ مگر وہ شخص جس پر کسی نے ظلم کیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کی باتوں کو سننے والا اور سب کی نیتوں کو جاننے والا ہے۔“

## غیبت کے جواز کی صورتیں

اس آیت میں مظلوم کو اجازت دی گئی ہے۔ کہ ظالم کے مظالم بیان کرے اور ظاہر ہے کہ مظالم بھی بدیاں اور برائیاں ہی ہوتی ہیں۔ مختلف قسم کے عیب اور گناہ ہی ہوتے ہیں۔ پس ظالم کی غیبت روا ہوئی۔ مظلوم اس کے عیبوں، گناہوں، بدیوں اور برائیوں کو اگر چاہے۔ تو لوگوں سے کہہ سکتا ہے تاکہ لوگ اس کی حمایت پر کمر بستہ ہوں اور ظالم کو ظلم کرنے سے باز رکھ سکیں۔ نیز عام لوگوں کو بھی پتہ چل جائے کہ فلاں شخص ظالم ہے۔ اس نے زید کے روپے مار

لئے ہیں۔ بکر کی امانت ہضم کر گیا ہے۔ محمود کو مشترکہ تجارت میں جل دے گیا ہے۔ ظلم کا مفہوم اور اطلاق بڑا وسیع ہے۔ وَضَعُ الشَّيْبِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ ظَلَمٌ کی تعریف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے محل سے ہٹا کر رکھنا۔ اس تعریف کی رو سے ہر وہ کام وہ سلوک وہ برتاؤ وہ معاملہ وہ رویہ تمدنی، معیشت، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی زندگی کے دائرہ میں جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو۔ یقیناً ظلم ہے اور اسی ظلم کو ظالم کا نام لے کر بلا مبالغہ بیان کرنے کی قرآن کی طرف سے رخصت ہے۔ تاکہ ایسے ظالم سے دوسرے لوگ بچ سکیں۔ اور محتاط رہیں۔ یہ غیبت یعنی ظالم کی غیبت حرام نہیں ہے۔ کہ اس غیبت سے مقصود اپنا بچاؤ اور دوسروں کی خیر خواہی ہے۔

جس غیبت میں دینی مصلحتیں، بھلائیاں اور مسلمانوں کی خیر خواہیاں مضر ہوں۔ وہ غیبت نہ صرف روا ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ اسماء الرجال ایک مستقل فن ہے۔ اس میں حدیث کے راویوں پر جرح قدح کی گئی ہے۔ ان کے جوئے حیات کے آب رواں کو تنقید کی صافی میں چھان کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ راویوں کے عیب بیان کرنا واقعی ثواب ہے۔ ثواب اس طرح ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل نے جس راوی کے متعلق یہ ثبوت بہم پہنچا دیا۔ کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ یا خائن تھا یا ادا و دستدار اور لین دین کا کھرانہ تھا۔ تو پھر لامحالہ اس کی روایت نہ لی جائے گی۔ تو راوی کے ان عیبوں کو بیان کرنے سے دین کو یہ فائدہ پہنچا۔ کہ وہ ایک جھوٹے کی روایت سے محفوظ ہو گیا۔ گواہ کے غیر معتبر اور جھوٹا ہونے سے شریعت کی نکال ایک کھوٹا سکہ ڈھالنے سے بچ گئی۔ دیکھا راوی کی غیبت سے دین کی کس قدر بہتری ہوئی، رجال اور اسانید کے دفاتر میں راویان حدیث بزرگان دین اور محدثین و مجتہدین پر ائمہ جرح نے ایسی کڑی تنقید کی ہے۔ کہ ان کی زندگی کے حالات بلا کم و کاست دُنیا کے سامنے آ گئے ہیں۔ مولانا حالی فرماتے ہیں۔

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا مناقب کو چھانا مثالب کو تباہ  
مشائخ میں جو فتح نکلا بتایا ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا  
ظلم و روع ہر مقدس کا توڑا  
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

پس جب سلف صالحین تک کے مناقب چھانے گئے، مشائخ کے قبضوں اور ائمہ کے داغوں کو منظر عام پر لایا گیا۔ ہر پرہیزگاری پر ہیزگاری کا ظلم توڑنا دین کی خدمت سمجھی گئی۔ اور ہر بلا صوفی، شیخ، درویش، قاضی، مفتی مدعی کے نقد حیات کو بجایا۔ اور پرکھا گیا۔ تو اس سے لازم آیا کہ ہم بھی مولویوں، پیروں، گدی نشینوں، واعظوں، خطیبوں، مفتیوں، درویشوں، صوفیوں، ہادیوں، مرشدوں کی زندگی کا جائزہ لیں۔ ان کے تقدس کے عبادتوں میں۔ اور پھر ان میں سے جو کوئی فی الواقع نیک، صالح، مخلص، متقی، حلال خور، اخلاق کا مجسمہ، کتاب و سنت کی شمع کا پروانہ ثابت ہو۔ ضرور ضرور اس کی صحبت کی اکسیر سے مس عیب کو سونا بنائیں۔ اس کی خاک پا کے نکل الجواہر کو آنکھوں میں لگائیں۔ اس کے ظل حیات کو سایہ ہمارے تریح دیں۔ اور ادب و احترام میں کوئی کسر اٹھانہ رکھیں۔ اتنی چھان بین کی ضرورت اس لئے

پڑی۔ کہ یہ لوگ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ اگر ان کے اعمال صالح اور درست ہیں۔ تو بیشک یہ جائز وارث ہیں۔ اور بے حد عزت کے لائق ہیں۔ اور اگر بد کردار اور ظالم ہیں۔ شرک اور بدعت کی تعلیم دیتے، غلط مسائل بتاتے، دین فروشی کرتے، جھوٹ بولتے، دھوکہ دیتے اور اخلاقی امراض کا شکار ہیں۔ تو پھر یہ ہرگز رسول اللہ ﷺ کی مسند پاک کے لائق نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ دین پر ظلم کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو اس ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کا حکم ہے، اگر ایسے موقع پر خاموشی اختیار کی جائے۔ تو دین رسوا اور مسلمان گمراہ ہو جائیں گے پس ایسے علماء و مشائخ کی مذہبی ترقیوں، تاریک خلوتوں اور دجل و فریب کے ہمرنگ زمیں جالوں کی حقیقت کو منظر عام<sup>(۱)</sup> پر لانا دینی مصلحت کا اقتضاء ہے۔

علامہ عماد الدین ابن کثیر قرآن مجید کی متذکرہ صدر آیت ..... وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ط کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

((وَالْبَيْتَةُ مُحَرَّمَةٌ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يُسْتَنَىٰ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا مَا رَحَحَتْ مَصْلِحَتُهُ كَمَا فِي الْحَرَجِ وَالتَّعْدِيلِ وَالنَّصِيحَةِ))<sup>(۲)</sup>

”غیبت کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ مگر جہاں (دینی) مصلحت مقتضی ہو (وہاں ضروری ہے) جیسے حدیث کے راویوں پر جرح و تعدیل ہے۔ اور جہاں عام مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب ہو۔“

اب ہم مصلحت کے تقاضوں، مسلمانوں کے فائدوں اور انکی خیر خواہی کے لئے (خاص ضرورت کے وقت) غیبت کی رخصت سنت سے بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت فاطمہ بنت قیسؓ حاضر ہوتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ حضور ﷺ معاویہؓ اور ابو جہمؓ نے مجھ سے نکاح کرنے کے لئے پیغام بھیجا ہے۔ (مجھے مشورہ دیجئے۔ کہ دونوں میں سے کس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کروں؟)

حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكَ وَ أَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ)) (مسلم)<sup>(۳)</sup>

” (فاطمہ بن) معاویہ تو مفلس بے زر آدمی ہے۔ اور ابو جہم بہت مارنے پینے والا ہے۔“

حضور اکرم ﷺ نے معاویہ اور ابو جہم کے عیسوں کو فاطمہ بنت قیس کی یہی خواہی کی خاطر ظاہر کر دیا۔ تاکہ وہ دونوں کی عادات سے واقف ہو کر اپنے مستقبل پر غور کر لے، اگر رحمت عالم ﷺ دونوں میں سے ایک کے نفروفاقہ

(۱) صرف اس نیت سے بلا ہافہ منظر عام پر لائیں۔ کہ مسلمان ان حضرات سے بچیں۔ اگر نفسانی خواہشوں کی بنا پر ایسا کریں گے تو نیکی

برباد و گناہ لازم آئے گا۔ اور اگر کسی عالم یا بزرگ پر بہتان لگائیں گے تو سیدھے جہنم میں جائیں گے۔ (صادق)

(۲) تفسیر ابن کثیر (اردو) ۵/۱۸۶ طبع جدید مع ترجمہ مطبع مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة البائن لانفقة لها حدیث ۱۳۸۰۔

اور دوسرے کی سختی طبع کو ظاہر نہ کرتے۔ تو فاطمہ بنت قیس دونوں میں سے کسی ایک کے حوالہ نکاح میں آ کر زندگی اجیرن بنا لیتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس غیبت سے مسلمان کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور ضرر سے بچ جائیں وہ غیبت روا ہے اور بعض حالات میں تو غیبت واجب ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کے قتل کی سازش یا کسی کو زہر دینے یا چوری یا ڈاکہ زنی اور اغوا وغیرہ کا (قبل از وقت) علم ہو جائے تو مسلمانوں کی جان مال اور آبرو کو بچانے کے لئے انہیں ایسی خطرناک صورتوں سے فوراً آگاہ کرنا چاہئے۔ پس یہ آگاہ کرنا ہی غیبت ہے۔ اور اس غیبت کی ضرورت اور اہمیت کو آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

اگر کوئی فاسق فاجر شریر فسادی اور خطرناک انسان ہو۔ تو اس کی برائی سے بہ تقاضائے مصلحت لوگوں کو آگاہ کر دینا غیبت محرمہ میں داخل نہیں ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

((اَلذَّنُوْا لَهٗ بِئْسَ اٰخُوْا الْعَشِيْرَةَ))

”آنے دو اسے یہ آدمی بہت ہی برا (۲) ہے اپنی قوم میں۔“ (۳)

رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھنے اور آنے جانے والے بڑے نیک بڑے صالح نہایت معتبر اور شریف انسان سمجھے جاتے تھے۔ ان کی دیانت آدمیت راستی ایمان داری اور اعتماد کا لوہا دشمن بھی مانتے تھے۔ جس شخص کو آپ نے اپنی مجلس اور صحبت میں آنے کی اجازت بخشی وہ چونکہ آپ کے دوستوں یاروں اور صحبت کا فیض پانے والوں کی سی

(۱) یہ شخص عینہ بن حسن تھا اپنی قوم کا رئیس۔ لیکن نہایت بدخلق اور بڑا سنگ دل انسان تھا حضرت انور ﷺ کی زندگی میں بھی دین اور ایمان کی خرابیاں اور بربادیاں اس سے ظہور پذیر ہوئیں رحمت دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد وہ مرتد ہو گیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق کے پاس قیدی بن کر آیا۔ اور پھر سے مسلمان ہو کر مراد رسول اللہ ﷺ نے جو اس کو برا کہا۔ تو صرف اس لئے کہ لوگ اس کی جان پہچان کر لیں۔ اور اس کے دھوکہ اور فریب میں آ کر دین یا دنیا کا نقصان نہ اٹھائیں اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے آپ نے امت کی بہتری بہبودی کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ تکمیل نہیں چھوڑا زندگی کے ہر ہر شعبہ میں رسالت کی شمعیں روشن ہیں۔ (صادق)

(۲) امام ابن حجر اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں عَلِيٌّ كُنْهُ مِنَ اَطْلَعِ عَلِيٌّ خَالَ شَخْصٍ نَفْسِيْخُهُ (فتح الباری) ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ کسی شخص کی برائی سے واقف ہے اور خوف ہو کہ کوئی شخص اس کی ظاہری درنگی اور راستگی پر فریفتہ ہو کر اس کے فریب میں نہ آ جائے تو خیر خواہی کی نیت سے اسے آگاہ کرے ایسا کرنا حرام غیبت میں داخل نہیں۔ (فتح الباری)

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما يجوز من اغتتاب اهل الفساد والريب حديث ۲۰۵۳۔ صحیح مسلم کتاب

البر والصلة باب مداراة من يتقى محضه حديث ۲۵۹۱۔



نیکیوں، خوبیوں اور حسن اخلاق سے عاری تھا۔ بلکہ اس کی زندگی کا سناں مفسد کے خار مغیلاں سے ہنوز پنا پڑا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اسے قوم کا بڑا برا آدمی کہہ کر عوام کو ہوشیار کر دیا کہ میرے صحابہؓ کی طرح مجسمہ اخلاق سمجھ کر کوئی اس کے بھرے میں نہ آ جائے۔ دین اور دنیا کے کسی امر میں دھوکا نہ کھا جائے۔ گویا حضور انور ﷺ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سبق دیا کہ وہ اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کی غرض اور انہیں شر سے بچانے کی نیت سے عیار پیروں، دیناری مولویوں، بدعتی واعظوں، جاہل صوفیوں۔ بگلا بھگت چہروں، دین فروشوں، ایمان کے کیسہ برون، سالیوں، گڈریوں مگر کے فرقوں، سیاہ کار قبائوں، شرک زاعباؤں، اخلاقی دیوالیوں۔ گندم نما جو فروشوں، ”حضرتوں“ کذابوں، فریبیوں، بدعہدوں۔ کم ماپنے تو لٹنے والوں، اور خائسوں کی (اللہ کے خوف سے کانپ کر سچ سچ) نشان (۱) دہی کر دیا کریں۔ اور وہ ایسے لوگوں کی پتے کی سنانے میں غیبت محرمہ کے مرتکب نہیں ہوں گے۔

طبرانی کبیر میں حضرت انور فرماتے ہیں:

((لَيْسَ لِفَاسِقٍ غَيْبَةٌ)) (طبرانی) (۲)

” (دینی مصلحتوں، ضرورتوں اور مسلموں کی خیر خواہی کی غرض سے) فاسق کی برائیاں بیان کرنی غیبت نہیں ہے۔“

مجمع الزوائد میں معاویہ بن جبہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

((حَطَبُهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَتَّى مَتَى تَنْزِعُونَ عَن ذِكْرِ الْفَاجِرِ اهْتِكَاؤُهُ حَتَّى يَحْذَرَهُ النَّاسُ)) (مجمع الزوائد) (۳)

”رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ آخر کہاں تک اور کب تک تم بدکار لوگوں (اور سیاہ کار علماء مشائخ، حکام وزراء، رؤسا) کی برائیوں کو منظر عام پر لانے سے رُکے رہو گے؟ (دینی مصلحتوں اور عوام کی بہبودی کے لئے) ان کے پردے چاک کر دو تا کہ لوگ اُن (کی سیاہ کاریوں) سے ہوشیار ہو کر

(۱) یعنی ایسے لوگوں کی پہچان کرانے میں صرف ایک آدھ بار بالکمت اظہار ہی کافی ہے نہ کہ صبح سے شام تک ہمیشہ سخن چینی اور عجب گوئی کو دیکھنا ہی بنالیا جائے۔ کہ ایسا کرنے سے فتنہ و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے اور نہ ہی شارع ﷺ کا یہ مقصد ہے۔ کہ غیبت مباح کو پیشہ بنالیا جائے۔ (صداق)

(۲) المعجم الكبير للطبرانی ۱۹/۲۱۸ حدیث ۱۰۱۱ مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب العلم باب فی الکلام فی الرواة ۲۰۰/۱ حدیث ۲۶۳۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو باطل کہا ہے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ و الموضوعۃ ۴/۵۳۔ حدیث ۵۸۴۔

(۳) مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب العلم باب فی الکلام فی الرواة ۱۹۹/۱ حدیث ۲۶۲۔ المعجم الكبير للطبرانی ۱۹/۲۱۸ حدیث ۱۰۱۰۔ المعجم الاوسط للطبرانی ۳/۲۱۴ حدیث ۳۳۷۲۔ المعجم الصغير للطبرانی ۱/۳۵۷ حدیث ۵۹۸۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۴/۵۲۔ حدیث ۵۸۴۔

اپنا بچاؤ کر لیں۔“ (مجمع الزوائد)

ملاحظہ:- یہ بات یاد رہے کہ کسی کے ذمہ کوئی بدی گھڑ کر لگانا جہنم کے شعلوں کی لپیٹ میں آنا ہے۔ اور جو بدیاں اور برائیاں فی الواقع کسی میں پائی جائیں۔ وہ دو اور دو چار کی طرح درست ثبوت اور دو پہر کے سورج کی مثل روشن تحقیق کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دو۔ جبکہ دینی اور قومی مصالحتیں اور عوام الناس کی فلاح و بہبود ان کے اظہار و بیان کا تقاضا کریں۔

”ان کے پردے چاک کر دو“

اس فرمان نبوی میں یہ حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ جب مسلمان بدی سے پردوں کی چاک کی تحویف سنیں گے تو پھر ہر پیر اور مرید امام اور مقتدی استاد اور شاگرد و اعظا اور سامع آقا اور نوکر زراعی اور رعایا چھوٹا اور بڑا عورت اور مرد اور ہر کہ و مہم بدکاری کے تصور سے کانپ اٹھیں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے پردے پھاڑ دیئے جائیں گے اور رسوائی ان کا منہ کالا کر دے گی۔ تو پھر وہ لامحالہ اپنے دامن کو آلودہ گناہ نہ کریں گے۔ مبادا کوئی چاک کر دے۔

مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری اپنی مایہ ناز کتاب تحفہ الاحوذی میں فرماتے ہیں۔

((وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي النَّقْلِ مَصْلِحَةٌ شَرْعِيَّةٌ وَإِلَّا فَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ أَوْ وَاجِبَةٌ)) (تحفہ الاحوذی)

”اور ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر پہنچانے (یعنی غیبت کرنے) میں جو مذمت حدیث میں آئی ہے وہ اس صورت میں ہے۔ جبکہ پہنچانے میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو۔ اور اگر شرعی مصلحت ہو۔ تو پھر حرام نہیں بلکہ مستحب یا (بعض اوقات) واجب بھی ہو جاتی ہے۔“

((كَذَٰلِكَ مَنْ أَخْبَرَ الْأَمَامَ أَوْ مَنْ لَهُ وِلَايَةٌ بِسِيرَةٍ نَّائِبَةٍ مَثَلًا فَلَا مَنَعَ عَنْ ذَلِكَ)) (تحفہ الاحوذی)

”اسی طرح بادشاہ حاکم نائب متولی کو ان کے عمل کی باتیں پہنچانی منع نہیں ہیں۔ اور یہ کام غیبت محرمہ میں داخل نہیں۔“

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ قوم ملک اسلام اور مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے جاسوسی اور خبر رسانی بھی جائز ہے، خود حضور انور ﷺ نے خندق کے دن حضرت زبیرؓ کو خبریں معلوم کرنے کیلئے بھیجا تھا۔<sup>(۱)</sup> اور امام طبریؒ نے لکھا ہے۔

((وَكَاثَتْ تَكْوُنُ لِعَمْرٍ الْعُيُونُ فِي كُلِّ جَيْشٍ))

”اور حضرت عمرؓ نے اپنے تمام لشکروں میں (خبریں حاصل کرنے کے لئے) جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔“

(۱) صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة العندق وهي الاحزاب حدیث ۴۱۱۳۔

الحاصل دینی، شرعی، قومی، ملکی اور عام مسلمانوں کی بہتری، بھلائی، خیر خواہی اور بہبودی کے مواقع پر غیبت کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

ہاں وہ غیبت جو کسی کو صرف بدنام اور رسوا کرنے کی خاطر ہو۔ شغل کے طور پر لوگوں کی بدیاں اور برائیاں بیان کی جائیں۔ فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے لگائی، بھائی کریں۔ مسلمانوں کے عیب بے مقصد بیان کر کے لڑائی جھگڑے کی بنیاد رکھیں۔ ان کو صرف حقیر اور ذلیل کرنے کے لئے سخن چینی کریں۔ بے شک یہ غیبت حرام، کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والی ہے۔ ایسی چغل خوری کے کبھی نزدیک نہ پھٹکیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ اسے روکنے کی کوشش کریں۔ غیبت حرام کے احکام تفصیل سے آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر انہیں مطالعہ کریں۔ اور مسلمانوں کی بے مقصد پردہ دری اور عیب گوئی کی پاداش کے تصور سے لرز جائیں۔

## ظلم کی تاریکیاں

خرابی	زبیراد	بند	جہاں
چوہستان	خرم	زباد	خزاں

(سعدی)

ظلم ضد عدل ہے۔ لغت میں ظلم کے معنی ہیں وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ ”کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔ اس کا تجاویز کرنا حد و حد سے۔“ واقع ہونا ساتھ زیادتی یا نقصان کے۔ بے جا، بے وقت، بے موقع، بے محل، کسی امر کا پیش آنا۔ اور یہی مفہوم شریعت میں کارفرما ہے۔ کہ ظلم اس کام کو کہتے ہیں۔ جو محل شرعی اور وجہ شرعی سے تجاویز کرے، ظلم کے برعکس عدل کہتے ہیں۔ وَضْعُ الشَّيْءِ فِي مَحَلِّهِ ”چیز کو اس کے محل اور ٹھکانے پر رکھنا۔“ اس کا واقع ہونا بغیر زیادتی یا نقصان کے۔

ہر چیز اپنے اصل محل اور مقام پر پہنچ کر درست، مفید اور کارآمد ہوتی ہے۔ اور بے ٹھکانا ہو کر نقصان دہ بن جاتی ہے۔ گھڑی کی حالت پر ہی غور کیجئے۔ کہ اگر اس کے تمام پرزے اپنے اپنے محل پر ہوں گے تو مشینری چلے گی۔ اور گھڑی صحیح وقت دے گی۔ لیکن وہی پرزے اگر بے محل رکھ دیئے جائیں۔ تو مشینری بے کار اور وقت ناپید ہو جائے گا۔ اسی مثال پر تمام امور کو قیاس کر لیجئے۔ کہ عدل جہاں میں ہر چیز کی صحت و سلامتی اور قیام و حیات کا باعث ہے اور ظلم فساد و بگاڑ اور تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تمام ادا امر کی بنیاد عدل پر ہے۔ اور سب نواہی ظلم بردوش ہیں۔ جس قدر عدل بڑھتا ہے، ظلم گھٹتا ہے اور ظلم کی زیادتی سے عدل میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ظلم کا ارتکاب تو درکنار، ظلم کی طرف رجحان و میلان کی بھی سخت ممانعت کر دی گئی ہے کہ اگر ظلم کی طرف جھکے بھی تو آتش دوزخ کے شعلے تمہیں آلیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسِكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ (سورة ہود : ۱۱۳)

”اور مت جھکوان لوگوں کی طرف کہ ظلم کرتے ہیں۔ پھر آگ لگے گی تم کو بھی آگ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار پھر (ظالموں کی طرف جھکنے کی صورت میں) تم مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَرْكَبُوا کے حکم سے ظلم کی طرف رغبت، حجان، خمیدگی اور میلان قطعاً حرام کر دیا ہے۔ رکون کے معنی ہیں۔ تھوڑا سا جھکاؤ کسی چیز کی طرف خفیف اور ہلکا سا رجوع، میلان اور رغبت کرنا۔ اس حکم الہی سے معلوم ہوا کہ ظلم کا واضح اور پورے طور پر ساتھ دینا تو رہا ایک طرف۔ صرف ظالم کی طرف خمیدگی، رغبت اور جھکاؤ ہی عذاب کے لئے کافی ہے۔ اعادنا اللہ منہ۔

پھر جن ظالموں کی طرف جھکنے اور راغب ہونے سے اللہ نے متنبہ فرمایا ہے اور ڈرایا ہے۔ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ یہ ظاہر ہے کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا۔

﴿إِنَّ الشُّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (سورة لقمان : ۱۳)

کہ شرک بڑا ظلم ہے، کیونکہ مشرک عبادت کو جو صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ اسے غیر اللہ کے لئے ثابت کرتا ہے۔ بے ٹھکانے عبادت کرتا ہے۔ اللہ کا حق چھین کر غیر اللہ کو دیتا ہے۔ اللہ کی قولی، بدنی، مالی عبادت میں غیروں کو شریک کرتا ہے۔

پس قرآن اور حدیث میں جتنی اقسام بھی شرک کی بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب کی سب ظلم ہیں اور ان کی طرف رکون و میلان یا ان کی وقایت و حمایت نکال دو بال سے خالی نہیں، ان تمام اقسام شرک کے مرتکب بڑے ظالم ہیں اور ان ظالموں کی طرف خدا تعالیٰ نے رغبت کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خواہش کو معبود بنانے سے بھی قرآن مجید میں منع کر دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿أَوَاءَ نُبْتِ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ (سورة الفرقان : ۳۳)

”کیا یاد کیا تو نے اس شخص کو کہ پکڑا اس نے معبود اپنا خواہش اپنی کو۔“

ہوا۔ یعنی خواہش کی معبودیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام و فرامین کے خلاف خواہش کو پورا کرنا۔ قرآن و حدیث کے برعکس نفس کو ماننا۔ شریعت مطہرہ مقدسہ کے مقابلہ میں اپنے دل کے اشارہ پر سر تسلیم خم کر دینا واضح رہے۔ کہ یہ نفس کی اطاعت بھی وسط اور عدل کی ضد ظلم ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَ تَبَعًا لِمَا جُنْتُ بِهِ)) (بخاری شریف) <sup>(۱)</sup>

”تم میں کوئی بھی (پورا) مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع ہو۔“

یعنی جب تک مومن (ایمان کا دعویٰ دار) اپنی تمام خواہشات کو اللہ اور رسول (ﷺ) کے احکام کے تابع نہ کرے وہ ہرگز مومن نہیں بن سکتا۔

معلوم ہوا کہ کتاب و سنت کے مقابلہ میں خواہش کی پیروی کرنے والا خواہش کا پجاری ہے۔ پھر خواہش کی پوجا کیا ظلم نہیں ہے؟ اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ صرف شرک اور کفر ہی ظلم نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ہر نافرمانی ظلم ہے۔

## ظلم کے افعال

یاد رہے کہ شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں، امر اور نہی، امر وہ کام ہے جس کے کرنے کو کہا گیا ہے۔ پس تمام اوامر عدل ہیں اور نہی اس کام کو کہتے ہیں۔ جس کے کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ پس تمام نواہی اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانیاں ظلم ہیں۔ پھر کل اقسام شرک، کفر، بدعت، فسق، فجور، بدی، بدکاری، جھوٹ، فریب، مکر، دھوکا، بددیانتی، خیانت، جنبہ داری، حق تلفی، خویش نوازی، ناجائز سفارش، رشوت ستانی، بدعہدی، بد معاملگی، جھوٹے مقدمے، باطل امارتیں، جعلی بیعت المال، بے اصل دارالاسلام، کرایہ کی دارالامان خانہ ساز تھوس۔ پیری مریدی کے پیشے، پیشے و رانہ مندیں، قوم ملک اور حکومت کی غداری، ہاتھ اور زبان کی ہرقسم کی ایذا، تمس، مسلمانوں کی بدخواہی، تجارت اور لین دین میں دغا بازی، مسائل اور فتاویٰ کی تحریف، سطور قرآنی کی چلیپائی، تمام اوامر الہی کا عدم امتثال، اور نواہی الہی کا ارتکاب ظلم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿فَأَسْتَفْتِمُ كَمَا أُمِرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (سورہ ہود

: ۱۱۴)

”پس سیدھا رہو (اسلام کی راہ عدل پر اے پیغمبر)! جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ بھی (عدل پر قائم

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة حدیث ۱۶۷۔ شرح السنة للبغوی ۲۱۳/۱-۲۱۴۔

حدیث ۱۰۳ کتاب السنة ابن ابی عاصم ۱۲/۱ حدیث ۱۵۔ دم الهوی لابن جوزی صفحہ ۲۳-۲۲۔ المدخل الكبير

للمیہقی حدیث ۲۰۹ تاریخ بغداد ۳/۳۹۹-حدیث ۲۲۳۹۔ الاربعین نووی حدیث ۴۱۔ کتاب الکبائر لذہبی صفحہ ۱۰۹۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ہشام بن حسان مدلس ہے اور غیرہ مجہول ہے۔

رہیں) جو (شُرک و کفر سے توبہ کر کے) تیرے ساتھ (ہوئے) ہیں اور (خبردار) حد (اعتدال) سے نہ بڑھو۔ بیشک جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔“

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ احکام باری تعالیٰ پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ جاہہ مستقیم پر پوری حزم و احتیاط سے چلو۔ اپنی تمدنی معیشتی، معاشرتی، اور اخلاقی زندگی کتاب و سنت کے مطابق بسر کرو۔ کہ یہی ظلم سے بچنے کی راہ عدل ہے۔ اور کسی بھی غرض سے مشرکوں یا عام ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ آگ جو ان کو گھیرے ہوئے ہے تم کو بھی ضرور چھوئے گی۔

غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ ظالم کی طرف جھکنے پر تو فرمایا فَنَمَسُّكُمْ النَّارُ ”کہ تم کو بھی آگ چھوئے گی۔“ تو پھر ظالم کے کاموں پر خوش ہونا اس سے تعاون کرنا۔ ملنا جلنا اور اختلاط و ارتباط رکھنا تو آگ میں پوری طرح داخل ہونا ہے۔ یہ تو ظالموں کی طرف جھکنے یا ان کے ساتھ ہم نوالہ وہم پیالہ ہونے کی سزا ہے۔ اور جو خود ظالم ہوں تو حید نا آشنا فانی الشُرک ہوں۔ اور جنہوں نے عام ظلم کے کاموں پر کمر باندھی ہوئی ہو۔ اللہ کے باغی، رسول اللہ ﷺ کے طاعی، اسلام سے متنفر اور شرعی احکام کے ٹالنے والے ہوں، انہیں اپنی فانی زندگی کے انجام پر کچھ تو سوچ بچار کرنا چاہئے۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! دو باتوں کا آپ کو اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے۔ ایک یہ کہ جس شخص کو آپ کتاب و سنت کے معیار سے ظالم پائیں، خواہ وہ حکام سے ہوں۔ یا عوام سے، اس کے اعمال، تقاضا، اور افعال تغلب سے ہرگز ہرگز اشتراک و تعاون نہ کریں۔ بلکہ پورے طور پر مجتنب اور بے زار رہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ اپنے تمام اقوال و افعال کا جائزہ لیتے رہیں۔ ان پر کڑا احتساب رکھیں۔ کہ روئے زندگی ظلم کی آلودگی سے پاک رہے۔ اب ہم رسول اللہ ﷺ کی کچھ احادیث بیان کرتے ہیں، تاکہ سعید و حسیں ان سے سبق حاصل کریں۔ اور دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔

## ظلم کی نتیجہ خیزیاں

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ وَالظُّلْمُ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (مسند امام اعظم) (۱)

(۱) مسند احمد ۱۹۵/۲۔ مستدرک حاکم کتاب الایمان ۵۶/۱ حدیث ۲۶۔ و طبع قدیم ۱۱/موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب الجهاد باب ماجاء فی الهجرة حدیث ۱۵۸۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۷۰۱/۲ حدیث ۲۶۰۳۔ صحیح الموارد الظمان ۸۷/۲ حدیث ۱۳۰۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۵۱۳/۲۔ اس حدیث میں ایک کی بجائے ایک کے الفاظ ہیں۔

”حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو۔ کیونکہ قیامت کے روز ظلم تاریکیوں کا سبب ہوگا۔“

ملاحظہ:- اس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم نزع کے وقت سے لے کر تا عبور پل صراط انواع و اقسام کے ہجوم و غموم نواب و مصائب اور نا کامیوں اور پریشانیوں کے اندھیروں کا شکار رہے گا۔ ملک الموت کی گرفت اور ہیبت اس کی روح پر یاس و قنوط کا عالم طاری کر دے گی۔ نکیرین کی پرسش پر اس کا مطلع جواب نا کامیوں کے سیاہ اور دیزر بادلوں سے گھر جائے گا۔ قبر کے عبوری دور میں جو روزِ ظلم خوفناک اٹھو ہے بن کر تا صور اسرافیل ظالم کو ڈیسیں گے وہ بہت چیخے چلائے گا۔ لیکن اس کی ہائے وائے لحد کی ظالم تاریکی میں گم ہو کر رہ جائے گی۔ جفاکار کے لئے عرصہ محشر خوف و خطر اور نا کامی کی شب پیدا ہوگی۔ اس کے تاریک نامہ اعمال سے ہنگام وزن کوئی بھی امید کی شعاع نہ بھولے گی۔ عدوان و جفا کی ظلمات پل صراط پر ظالموں کو گھیر لیں گی۔ اور ان کا ایک قدم اٹھنا خود کو جہنم میں گرانا ہوگا۔

ناظرین کرام! جب کہ معلوم ہو گیا۔ کہ ظلم آخرت کی ظلمات ہیں۔ تو پھر ہمیں زندگی پر غور کرنا اور اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے کہیں ظلم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں۔ حقوق اللہ کے ایضاً یا حقوق العباد کے اتلا سے ہم اپنی عاقبت کو تار یک تو نہیں کر رہے ہیں۔

**ظلم کی معاونت**

((عَنْ كَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعِيدُكَ بِاللَّهِ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قُلْتُ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أُمَّرَاءُ سَيَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلْيَسُوا مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَرُدُّو عَلَيَّ الْخَوْصِ))

(ترمذی)

”کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں احمقوں کی امارت (حکومت) سے تیرے لئے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ حکومت کیسی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد ایسے امیر (حاکم) آئیں گے۔ (سنو) کہ جو ان کے پاس

(۱) مسند احمد ۳/۳۹۹۔ سنن ترمذی ابواب الجمعة باب ما ذکر فی فضل الصلاة حدیث ۶۱۴۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب الصلاة باب فضل الصلوة الخمس ۵/۹ حدیث ۱۷۲۳۔ مستدرک حاکم کتاب معرفة الصحابة باب ذکر مناقب کعب بن عجرة الانصاری ۳/۵۳۶ طبع جدید و طبع قدیم ۳/۲۸۰۔ مصنف عبدالرزاق ۱۱/۳۳۵ حدیث ۲۰۸۱۹ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۲/۵۴۱۔ ۵۴۰ حدیث ۲۲۲۳۔ ۲۲۲۲۔

جا کر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے اور ان کے ظلم (کے کاموں) پر ان کی مدد کریں گے۔ وہ مجھ سے نہ ہوں گے اور نہ میں ان سے ہوں گا۔ (یعنی میرا ان سے کوئی تعلق واسطہ نہیں) اور نہ ہی وہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے۔“

### ظالم حاکموں کا انجام

ظالم حاکموں کی ستم رانیوں اور جھوٹی کاروائیوں کی تصدیق کرنے اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں، ظالم کے حامیوں سے تو رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرما دیا ہے۔ اور حوض کوثر سے محروم رہنے کا اعلامیہ سنا دیا ہے۔ پھر جو ظلم کرنے والے حاکم ہیں ایک لمحہ کے لئے سوچیں کہ ان کی عاقبت کس قدر تاریک اور انجام کتنا بھیسا تک اور خوفناک ہوگا۔ دراصل ان باتوں پر وہی شخص سوچتا اور غور کرتا ہے کہ جس کا آخرت پر ایمان ہو۔ اور اللہ کے سامنے جا کر حساب دینے پر یقین ہو۔

### ظالم کا معاون

((عَنْ أَوْسِ بْنِ شَرْحَبِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّمَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ)) (مشکوٰۃ) (۱)

”حضرت اوس بن شرحبیل سے روایت ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ جو شخص ظالم کے ساتھ چلتا ہے۔ (اس کی تائید کرتا ہے) تاکہ اسے تقویت دے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے۔ تو (اس پر) وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔“

### لمحہ فکریہ

امور ظلم میں ظالم کا ساتھ دینے، اس کی ہاں میں ہاں ملانے۔ اس سے تعاون کرنے اور اسے تقویت پہنچانے والا رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بموجب تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور خود ظالم کے حال کا اندازہ لگائیں۔ کہ وہ اسلام کی شاہراہ سے بھٹک کر کتنا دور ہو جائے گا۔ اس پر کس قدر غضب الہی نازل ہوگا۔ ظلم کی اقسام کا سلسلہ بہت دراز ہے۔ اصولی طور پر ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ ظلم کی جو لگانہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ اور ویسے کون نہیں جانتا کہ ظلم کیا ہوتا ہے؟ تو حید اور ایمان کی بصیرت موجود ہو تو انصاف کی آنکھ کو ہر وقت اور ہر جگہ ظلم کی تاریکی نظر آ جاتی ہے۔ بعض امور ظلم کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الظلم حدیث ۵۱۳۵ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۱۲۲/۶ حدیث ۷۷۷۵ یہ حدیث المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۲۴۷ حدیث ۶۱۹ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۲/۸۱ حدیث ۷۵۸۔ ضعیف الترغیب والترہیب ۲/۸۹ حدیث ۱۳۶۲۔



اور پھر وہ توفیق الہی سے عمل کی راہ صواب پر گامزن ہونے کی سعی کریں۔

### بعض امورِ ظلم

یاد رہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ظلم ہے۔ کسی پیر کو کیا جائے یا کسی قبر کو۔ سجدہ کرنے والا بھی ظالم اور پیر مسجود بھی ظالم ہے۔ اسی طرح ساجد قبر بھی ستم گار اور قبروں پر سجدہ ریزیوں کے حامی بھی جفا کار ہیں۔ غیر اللہ کے نام کی نذر نیاز ماننا اور پورا کرنا ظلم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نذر عبادت ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ عبادت اللہ کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں۔ نہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ شرک ہے۔ پس نذر نیاز بوجہ عبادت ہونے کے غیر اللہ کے لئے حرام اور شرک ہوئی۔ اور شرک بڑا ظلم ہے۔

### حنفی مذہب کا فتویٰ

((وَأَعْلَمُ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرْهِمِ وَالشَّمْعِ وَالذَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلَى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ فَهُوَ بِالْإِحْتِمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ)) (رد المحتار مصری جلد ثانی)

”گوش ہوش سے سنو کہ عام لوگ جو مردوں کی نذر نیاز سے اور اولیائے کرام کا قرب (اور خوشی) چاہنے کے لئے ان کے مزاروں پر روپیہ پیسہ اور تیل (جلانے کے لئے) چڑھاتے ہیں۔ حنفی مذہب کے تمام علماء کے نزدیک ایسی نذر نیاز حرام اور باطل ہے۔“ (رد المحتار مصری جلد ثانی)

### نذر غیر اللہ کیوں باطل ہے

((لِوُجُوهِ مِنْهَا إِنَّهُ نَذْرٌ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِمَخْلُوقٍ لَا يَحُورُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا يَكُونُ لِمَخْلُوقٍ وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهُ مَيْتٌ وَالْمَيْتُ لَا يَمْلِكُ وَمِنْهَا أَنَّهُ ظَنٌّ أَنَّ الْمَيْتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللَّهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذَلِكَ كُفْرٌ)) (رد المحتار مصری جلد ثانی)

”نذر غیر اللہ کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ نذر مخلوق کے لئے (مانی جاتی) ہے۔ اور مخلوق کے لئے نذر نیاز جائز نہیں۔ اس لئے کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہو سکتی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے نذر کی جاتی ہے وہ میت ہے۔ اور میت کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ نذر ماننے والا یہ سمجھتا ہے کہ اللہ سے ورے یہ مزار والے نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ (خبردار!) یہ اعتقاد کھلم کھلا کفر ہے۔“ (رد المحتار)

## ایمان افروز فتویٰ

((أَمَّا لَوْ نَذَرْنَا لِإِقْدَادِ فَنَدِيلٍ فَوْقَ صَرْبِجِ الشَّيْخِ أَوْ فِي الْمَنَارَةِ كَمَا يَفْعَلُ النِّسَاءُ مِنْ نَذْرِ الزَّيْتِ لِسَيِّدِي عَبْدِ الْقَادِرِ وَوَقَدْ فِي الْمَنَارَةِ جِهَةٌ الْمَشْرِقِ فَهُوَ بَاطِلٌ)) (رد المختار مصری جلد ۲)

”لوگ جو نذر نیاز کا تیل کسی بزرگ کے مزار پر چڑھاتے ہیں۔ جس طرح حضرت شیخ عبدالقادر کے مزار پر تیل جلانے کیلئے عورتیں نذر مانتی ہیں۔ اور وہ (تیل) چراغ (میں) شرقی مینار پر جلایا جاتا ہے۔ یہ نذر نیاز باطل اور حرام ہے۔“

((الْإِجْمَاعُ عَلَى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوقِ وَلَا يَنْعَقِدُ وَلَا يَشْتَعِلُ الذَّمُّ بِهِ وَإِلَانَهُ حَرَامٌ بَلْ سَحَتْ)) (رد المختار مصری جلد ثانی)

”تمام اُمت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ اللہ کے سوا اوروں کے نام نذر نیاز ماننا حرام ہے۔ ایسی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی اس لئے اس کا پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ بلکہ حرام اور ضرور حرام ہے۔“

## بحر الرائق کا فتویٰ

((الْإِجْمَاعُ عَلَى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوقِ)) (بحر الرائق) (۱)

”تمام اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی کی بھی نذر مانتی حرام ہے۔“

## مولانا عبدالحی کا فتویٰ

((وَالنَّذْرُ لِغَيْرِ اللَّهِ حَرَامٌ وَيَحْرُمُ الْمُنْدُورُ لِغَيْرِ اللَّهِ)) (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی)

”اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی نذر نیاز مانتی حرام ہے۔ اور (یاد رہے کہ) جو چیز غیر اللہ کے نام پر نذر کی جائے وہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔“

قرآن و حدیث کے سوا ہم نے حنفی مذہب کی چوٹی کی کتابوں سے نذر لغیر اللہ کو حرام اور باطل ثابت کیا ہے تاکہ برادرانِ احناف اور دوسرے محقق حضرات ازراہ انصاف غور فرمائیں کہ جس نذر نیاز لغیر اللہ کو متون فقہ میں حرام لکھا ہے۔ جس کے باطل ہونے پر تمام علمائے احناف اور ساری اُمت کا اجماع ہے۔ وہی باطل نذر نیاز لغیر اللہ کے نام دی جاتی ہے۔ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر مصیبتوں سے نجات اور حاجتوں کے پورا ہونے پر نذریں نیازیں مانی جاتی ہیں۔ اور پھر (جب بحکم) (إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) (سورۃ الم نشرح : ۶) مصائب کی شب تار میں رحمت یزداں کا سپیدہ سحر نمودار ہوتا ہے تو) ان نذروں نیازوں کو تڑتوں اور مزاروں پر تیل چڑھانے



تمام اشیاء کا چڑھاوا باطل اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ حنفی کے فتویٰ کی رعایت سے ان کا کھانا حرام ہوا۔  
 خوب یاد رکھیں کہ بھولے بھالے مسلمانوں کو جن نام نہاد حنفی بدعتی ملائوں نیاز خور پیروں اور گور پرست  
 مجاوروں نے حاجت براریوں اور مشکل کشائیوں کا جھانسا دے کر مزاروں پر منت ماننا بتایا ہے۔ لکشمی دیوی کو رام  
 کرنے کے لئے قبروں پر نیازیں منانا سکھایا ہے۔ یہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کا سبق پڑھانے والے بہت بڑے ظالم  
 ہیں۔ مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے قرآن ایسے ہی لوگوں کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ  
 وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (سورة التوبة : ۳۴)

”اے ایمان والو! (سنو) تحقیق بہت عالموں میں سے اور فقیروں میں سے البتہ کھا جاتے ہیں مال  
 لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے اور روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے۔“

یعنی علمائے سوء اور دنیاوی مشائخ لوگوں کو گھریلو مسئلے اور خانہ ساز فتویٰ بتاتا کر ان کے مال ناحق طور سے  
 ہتھیاتے ہیں۔ قبروں کے عرس رچاتے مزاروں کے چڑھاوے اور نذریں نیازیں کھاتے، جلب زر کے لئے قبر پرستی  
 اور پیر پرستی کے جال بچھاتے اور کئی قسم کی بدعیہ رسوں پر شرع کا لیبل لگا کر مال کماتے ہیں، یہ ہے یہودیوں کی روش  
 اور اس پر چلنے والے ہمارے بعض علماء و مشائخ کے لچھن جن کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ ”مسلمانو! (ہوشیار رہو) کہ  
 بہت سے عالم اور درویش لوگوں کے مال ناحق طریقے سے ڈکارتے ہیں، پھر جب لوگ اندھے مقلد بن کر بلا دلیل  
 ان کا کہنا مان کر شرک اور بدعت کی راہوں پر چل کر انہیں مال کھلاتے ہیں۔ تو نتیجے کے طور پر اللہ کی راہ صراط مستقیم  
 سے باز رہتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں نیکی برباد گناہ لازم۔ یعنی جو کام انہوں نے نیکی سمجھ کر کیا تھا۔ چونکہ عند اللہ اشراک  
 واحداث ہے اس لئے برباد ہو کر گناہ پر منتج ہوا۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ گویا عباد الدینار لوگوں کا مال بھی جل  
 دے کر کھا گئے۔ اور انہیں راہ اللہ سے بھی روک گئے۔ اخلاقیات میں یہ کتنی فرومایہ حرکت اور کس قدر بڑا ظلم ہے، بیشک  
 اللہ کی مخلوق پر بے شمار قسم کے ظلم ہو سکتے ہیں۔ جو سب کے سب حرام ہیں لیکن اللہ کے دین پر ظلم کرنا اپنی جگہ خاص  
 نوعیت کا ظلم ہے۔ یہ دین کی مظلومیت عرصہ محشر میں ستم گاران ملت کا منہ عجب طور سے کالا کرے گی۔ قرآن پر ظلم  
 احادیث پر جفا، ستم برسنن، استغفر اللہ زبان بن کر شہیدوں کا لہواک دن پکارے گا۔

حضرت انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

((إِيَّاكَ وَ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ))<sup>(۱)</sup>

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الظلم حدیث ۵۱۳۳۔ بحوالہ شعب الایمان للیبہیقی ۳۹/۶ حدیث ۳۶۲۳۔  
 اس حدیث کی سند میں صالح بن حسان تحت مجروح اور متروک راوی ہے۔ لہذا یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ البتہ اس حدیث کا پہلا جملہ  
 ایاک و دعوة المظلوم۔ مظلوم کی بدعا سے بخوشن ہے۔ دیکھیے صحیح الجامع الصغیر حدیث ۲۶۸۲۔ اور سلسلہ  
 الاحادیث الصحیحہ ۳۹۵/۲ حدیث ۷۸۔

”مظلوم کی بددعا سے بچو۔“

((فَإِنَّمَا يَسْتَلُ اللَّهُ حَقَّهُ))

”کہ وہ اللہ سے اپنا حق مانگے گا۔“

((وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهُ))

”اور اللہ کسی حقدار کا حق نہیں روکتا۔“ (مشکوٰۃ)

غور کریں کہ جب آیات قرآنی اور احادیث مصطفائی کی غلط بیانیوں کی تم شمی داوڑ محشر سے اپنا حق مانگے گی۔ اللہ کی عدالت میں ”ذلق“ و ”عمامہ“ پر استغاثہ کرے گی۔ تو ”عقابوں“ کے نشین پر براجمان ہونے والے ”زاغ“ و ”زغن“ کیا جواب دیں گے؟“

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست  
”نان حلال“ شیخ ز آب حرام ما

ظلم نہ کرو

حضرت ابو ذر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔ (حدیث قدسی ہے)۔ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے لئے بھی ظلم کو حرام بنایا ہے۔ فَلَآ تَظَالُمُوْا پھر تم آپس میں ایک دوسرے پر (کسی قسم کا) ظلم نہ کرو۔“ (صحیح مسلم) (۱)

## حشر میں ظالموں کا حال

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلْوَةٍ وَصِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَيَسَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ حَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) (رواه مسلم) (۲)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم کو معلوم ہے کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا (حضور ﷺ) ہم میں مفلس وہ ہے۔ کہ جو روپیہ بیسہ اور سامان نہ رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا (سنو) میری امت میں مفلس وہ ہے۔ جس کے پاس قیامت کے روز نماز روزے

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۷۷۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۸۱۔

اور زکوٰۃ (کے نیک اعمال کا) کافی ذخیرہ ہوگا۔ لیکن اس نے (دُنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھایا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا۔ کسی کو مارا ہوگا۔ پھر اس کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات کی نیکیوں میں سے کچھ کسی مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ کچھ کسی مظلوم کو۔ اگر اس کی نیکیاں اسکی ذمہ داریوں کے اختتام سے پہلے ختم ہو گئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ تو پھر اس نمازی روزہ دار حاجی زکوٰۃ خیرات کنندہ کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔“

### ستم سے باز آ ظالم

اس حدیث سے تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، حج کرنے، زکوٰۃ دینے والا ہو۔ تہجد گزار اور تقویٰ شعار ہو۔ اگر دُنیا میں اس نے بندوں کے حق مارے ہوں گے۔ ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ایذا میں دی ہوں گی۔ عوام کو ستایا ہوگا۔ دکھ دیا ہوگا۔ ان پر ظلم توڑے ہوں گے، چغلی، غیبت، بہتان، خیانت، جھوٹی شہادت، سب و شتم، ایذا رسانی اور بدخواہی کا مرتکب ہوا ہوگا۔ تو اس کی دین داری پر ہیزگاری اور حسانت و خیرات کے انبار عرصہ محشر میں اس کے مظلوموں اور دادخواہوں میں حصہ رسدی بانٹ دیئے جائیں گے اور وہ کنگال دیوالیہ ہو جائے گا۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! اللہ کے حقوق پورے کرتے ہوئے خلق اللہ کے حقوق کی رعایت اور نگہداشت بھی لازمی جانو! خبردار! کسی پر ظلم و ستم اور جو رو و جھار و انہ رکھو!

### امانت کی ذمہ داریاں!

آساں بار امانت نتوا نست کشید  
قرعہ فال بنام من دیوانہ روند

امانت کے معنی، تحویل، تفویض، خواگی اور سپردگی کے ہیں۔ کسی چیز کے سوچنے، عہدہ کے نام اور دیانت داری کو کہتے ہیں، یوں سمجھئے کہ امانت ایک قسم کا قرض ہے۔ جس کے بارگراں سے سبکدوش ہونا ایمان کے تقاضوں سے ہے۔ بروئے مذہب اور اخلاق اس مال مستعار کو لوٹانا، ادھار کو چکانا، اور لین دین کا حساب بیباق کرنا از بس لابدی ہے۔ جو شخص سپردگی کے پھرنے، امانت کے لوٹانے سے انکار و اباء یا کسر و کوتاہی کرتا ہے وہ یقیناً جرم خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ اس کی پاداش میں دُنیا کی ذلت کے علاوہ داور محشر کے حضور بھی ماخوذ ہوگا۔ اسی لئے تنبیہ کے طور پر قرآن مجید میں اداے امانت سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ط إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (سورة النساء : ۵۸)

”بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ امانتیں اہل امانت کو پہنچا دو۔ اور جب (بھی) حکم کرو تم لوگوں کے درمیان (جھگڑوں اور قضیوں میں) تو پورے انصاف سے حکم (فیصلہ) کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے لاریب اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

### امانت کی وسعتیں

بعض لوگ امانت کو نقدی اور زیور تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ حواگی مال سے متعدی ہو کر سیم و زر کی قید سے نکل کر حد و فراموش پہنچائیوں اور وسعتوں میں سمائی ہوئی ہے۔ امانت کا اطلاق اپنے عالمگیر مفہوم کے لحاظ سے انسان کے عدل و انصاف، صداقت و دیانت اور سکون و مساوات کی شاہراہیں کھولتا ہے۔ اور سارے جہان میں استحقاق نوازی کا لازوال توازن قائم کر کے ناجائز سفارش رشوت ستانی، حق تلفی، اقربا نوازی کام چوری، جانبداری، ظلم و عدوان اور تمدنی، معیشتی، معاشرتی، اقتصادی اور اخلاقی زندگی کی حق تلفیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ سن لیں کہ امانت ایک بار ہے۔ بارگراں ہے۔ کہ جسے سوائے انسان کے کوئی نہ اٹھاسکا۔ قرآن کہتا ہے۔

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ (سورۃ الاحزاب : ۷۲)

”بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا (کہ اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ اسے اٹھاؤ) پھر انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور (اس کی ذمہ داریوں کے بوجھ سے) ڈر گئے۔ اور پھر اس کو انسان نے اٹھالیا۔ بیشک وہ (اپنی جان پر) ستم کرنے والا انجان ہے۔“

توحید کی امانت کو اس کی پوری ذمہ داریوں کے ساتھ اٹھانے سے آسمان زمین اور پہاڑ کانپ اٹھے اور لرزتے ہوئے اپنی کم ہمتی، کمزوری اور بے بضاعتی کی وجہ سے پہلو تہی کر گئے۔ لیکن حضرت انسان نے اپنے ضعیف کندھوں پر ساتوں آسمانوں کو چکنا چور کر دینے والے بوجھ کو اٹھالیا۔ پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور زمین کا طبق الٹ دینے والی امانت کا قعر عدال دیوانے انسان کے نام پڑ گیا۔

میں گرچہ ناتواں ہوں لیکن بار کائنات  
میرے سوا کسی سے اٹھایا نہ جائے گا!

### امانت کی جلوہ فرمائی

یہ امانت کبھی تورات کی صورت میں اتری، کبھی زبور کی شکل میں نازل ہوئی، گا ہے انجیل کے نام سے جلوہ فرما ہوئی۔ اور آسمانی صحیفوں کی حالتوں میں بھی بنی نوع انسان سے اپنے تقاضے پورے کراتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا نچوڑ ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں کی تبلیغ و تعلیم کا لب لباب اپنے جلو میں لئے ہوئے قرآن مجید کے

نام سے خوفناک ہوئی۔ پھر جو شخص قرآن پر ایمان لے آیا۔ جس نے اسے الہامی اور آسمانی کتاب مان لیا۔ یقیناً اس نے اللہ کی امانت کے بارگراں کو اٹھالیا اور تمام قرآن کی چھ ہزار چھ سو چھیالیس آیات پر عمل کرنے کی صورت میں امانت کو پورا کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمانہ باندھ لیا۔ جس کا ایفا اخلاقی طور پر روح کی زندگی اور نقض موت ہے۔

### ایمان بالقرآن کا مطلب

قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میں قرآن پاک کو اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ اٹھاتا ہوں۔ اس کے تمام احکام کی امانتوں کو پوری دیانت داری سے عمل ادا کروں گا۔ تیس پاروں کے اندر جتنے اوامر اور نواہی ہیں۔ یہ سب تیری امانتیں ہیں۔ میں ان تمام امانتوں کو امتثال و اجتناب کا لباس پہنا کر تیری بارگاہِ قدس میں پیش کروں گا۔ ہر امر کو بجا لاؤں گا۔ اور ہر نہی سے بچتا رہوں گا۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ قرآن مبین کے تمام احکام اور جناب خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اقوال و افعال خدائے لایزال کی امانتیں ہیں۔ جو اُمت پر واجب العمل ہیں۔ ان پر خلوص و ایمان سے عمل کرنا ان کا پورا کرنا ہے۔ جو مسلمان جس قدر قرآن اور اللہ کے رسول کا نافرمان ہے۔ وہ اتنا ہی اللہ کی امانتوں میں خیانت کرنے والا ہے۔ اور ادائے امانت کے عہد کو توڑ کر نفاق کی راہ پر گامزن ہے۔

### گہلے امانت کا تنوع

سب سے بڑی امانت توحید کی ہے باقی تمام شرعی احکام (امانتیں) توحید کی امانت کے ماتحت ہیں۔ توحید و رسالت کے اقرار کے بعد نماز امانت ہے، روزہ، زکوٰۃ اور حج امانتیں ہیں۔ جو نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا۔ صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتا۔ اور مالدار ہو کر حج نہیں کرتا۔ وہ یقیناً بہت بڑا خائن ہے۔ اللہ کے دین کا چور ہے۔ قیامت کے روز بدترین خائوں میں شمار ہو کر کیفر کردار کو پہنچایا جائے گا۔

### علمائے دین اور مشائخ کی خیانت

علماء اور مشائخ کے پاس اللہ کا دین امانت ہے۔ اگر انہوں نے دین کو ایمانداری سے صحیح صحیح لوگوں تک پہنچا دیا۔ قرآن اور حدیث کو سچ سچ سنایا۔ اور ہر قیمت پر کتاب و سنت کی روح سے مسلمانوں کے ایمان میں جان ڈالی۔ بلا خوف و لومہ و لائم اعلیٰ کلمتہ اللہ کا شرف حاصل کیا۔ تو بہشت کا دروازہ سب سے پہلے ان امتیوں کے لئے کھلے گا۔ اور اگر اماموں، خطیبوں، واعظوں، عالموں، مفتیوں، پیروں، درویشوں، صوفیوں اور گدی نشینوں نے قرآن و حدیث کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیا۔ آیتوں اور حدیثوں کو موڑ توڑ کر اپنی مرضی کے مطابق بیان کرنے لگ گئے۔ روٹی کمانے کے لئے نئے نئے مسئلے گھڑ کر دین میں داخل کر دیئے۔ آیت اور حدیث کو نفسانی خواہش کے مطابق بنا کر سنانے



لگے۔ جلب زر کی قربان گاہ پر مطالب قرآنی کو بھینٹ چڑھا دیا۔ اور روٹیوں کے عوض احادیث خیر البشر کو بیچ ڈالا۔ فرقہ بندیوں اور گروہ سازیوں کے لئے اسلام کو استعمال کیا۔ قرآن و حدیث کے معارض اقوال رجال کی طرف لوگوں کو بلایا۔ افعالِ محدثہ کو کارثواب بنا کر عوام سے ارزاق و اموال ہتھیائے۔ یاد رہے کہ دوزخ میں سب سے پہلے یہی خائن جھوٹے جائیں گے۔

### حکومت اللہ کی امانت ہے

حکومت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان امانت ہے۔ حکومت کا ہر عہدہ امانت ہے۔ حکومت کے بے شمار محکمے اور ان میں کام کرنے والے لاکھوں سرکاری ملازموں کے فرائض بھی اللہ کی امانتیں ہیں۔ اگر یہ سب لوگ عدل و انصاف، تن دہی، راستی اور ایمانداری سے کام کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی امانتوں کو پورا کر کے بے حد اجر کے مستحق ہوں گے۔ اور اگر کام چوری، سستی، کاہلی، جانب داری، رشوت ستانی اور ظلم و عدوان سے کام لیں گے۔ تو اللہ کی امانت کو برباد کر کے خیانت کرنے والے قرار پائیں گے۔ گورنر جنرل سے لے کر ایک ادنیٰ چیز اسی تک اپنے فرائض کو ایمانداری اور جفاکشی سے پورا کرنے والے اللہ کے نزدیک بڑے امین ہیں۔ اور بے ایمانی اور کام چوری سے اپنے فرائض کو ذبح کرنے والے خدائے جبار کی نظر میں بڑے خائن اور نقب زن ہیں۔

### اعضائے انسانی امانتیں ہیں

انسان کی آنکھیں، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں اس کی صحت اور تندرستی یہ سب چیزیں اللہ کی امانتیں ہیں۔ اگر یہ سب اعضاء اللہ کے حکم کے مطابق کام کریں۔ تو عہد امانت کا ایفا ہے۔ اور اگر یہی اعضاء اللہ کی نافرمانی کریں۔ ان کے افعال اور حرکات حدود شریعت سے متجاوز ہوں۔ تو پھر یہ اعضاء قیامت کے دن خیانت کے جرم میں ماخوذ ہوں گے۔

### حقوق العباد کی امانتیں

ماں باپ کے اولاد پر، اولاد کے والدین پر، زوجین کے آپس میں۔ ہمسایوں کے ایک دوسرے پر، دوستوں یا روں، غم گساروں، بھائیوں، بہنوں، سہیلیوں، استادوں، شاگردوں، رشتہ داروں، عام مسلمانوں اور راعی و رعایا کے آپس میں شریعت کے بتائے ہوئے حقوق اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جو کوئی اپنے اپنے ذمہ کے حقوق پورے کرے گا۔ وہ امین اور اللہ کی جناب میں سرخرو ہے۔ اور جو کوئی حقوق کا قرض ادا نہ کرے گا۔ وہ عند اللہ خائن قرار پائے گا، کیونکہ اس نے حق تلفی کی ہے۔ خواہ باپ ہو یا بیٹا، حاکم ہو یا رعایا، استاد ہو یا تلمیذ، پیر ہو یا مرید، ایک دوسرے کی حق تلفی کرنے والے داور محشر کے سامنے ضرور ضرور پوچھے جائیں گے کہ حق تلفی امانت میں خیانت ہے۔

حق سنانے، حق سننے والے، سچ بولنے، پورا تو لنے، صحیح ناپنے، لین دین کے کھرے زبان کے پکے وعدہ کے

پابند اپنے پیشوں اور روزگاروں کے سندر حق گو راست باز حقوق العباد کے عامل اللہ کے ہاں امانت دار اور فائز المرام ہیں۔

## فریضہ کسب حلال

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی  
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اسلام نے فریضے پہنچانے کے بعد جس چیز پر زور دیا ہے وہ کسب حلال کی طلب ہے۔ کہ مسلمان حلال کی روزی کما کر اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی کے مصرف میں لائے۔ اور کسب حلال کی طلب اس لئے ضروری ہے۔ کہ جب تک رزق حلال اور طیب کھانا پیٹ میں نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ عبادت قبول نہیں کرتا۔ قوت حرام سے روح و نفس کثیف اور مکدر ہو جاتے ہیں۔ اعضاء اور جوارح کو صالح اعمال اور نیک خیال کی توفیق نہیں ملتی۔ ناپاک خون کی تولید مردہ دلی فاسد خیالات اور گندی ذہنیت پر منتج ہوتی ہے۔ اور پھر انسان کا اللہ کے ساتھ کسی طرح بھی رشتہ محبت و ولایت قائم نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ دنیا میں اس کی تخلیق کی علت قرب الہی کا پانا۔ اور عبادت باری تعالیٰ میں زندگی گزارنا ہے۔

## زمانہ حمل میں رزق حلال

نیک عورتیں اگر زمانہ حمل میں پاک اور رزق حلال کھائیں۔ نماز اور قرآن پڑھیں اپنے خیالات کو پاک رکھیں۔ اچھے لٹریچر اور اسلامی ادب کا مطالعہ کریں۔ اور ایام رضاعت میں اپنے بچوں کو حلال کی روزی سے پیدا شدہ دودھ پلائیں۔ تو ایسے بچے نہایت نیک، خوددار، غیور، بہادر اور حق پرست ہوں گے۔ کیونکہ خوراک کا اثر طبیعت مزاج، کردار اخلاق، سیرت اور جذبات و خیالات پر ضرور ہوتا ہے۔

## ایام رضاعت میں صالح دودھ

ظالم فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ جو بچہ بنی اسرائیل کے گھر پیدا ہوا ہے فی الفور ذبح کر دیا جائے۔ اس کے حکم سے بے شمار بچے پیدا ہوتے ہی مارے گئے۔ اس دوران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جہان آب و گل میں نزول اجلال فرمایا۔ ان کی والدہ نے اللہ کے حکم سے پیدا ہوتے ہی انہیں صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ فرعون نے دیکھا۔ کہ پانی میں ایک صندوق بہتا ہوا آ رہا ہے۔ خدام کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لائیں۔ انہوں نے صندوق لا حاضر کیا۔ فرعون نے جب اسے کھولا۔ تو اس میں چاند سا بچہ پایا۔ بڑا خوبصورت، حد درجہ حسین، آنکھیں درخشاں اور پیشانی عظمت و اجلال کے نور سے شعلہ باز میاں بیوی اولاد ذکر سے محروم تھے۔ دونوں نے مشورہ کر کے اس بچے

کو بیٹا بنا لیا۔ فرعون نے اسے اپنی گود میں لے لیا۔ اور شاہی محلات میں لے جا کر تخت پر لٹا دیا۔ معصوم شیر خوار بچے کو بھوک نے تنگ کیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہی حکم سے فرعون کی قوم قبط کی متعدد دودھ پلانے والی عورتیں، محل میں پہنچ گئیں۔ ہر ایک نے دودھ پلانے کی انتہائی کوشش کی اللہ فرماتا ہے۔

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ﴾ (سورۃ القصص : ۱۲)

”ہم نے اس پر (قوم قبط کے) تمام دودھ حرام کر دیئے۔“

جو دایہ دودھ پلانے کی کوشش کرتی، یہ بچہ دودھ کو منہ نہ لگاتا۔ آخر اس بچہ کی بہن نے جو وہاں جا پہنچی تھی۔ کہا اگر کہو تو میں ایک دایہ کا پتہ دوں؟ فرعون نے کہا۔ ہاں جاؤ اور اسے فوراً بلا لاؤ۔ یہ لڑکی اپنی ماں کو (جو بچہ کی بھی ماں تھی) بلا کر لے گئی۔ اس دایہ نے جو نبی بچہ کو گود میں لیا۔ تو اس نے بڑی رغبت سے دودھ پینا شروع کر دیا۔ پھر یہی عورت دایہ مقرر کر دی گئی۔ جس کی گود میں بچے نے سارا زمانہ رضاعت گزارا۔

اس قرآنی قصہ کے بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ اگر یہ بچہ قوم قبط کا دودھ پی لیتا تو بڑا ہو کر اَنَا وَلَا غَيْرِي کا ڈنکہ بجانے۔ خدا کہلانے والے طاغوت اعظم ظالم فرعون کی خدائی کا تختہ اُلٹنے کی جرات نہ پاتا۔ خدائے لایزال نے اپنے پیغمبر کو ایام رضاعت میں قوم فرعون کا فاسد دودھ نہیں پینے دیا۔ اس سے آپ صالح خوراک کا اندازہ کا سکتے ہیں۔ اور پھر خورد و نوش کی راہ عمل ہموار کر سکتے ہیں۔

کھجور منہ سے تھو کو

رحمت دو عالم ﷺ کے سامنے زکوٰۃ کی کھجوریں (تقسیم کے لئے) لائی جاتی ہیں۔ حضرت حسن چھوٹے بچے بس۔ ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑتی ہے۔ تو اپنی انگلی اس کے منہ میں ڈال کر کھجور نکال باہر پھینکتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔

بیٹا! تھو کو، تھو کو!

((أَنَّمَا هِيَ مِنْ أَوْسَاحِ النَّاسِ فَلَا تَجِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ)) (مشکوٰۃ<sup>(۱)</sup>)

”یہ زکوٰۃ لوگوں (کے مال) کی میل ہے۔ جو محمد اور اس کی آل پر حرام ہے۔“

حضرت انور ﷺ نے ایک معیوبی کھجور تک بچے کے پیٹ میں نہیں جانے دی کہ رزق حرام سے بچے کی جان اچھی نہیں ہوگی۔ صالحیت، تقویٰ اور نیکی اس کی طبیعت میں جڑ نہیں پکڑیں گے۔ اس کے شباب کی نہر کے پانی خضوع و خشوع اور خلوص و ورع کے درخت سبز و شاداب اور شربا نہیں ہوں گے۔

مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاة باب من لا یحل له الصدقة حدیث ۱۸۲۳ ابوالہ صحیح مسلم کتاب الزکاب باب

ترك استعمال آل النبی علی الصدقة حدیث ۱۰۷۲۔

## رزق حلال سے اخلاق پر اثر

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حلال کا رزق کھانے سے نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اخلاق بلند ہوتے ہیں۔ سیرت سنورتی ہے اور کردار نکھرتا ہے۔ طبیعت میں حیا، تواضع، نرمی، بردباری، سخاوت، شجاعت، اخلاقی جرأت، حوصلہ، صبر، قناعت، رحم، مروت، حق گوئی، توحید پرستی، شب خیزی اور راست گفتاری کے جوہر پیدا ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے ذریعہ معاش کی طرف اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے۔ کہ روزی حلال کی کمائی جائے۔ بلکہ حلال میں حرام کا شائبہ تک شامل نہ ہو۔ آمدنی کے دروازے پر خوف خطر کا پہرہ بٹھائے رکھیں۔

## آمدنی کے ذرائع پر ایک نظر

ملازموں کو چاہئے کہ وہ اپنی تنخواہ کی طہارت کو رشوت کی نجاست سے آلودہ نہ کریں۔ تاجر، سوداگر، بیوپاری، دوکان دار، اور لین دین کرنے والے یاد رکھیں کہ خرید و فروخت اور معاملات کے اندر دھوکہ فریب کرنے، جھوٹی قسم کھانے، مال کا عیب چھپا کر بیچنے، کم تولنے اور کم ماپنے سے روزی حرام ہو جاتی ہے۔ نجار، معمار اور ہر قسم کے دست کار اگر ایک ہفتہ کے کام کو آمدنی بڑھانے کی غرض سے عمد آدیا ڈیڑھ ہفتہ میں ختم کریں۔ تو ان کی یہ کمائی بھی حلال نہ رہے گی۔

## پیشہ وکالت کی آمدنی

جو وکلاء دانستہ جھوٹے مقدمے لے کر ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جھوٹے بے ایمان ظالم موکلوں سے حقانے لے کر انہیں عدالت میں کامیاب کراتے ہیں۔ ان کے جعلی گواہوں کو دانستہ جھوٹا بیان سکھاتے ہیں۔ پڑھاتے ہیں، بڑے ادب سے عرض ہے کہ ایسے وکیلوں کی یہ کمائی یقیناً ناجائز اور حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی ایسی وکالت سے ملک میں ظلم و ستم دھوکہ فریب، بے ایمانی، حق تلفی، بے حیائی، بدی، فتنہ، فساد اور عداوت و طغیان پھلتے، پھولتے اور پلتے ہیں۔

## وکالت کے حلال محتانے

اس میں کوئی شک نہیں کہ وکالت ایک نہایت شریف پیشہ ہے، جو وکلاء کرام تحقیق کر کے سچے مقدمے لیتے ہیں۔ وہ دراصل حق کی حمایت کرتے ہیں۔ مظلوموں، بے گناہوں، ستم کشوں، شریفوں اور جھوٹے الزام لگائے گئے لوگوں کے استغاثوں اور دعووں کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کو راضی کرتے ہیں۔ ان حضرات کے محتانے نہایت پاک اور حلال ہیں۔ ایسی روزی کے کھانے سے طائر لا ہوتی کی پرواز ولایت الہی کی فضا میں بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ان نیک بندوں کا بارگاہِ قدس میں دن بدن قرب بڑھتا ہے۔ اور بہشت ایسے ہی اہل ایمان صالحین کی وراثت

## ڈاکٹری اور طبابت کا پیشہ

ڈاکٹری اور طبابت کس قدر معزز اور شریف پیشے ہیں۔ ڈاکٹر اور طبیب گرفتارِ امراض مرضا کے مسیحا ہیں۔ اللہ ان کے ہاتھوں مصیبت زدہ اور تڑپتے اور کراہتے مریضوں کو شفا بخشتا ہے۔ ان کی کمائی بھی نہایت درجہ حلال اور پاک ہے۔

لیکن اگر کوئی پست ذہنیت کا معالج مریض کی بیماری کو بہ اس غرض طوالت دینے کی کوشش کرے کہ ”مرغ“ دام علاج میں آ پھنسا ہے۔ اس کے پر خوب نوح لینے چاہئیں۔ اس سے سوچا س بھی نہ کمائے تو پریکٹس کیا ہوئی۔ یہ کمائی کیسی ہے؟ اس معالج کے ضمیر سے پوچھئے اور عرصہ محشر میں حقوق العباد کے قصبے چکانے والی عدالت بتائے گی۔

## پولیس اور پکھری کے ملازمین

پولیس اور پکھری کے ملازم حضرات خواہ وہ بڑے سے بڑے انسر ہیں یا چھوٹے سے چھوٹے ماتحت، اگر وہ عدل و انصاف کر رہے ہیں۔ سچ اور جھوٹ، حق اور ناحق، عدل اور ظلم میں تمیز کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ سچے چالان بنا رہے ہیں۔ ظالموں، بد معاشوں اور بے ایمانوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی سعی میں ہیں۔ اور تنخواہ حلال پر اکتفا کرتے ہوئے رشوت کو جہنم کا دہکتا ہوا انگارہ سمجھتے ہیں۔ تو پھر یہ روزی انہیں اللہ والے بنا دے گی۔ ان کی عبادت قبول اور دعائیں مستجاب ہوگی اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہوں گے۔

## کسب حرام کے انبار

لیکن اگر ان کی نظر میں شریف اور معزز زدہ ہے۔ جو ان کے لئے رشوتوں کے دروازے کھولے۔ استحصال زر کے غیر شرعی ذرائع بہم پہنچائے۔ ان کی تمام ضرورتیں ناجائز طور پر پوری کرے۔ بے گناہ شریفوں سے من مانی رقیوں ہتھیائی جائیں۔ ایسی روزی قبر کے اندھیرے میں رنگ لائے گی۔

سوچنا، سمجھنا اور غور کرنا چاہئے کہ یہ دُنیا آئی، فانی اور ہنگامی ہے۔ یہ مستعار زندگی کوئی دن کی مہمان ہے۔ وقت آنے والا ہے۔ کہ فرشتہ اجل ترکیب عناصر کو پریشان کر دے گا۔ اعزہ و اقارب پاس کھڑے بے بسی کے آنسو بہائیں گے۔ اس وقت توڑے ہوئے مظالم، کھائی ہوئی رشوتیں، اور کسب حرام کے انبارِ لعش پر یوں نوحہ زن ہوں گے۔

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

## پیری مریدی اور وعظ کی کمائی

واعظوں اور عالموں کا اپنے وعظ و خطبہ کو ذریعہ معاش بنانا تقویٰ اور دینداری کے منافی ہے۔ مساجد کے

اماموں، سجادہ نشینوں، صوفیوں، پیروں، سیدوں، درویشوں، واعظوں کی خدمت میں (جن کا ذریعہ معاش پیری مریدی، غیر اللہ کی نذریں، نیازیں اور ختموں کی روٹیاں ہیں، نہایت ادب سے گزارش ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک بغور ملاحظہ فرمائیں۔ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں۔

”جو شخص اس طرح کا علم سیکھے کہ جس کے ساتھ اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ (یعنی دین کا علم) لیکن وہ (رضائے الہی کی بجائے) اس لئے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ متاع دنیا حاصل کرے، ایسا شخص قیامت کے روز بہشت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔“ (ابوداؤد)<sup>(۱)</sup>

اب آپ غور فرمائیں۔ کہ جس علم کے ساتھ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جاتی ہے۔ وہ کونسا علم ہے؟ ظاہر ہے کہ یہی قرآن اور حدیث کا علم ہی تو ہے۔ یہ تصوف اور معرفت ہی ہے نا۔ جس کو اللہ کی رضائے کے لئے حاصل کرنا تھا اور پھر اس پر عمل کر کے اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کی نشرو اشاعت کرنی تھی۔

لیکن اس کے برعکس جب قرآن دانی کو ختموں، اور مروجہ بدعتوں کا ہتھکنڈا بنا کر روٹیاں کمالیں۔ یہی قرآن شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ سناتے ہوئے روپیہ پیسہ اور غلہ اکٹھا کر لیا۔ درویشوں، صوفیوں، اور پیروں نے اپنی درویشی، تصوف<sup>(۲)</sup> اور معرفت کی مُریدوں کے ہاتھ تجارت شروع کر دی۔ تو انصاف سے فرمائیے کیا اس علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا گیا؟ تصوف، درویشی، اولیائی، شیخیت اور مولویت نے متاع دنیا۔ مال، اسباب، روپیہ، زمینیں، کونوئیں، مربیعے اور دولت کے انبار، مریدوں کے پسینے کی کمانی سے حاصل نہیں کئے؟

واقعات اور مشاہدات جب جواب اثبات میں دے رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کا متذکرہ صدر فرمان لرزتے اور کانپتے ہوئے پھرنیں۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

”جو شخص اس (دین کے علم) کے ذریعہ متاع دنیا حاصل کرے۔ تو ایسا شخص قیامت کے روز بہشت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔“ (ابوداؤد)

پھر غور فرمائیں کہ جو ذریعہ معاش، بہشت کے قریب تک نہ آنے دے، وہ معاف رکھنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ یہ تلخ حقیقت بیان کر کے آج ہم ہی گنگہا نہیں ہو رہے ہیں، بلکہ منکر اسلام حضرت علامہ اقبال بھی یہ رونا رو گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا  
اس خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

ایک اور جگہ آپ نعرہ حق یوں بلند کرتے ہیں۔

(۱) سنن ابوداؤد کتاب العلم باب فی طلب العلم لغير الله تعالى، حدیث ۳۶۶۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد

۳۶۶۳/۲ حدیث

(۲) تصوف اور معرفت وہی معتبر اور مقبول ہے۔ جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ خانہ ساز فقر و درویشی عند اللہ مردود ہے۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے  
 گلیم بوڑڑ و دلق اولیس و چادر زہرا  
 آپ متاع دنیا کے "لات و منات" کے راغبوں کو کیا کھری سنا تے ہیں۔

شیخ ما از برہمن کافر تر است  
 زان کہ او را سومات اندر سراسر است  
 از منات ولات و عزى و ہبل  
 ہر یکے دارد بتے اندر بغل

مریدوں کا ماس کھانے اور ان کا لہو پینے والوں کو زانغوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کہ کما کر کھانے کی عادت نہیں۔

ورش میں ملی ہے انہیں مسند ارشاد  
 ہیں زانغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشین

### پیر کیلئے مرید کے گھر کا کھانا

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

((طَعَامُ الشَّيْخِ مُبَاحٌ لِلْمُرِيدِ وَطَعَامُ الْمُرِيدِ حَرَامٌ فِي حَقِّ الشَّيْخِ)) (غنية الطالبين)

”پیر کے گھر کا کھانا مرید کے لئے مباح اور حلال ہے۔ لیکن مرید کے گھر کا کھانا پیر کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرید کی کمائی مشکوک ہو سکتی ہے۔ اگر پیر کھائے گا تو اس کی روحانیت میں فرق آ جائے گا۔ لیکن پیر کا رزق اور طعام بوجہ احتیاط اور کسب حلال کے یقیناً پاک اور طیب ہوگا اس لئے مرید پیر کے گھر سے پیشک کھائے۔ یمن و برکت حاصل ہوگی۔ یہ ارشاد ہے بڑے پیر صاحب اور کامل ولی اللہ کا اللہ کی ان پر بے شمار رحمتیں ہوں۔ کہ انہوں نے کلمہ حق فرمایا۔ لیکن یہاں عمل آپ کی تعلیم کے برعکس ہو رہا ہے۔ کیا ہمارے سجادہ نشین اور پیر حضرات حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی بعد ادا کے ارشاد پر عمل کرنے کو تیار ہیں؟ کہ مریدوں سے ایک پیسہ نہ لیں۔ اور خود اپنی کمائی سے انہیں عطا کریں۔ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ پیشہ ور مشائخ اور مہاجن علماء کو بروقت متنبہ کرتے ہیں۔

ترجمہ کہ صرف نبرد روز باز خواست

نان حلال شیخ ز آب حرام ما

ان بزرگوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ کوئی سچ مچ کا ذریعہ معاش اختیار کریں! نجاری، معماری، حدادی،

خیاطی تک تو اللہ کے پیغمبروں نے کی ہے۔ یہ بھی کوئی نہ کوئی محنت، مشقت کر کے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالیں۔ مرید اور مقتدی آئیں۔ تو ان کو بھی اپنے اس کسب حلال سے کھلائیں کہ اخلاقیات کے بانی حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔

”اُونچا ہاتھ (دینے والا) پست ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔“ (مشکوٰۃ) (۱)

سوچ تو دل میں لقب ساتی کا ہے زیبا تجھے

انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا

شاعروں کے متعلق مشہور ہے کہ شراب پیتے ہیں اور ان کے پینے کے عام چرچے ہوتے ہیں۔ اور پھر علماء اور مشائخ ان کے پینے پر فتویٰ دیتے ہیں، لیکن پینے پر فتویٰ دینے والے اپنے ”کھانے“ پر دھیان نہیں کرتے، اکبر الہ آبادی (اللہ ان پر رحمت کر) ان مقتداؤں اور پیشواؤں کو تعریفاً کیا کھری سنا گئے ہیں۔ کاش یہ بزرگ حضرات سمجھیں آپ فرماتے ہیں۔

عام الزام ہے اکبر پہ یہ پیتا کیوں ہے

اس کی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ ”کھاتا“ کیا ہے

## صبر و توکل اور حرص تا گور رہتی ہے

((وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِإِبْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَا يَتَغَيَّرُ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ حَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتَوَبُّ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ)) (بخاری، مسلم) (۲)

”بروایت ہے ابن عباسؓ سے انہوں نے نقل کی رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ابن آدم کے لئے مال سے بھرے ہوئے دو جنگل (بھی) ہوں (بالفرض) تو البتہ ڈھونڈتا ہے تیسرا جنگل مال کا۔ اور آدمی اتنا حریص واقع ہوا ہے۔ کہ اس کے پیٹ کو صرف خاک (گور) ہی بھر سکتی ہے۔ اور (حرص مذموم سے) توبہ قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کسی سے کہ چاہتا ہے۔“

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاة باب من لا تحل له المسألة و من تحل له حدیث ۱۸۴۳۔ بحوالہ صحیح بخاری کتاب الزکاة باب لا صدقة الا عن ظهر غنی حدیث ۱۴۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب بیان أن البید العلیا خیر من البید السفلی ..... حدیث ۱۰۳۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ما یبقی من فتنۃ المال حدیث ۶۴۳۷۔ ۶۴۳۶۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب لو ان لابن آدم واربین لا یتغی ثالثا حدیث ۱۰۳۹۔ ۱۰۳۸۔



ملاحظہ :- اس حدیث میں معلم تہذیب ﷺ نے ابن آدم کا عام حال بتایا ہے کہ آدمی کی جبلت میں حرص مذموم پیوست ہے ہر کوئی مال و متاع اور اسباب و منال کی کثرت ہی کثرت چاہتا ہے ایک انبار کے بعد دوسرے انبار کی خواہش ہوتی ہے۔ اور دوسرے کے بعد تیسرے کی۔ حتیٰ کہ قبر میں جا پہنچتا ہے۔ اس حدیث میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ وہ مذموم حرص سے باز آئے۔ اور صبر و قناعت کی زندگی گزارے۔ بیشک کمائے لکھ پتی ہو جائے۔ لیکن ”استقائے مال“ کے مرض کا شکار نہ ہو۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

آن شنیدی کہ در صحرائے غور  
بار سالارے بیفتہ از ستور  
گفت چشم تنگ دنیا دار را  
یا قناعت پر کند یا خاک گور

### شاہی میں فقیری

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِعْضِ حَسْبَدَى فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ غَابِرٌ سَبِيلٍ وَ عُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

”حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا بعض بدن (مونڈھے) پکڑ کر فرمایا۔ (ابن عمرؓ) رہ تو دنیا میں (اگرچہ کتنا بھی صاحب مال و منال ہو) گویا کہ مسافر ہے تو یا (ایسے کہ) گزرنے والا ہے راہ کا اور شمار کر تو اپنے نفس کو اہل قبور (مردوں سے)۔“

ملاحظہ :- جس طرح کوئی ضروری نصیحت کرتے وقت دوسرے کے کسی عضو بالعموم بازو یا مونڈھے کو پکڑ کر کہتا ہے۔ بھائی! سنو! اسی دستور کے مطابق رحمت دو عالم نے ابن عمر کے مونڈھوں کو پکڑ کر ایک نہایت ضروری نصیحت فرمائی کہ ابن عمرؓ! یاد رکھ! دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارنا، یعنی جس طرح مسافر سفر میں جاتا ہے تو اس کو اپنے وطن کا دھیان رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے۔ کہ سفر کو بخیر و خوبی ختم کر کے وطن کو مراجعت کرے۔ اسی طرح مسلمان کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اس دنیا کے سفر کو اللہ کے حکم کے ماتحت پورا کر کے اپنے اصلی وطن (بہشت) میں پہنچنے کا فکر کرے۔

جس طرح مسافر دوران سفر میں عارضی قیام کرتا ہے۔ اور ہر شے کو وقتی طور پر استعمال کرتا ہے۔ کہیں دل لگا کر مستقل فروگاہ نہیں بناتا۔ اسی طرح مرد مومن کو دنیا میں عارضی اور ہنگامی طور پر اقامت پذیر ہونا چاہئے اور دنیا

(۱) صحیح بخاری کتاب الرفاق باب قول النبی ﷺ : کن فی الدنیا کأنک غریب او عابر سبیل حدیث ۶۴۱۶۔ اس حدیث کا آخری جملہ صرف سنن ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی قصر الأمل حدیث ۲۴۴۳ میں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۳۸/۲۔ حدیث ۲۴۴۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱۴۷/۳۔ حدیث ۱۱۵۷۔

کی ہر چیز کو بے ثبات، ناپائیدار زانی اور مستعار جان کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور ضروری ہے کہ ہر لحظہ اسے فکرِ آخرت دامنگیر رہے۔ وطن کی محبت بے چین رکھے، بلکہ اس سے بھی بلند تخیل کے ساتھ زندگی گزارو۔ گویا کہ تم عابرِ سبیل ہو۔ گزرنے والے راہ کے ہو۔ مسافر تو پھر کسی نہ کسی جگہ وقتی طور پر قیام کر لیتا ہے۔ لیکن راستے کا گزرنے والا چلتا ہی جاتا ہے۔ تاکہ شام سے پہلے منزل پر پہنچ جائے۔ دُنیا کے مسافر! تم بھی دُنیا کی راہ سے گزر رہے ہو۔ خبردار! حرص و آرزو کے سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ کر اپنے سفر کو بھول نہ جانا۔ عابرِ سبیل کے مانند دُنیا کے لذائذ و نعمِ مال و منال اور اہل و عیال کی محبت کے پھولوں کو سونگھتے اور ان کی خوشبو سے ایمان کو معطر کرتے رواں دواں چلو۔ اگر دُنیا کی کسی چیز نے آپ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ اتنا بالِ اومر کی راہ میں روزِ انکایا تو جان لو کہ آپ کے سفر کی کشتی کو منجھار میں موجوں نے گھیر لیا ہے۔ اور پردیس کا خطرہ ناکامرائیوں کا پیغام لے کر آ پہنچا ہے۔

تکبیرِ خودی، ہنکارِ غرورِ سرکشی اور فرعونیت ایسے رذائل مٹانے کے لئے حضرتِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ تم اپنے آپ کو اہلِ قبور سے شمار کرو و مردوں سے گنو۔ یعنی ان کے مشابہ جانو۔ میت کی آنکھیں، کان ہاتھ زبان پاؤں تمام اعضاء اور حواس سلب کر لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح دُنیا میں بسنے والے زندہ انسانوں کی یہ سب چیزیں اللہ کی نافرمانی اور بدی کے وقت معطل اور بے کار ہونی چاہئیں۔ جیسے کوئی مردہ کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ ویسے ہی زندہ انسان کے یہ تمام اعضاء ہنگامِ جرائمِ میت کی طرح بے حس و حرکت ہونے چاہئیں۔ مرنے والا اپنے تمام اہل و اقرباء اولاد آشنا احباب نوکر چاکر جانور سواریاں زمین مکان اسباب آلات زر کے انبار اور خزان اموال سب کو چھوڑ جاتا ہے۔ اے زندہ انسان تجھے بھی اس دُنیا و مافیہا کو باوجود استعمال کرنے اور برتنے کے دل سے چھوڑ دینا چاہئے۔ ان کی محبت اور حرص میں جاہِ مستقیم سے قدم ڈگمگانے نہ پائے۔ شاہراہِ آخرت پر چلتے ہوئے پاؤں میں لغزش نہ آئے۔ اس بھرے میلے کو چھوڑنے سے پہلے ہی چھوڑ دے۔ چھوڑ دینے کا مطلب یہ نہیں۔ کہ رہبانیت اختیار کر لے۔ بلکہ چھوڑنے سے مراد یہ ہے۔ کہ احکامِ الہی کے اتباع و تسلیم میں سب کو چھوڑ دے۔ کوئی شے تعبد و تزکر میں مانع نہ ہو۔ جھاڑ کے کانٹوں سے اُٹنے ہوئے راستہ سے گزر رہی ضرور۔ لیکن دامن بچا کر۔

چھت دُنیا از خدا غافل شدن

نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن

خبردار:۔ زندگی میں اپنے آپ کو مُردہ سمجھنے میں ترکِ دُنیا کی تعلیم ہرگز نہیں ہے۔ ہاں تعلیم ہے اور صرف یہ ہے کہ اللہ کی بغاوت و سرکشی، جرائم و معاصی، اشراک و احداث، شر و طغیان، مظالم و مفسدے بے حیائیوں، بدکاریوں اور سینہ زوریوں کا لنگر اٹھاتے وقت اپنے آپ کو تختِ غسل پر تصور کرو۔ اپنا جنازہ اٹھتا دیکھو قبر کھدی دیکھو۔ لحد کے تنگ و تار زندان کا تصور کرو۔ تاکہ تم گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاؤ۔

جاگور غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت!  
 کھل جائے گی تجھ پہ تیری دُنیا کی حقیقت  
 پھر عبرت کے لئے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت!  
 اور پوچھ کدھر ہے وہ تیری شانِ حکومت!  
 کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے  
 اے کاسہ سر بول' ترا تاج کہاں ہے

(جوش)

### اُمتِ رسول کی عمریں

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى سَبْعِينَ  
 وَأَقْلَهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ)) (ترمذی، ابن ماجہ) (۱)

”حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اکثر عمریں میری  
 اُمت کی ساٹھ ستر برس تک کے مابین ہیں۔ اور اُمت میری سے ایسے لوگ کمتر ہیں جو ستر برس سے تجاوز  
 کریں۔“

ملاحظہ:- رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنی اُمت کے اکثر لوگوں کا حال بتایا ہے۔ کہ وہ ساٹھ اور ستر برس تک  
 عمریں پائیں گے۔ اور ستر برس سے اوپر جانے والے خال خال ہوں گے۔ اس میں رغبت دلائی گئی ہے کہ مسلمانوں  
 کو اپنی عاقبت کی جلد فکر کرنی چاہئے۔ اور زادا آخرت کے لئے سن بلوغ سے ہی کوشش میں لگ جانا چاہئے۔ جس قدر  
 وقت کی رفتار تیز ہے۔ کوئی چیز اتنی سرعت کے ساتھ نہیں گزرتی۔ پچاس ساٹھ برس کا وقت ایسے گزر جاتا ہے جیسے  
 ایک خواب دیکھا ہے۔ اور کل کی بات ہے۔ انسان اپنے ماضی کو یاد کر کے خون کے آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے اور کہتا  
 ہے۔ کہ میرے چالیس پچاس برس آنکھ جھپکنے میں گزر گئے ہیں۔ میں پچیس کے سن میں ابھی کل شادی ہوئی چودہ  
 پندرہ برس ازدواجی اختلاط اور شغلِ اولاد میں ہوا ہوئے اور رخش عمر چالیسویں منزل میں آ پہنچا۔ اولاد کی تعلیم و تربیت  
 اور دوسرے فرائض ابھی تکمیل کو پہنچنے ہی والے ہیں کہ عمر رفتہ کے ساتھ برس نے بڑھاپے کا الارم بجادیا۔ اور پھر اگلے  
 دس سال ملک الموت کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح اضطراب میں گزر گئے۔ یہاں تک کہ بانگ برآید فلاں

(۱) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب اعمار امتی بین السبعین الی السبعین حدیث ۳۵۵۰۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزہد  
 باب الامال والأجل حدیث ۲۲۳۶۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۳۷/۲ حدیث ۲۳۳۱۔ ۳۶۰/۳  
 حدیث ۳۵۵۰۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳۷۹/۳۔ ۳۷۸۔ حدیث ۳۳۳۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۳۸۵/۲ حدیث  
 -۷۷

نہ ماند۔

كُلُّ (۱) امری مُصْبِحٌ فِي اَهْلِهِ  
وَالْمَوْتُ اَدْنَى مِنْ شِرَاكٍ نَعْلَهُ

حضرت ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا۔

أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ آدِمِيوں میں سے کونسا بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَ حَسَنَ عَمَلُهُ ”جس کی عمر دراز ہو۔ اور اس کے عمل نیک ہو۔“ پھر اس شخص نے عرض کیا۔ (حضور ﷺ) کونسا آدمی بدتر ہے؟ ارشاد ہوا۔ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَ حَسَنَ عَمَلُهُ ”جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔“ (۲) (ترمذی)

### بڑھاپے میں حرص کی جوانی

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرُمُ ابْنُ آدَمَ وَيَثْبُتُ مِنْهُ اثْنَانِ الْجِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْجِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ)) (بخاری) (۳)

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور اس میں مال اور عمر کی حرص جوان ہو جاتی ہے۔“

ملاحظہ:- اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں آخرت کی تیاری کا سامان کرنا چاہئے۔ نہ کہ مال جمع کرنے کی فکر اور پھر اس خزانے پر سانپ بن کر بیٹھنے کی تمنائے طول عمر! کسب حلال سے مال جمع کرنا برا نہیں۔ بلکہ محمود ہے۔ لیکن نہ حرص مذموم کے ساتھ کہ آخرت کو بھلا دے۔ اور ستر اسی برس کی عمر کو پہنچ کر اللہ کی ملاقات کے شوق پر ژال و دنیا کی آغوش کو ترجیح دینا کتنا گھناؤنا خیال ہے۔ یہ سب حرص مذموم کے اثرات ہیں۔

### مومن کے وارے نیارے ہیں

((عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنْ أَمَرَهُ كَلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)) (مسلم) (۴)

(۱) ہر شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ صبح کرتا ہے اور موت اس کے تسہل پاؤں کے قریب تر ہے۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الزهد باب منه ای الناس خیر و ایہم شر حدیث ۲۳۳۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۳۶، ۵۳۷/۲۔ حدیث ۲۳۳۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب من بلغ ستین سنة فقد اعدر الله اليه في العمر لقولہ تعالیٰ۔ حدیث ۶۴۲۱۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب کراهة الحرص علی الدنیا حدیث ۱۰۴۷۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الزهد باب المؤمن امره کله خیر حدیث ۲۹۹۹۔

”حضرت صہیبؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی عجیب شان ہے۔ اس کے ہر کام میں بہتری (ہی بہتری) ہے۔ اور یہ مقام سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ (سنو)! جب اس کو آرام پہنچتا ہے۔ تو وہ شکر کرتا ہے اور اس میں اس کے لئے بہتری ہے۔ اور اگر (خدا نخواستہ) اس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو وہ (دین پر ثابت قدم رہتے ہوئے) صبر کرتا ہے۔ تو اس میں بھی اس کے لئے بہتری ہے۔“

### کامل توکل کا پھل

((عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقًّا تَوَكَّلْتُمْ لَرَزَقْتُمْ كَمَا يَرِزُقُ الطَّيْرُ تَغْدُو جَمَاعًا وَتَرُوحُ بَطَانًا)) (ابن ماجہ)<sup>(۱)</sup>

”حضرت عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل کرو۔ تو وہ تمہیں اسی طرح رزق پہنچائے۔ جس طرح پرندوں کو پہنچاتا ہے۔ کہ وہ صبح کبھو کے نکلنے ہیں۔ اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آ جاتے ہیں۔“ (ابن ماجہ)

ملاحظہ:- توکل کا مقام بہت بلند ہے۔ اگر وہاں تک کسی کی رسائی ہو جائے۔ تو عجائبات باری تعالیٰ کو دیکھ کر حیران رہ جائے۔ ہر کس و ناکس توکل کامل کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ بے روح یقین و ایقان کے سبب توکل کی بلندیوں پر چڑھتے وقت ہمارے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔ اور پھر ہم ناکامی کی دلدل میں آگرتے ہیں۔ واضح رہے کہ توکل کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ انسان ہاتھ اور پاؤں توڑ کر اس خیال سے بیٹھ رہے۔ کہ اس کے سب کام آپ سے آپ ہو کر اس کی جمہولی میں آ پڑیں گے۔ یاد رکھیں کہ توکل کی بنیاد جدوجہد اور محنت شاقہ پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے مسلمان اپنے مطالب و مقاصد کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے۔ پوری کوشش کرے اور ساتھ ہی اپنی مساعی کے بار آور ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ پر پورا پورا یقین رکھے کہ وہ (اگر چاہے تو) مساعی کے لہہاتے درختوں کو ٹہر بار بنا دے گا۔ کوشش کو نتیجہ خیز کرے گا۔ اس کی نظر کرم سے دوڑ دھوپ کا صحرا گلزار آرزو میں بدل جائے گا۔ فتح و نصرت۔ کامیابی و کامرانی اللہ کے پاس سے آتی ہے۔ اپنی سعی پر مان نہ کرے۔ بلکہ اس تک دو دو کے حاصل کو اللہ کے قبضہ میں یقین کرے۔ اور اسی سے چاہے۔ بس جدوجہد کے پھل کو۔ قادر الایزال سے چاہنا توکل کہلاتا ہے۔ اور توکل کے سوتے یقین و ایمان کی حرارت سے پھوٹتے ہیں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں۔ کہ توکل کا فائدہ اخلاقیات میں یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی اعتقادی غلامی اور ذمی شرک سے پاک ہو جاتا ہے۔

(۱) سنن ترمذی ابواب الزہد باب فی التوکل علی اللہ حدیث ۲۴۴۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب التوکل و الیقین حدیث ۴۱۶۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۳۲/۲۔ ۵۳۱۔ حدیث ۲۴۴۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳/۳۶۳۔ حدیث ۳۳۷۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۶۴۰/۱ حدیث ۳۱۰۔

## توکل کا فلک بوس پہاڑ

((وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدَهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَخُفَّتِ الصُّحُفُ)) (احمد ترمذی)<sup>(۱)</sup>

”حضرت ابن عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لڑکے! نگاہ رکھ تو اللہ تعالیٰ (کی امر ونہی) کو۔ نگاہ رکھے گا اللہ تعالیٰ تجھ کو (دنیا میں آفات و حوادث اور کمزوریاں سے) اور آخرت میں ہر طرح کے عذاب و وبال سے) اور جب تو اللہ کے حقوق پورے کرے گا۔ تو پائے گا تو اس کو سامنے اپنے اور جب (محتاجی کے وقت) ارادہ کرے تو سوال کا۔ پس سوال کر اللہ ہی سے اور جب ارادہ کرے تو (دنیا اور آخرت کے امور میں) مدد چاہنے کا۔ تو مدد (چاہ اللہ تعالیٰ ہی سے اور یقین کے ساتھ جان تو کہ اگر تمام خلقت (خاص و عام انبیاء و اولیاء اور ساتوں آسمان اور زمین کی مخلوق) جمع ہوں (بالفرض متفق ہوں) اس بات پر کہ نفع پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے تو (یاد رکھ) نہیں نفع پہنچا سکیں گے تجھ کو مگر وہی چیز (پہنچے گی تجھ کو) کہ مقدر کی ہے وہ اللہ نے تیرے لئے۔ اور اگر جمع ہوں (تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے) اس بات پر کہ نقصان پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے۔ تو (یاد رکھ) نہیں نقصان پہنچا سکیں گے تجھ کو مگر وہی چیز (پہنچے گی تجھ کو) کہ مقدر کی ہے۔ وہ اللہ نے تجھ پر (سن! اللہ کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی نفع و نقصان کا مختار نہیں کیونکہ) قلم اٹھائے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔“

## کوئی نعمت حقیر نہیں

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انظُرُوا إِلَيَّ مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَيَّ مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ)) (ابن ماجہ)<sup>(۲)</sup>

(۱) مسند احمد ۱/۳۰۳-۲۹۳/۱ سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب حديث حنظلة ..... حديث ۲۵۱۶۔ یہ حدیث صحیح

ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۶۱۰-۶۰۹ حدیث ۲۵۱۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الزهد باب الدنيا سجن للمؤمن حديث ۲۹۶۳ سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب الفناء

حدیث ۴۱۳۲۔

”حضرت اہل ہریرہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے سے چھوٹے (کم حیثیت) کی طرف دیکھو اور اپنے سے بڑے (زیادہ مالدار) کی طرف نہ دیکھو تا کہ (اس طرح) تم اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں حقیر نہ جانو۔“

ملاحظہ:- آپ کی جو حیثیت بھی ہو۔ کیسی ہی گزران ہو۔ ہمیشہ اپنے سے کم حیثیت شخص کی طرف دیکھا کریں۔ اس سے طبیعت کو یقیناً ایک گونہ اطمینان آ جائے گا۔ اور اگر اپنے سے بڑے مال و منال والے کے کھانے پینے پینے کی عمارتوں اور تجارتوں پر نظر کریں گے تو حرص و آرزو حسرت و یاس اور حسد کی آگ میں جلنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کہتے ہیں۔ ایک شخص کو جوتی میسر نہ تھی، ننگے پاؤں جا رہا تھا۔ اور دوسرے لوگوں کو اچھے اچھے جوتے پہنے ہوئے دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ خداوند! مجھے جوتی بھی حاصل نہیں۔ ذرا آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کے پاؤں ہی کٹے ہوئے ہیں۔ کانپ گیا اور کہنے لگا۔ یا اللہ! میری توبہ میں جوتی نہیں مانگتا۔ میرے پاؤں کی نعمت کو سلامت رکھنا!

## ریا کاری

لوگوں کو دکھانے کے ارادہ سے نیکی کرنا ریا کاری ہے، اس نیت سے عبادت کرنا کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں۔ نیک جانیں۔ عزت کریں۔ بے شک مکر و فریب اور نمود و ریا ہے۔ اور پھر یاد رہے۔ کہ ریا کا تعلق صرف ظاہری عمل سے ہے۔ عبادت سے ہی مخصوص ہے اور اگر ریا ان امور میں ہو۔ جو عبادت کی قسم سے نہیں ہیں۔ مثلاً لباس فاخرہ میں ریا ہو یا مال و دولت کی کثرت، اولاد کی بہتات، زمین، جائیداد، اعلیٰ مکان، نوکروں، چاکروں، عہدوں، سرداری، علم و ہنر کے حاصل ہونے پر..... نمود و اظہار دکھانا سنا ہوا۔ تو اسے ریا نہیں کہتے، بلکہ تکبر، غرور، گھمنڈ اور رعوت بولتے ہیں۔ بس ریا صرف عبادت کے دکھانے سنانے کا نام ہی ہوا۔

عبادت صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ صرف اسے ہی دکھانے کی غرض سے کرنی چاہئے۔ پھر جو شخص اللہ کی عبادت میں ریا کاری کے شرک سے ضمیر کو آلودہ، ایمان کو گندہ اور سیرت کو ناپاک کرتا ہے وہ اخلاقی طور پر نہایت مہلک مرض کا شکار ہے، اس کا باطن تاریک روح سیاہ، تخیل مکدر، تصور دھندلا اور دل و دماغ تشکیک اور تخمین کے دھند کاروں کا شکار ہیں۔ اعمال خیر کے ثمر بار درختوں اور لہلہاتے کھیتوں کو ریا کی آتش بدامن آندھی جلا کر رکھ کر دیتی ہے۔ کس قدر خوفناک چیز ہے ریا؟ اور کتنا ضروری ہے اس سے بچنا؟ حضرت انور ﷺ نے اسی لیے اس برائی سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اس کے خوفناک انجام سے ڈرا کر لرزہ بر اندام کر دیا ہے۔ کانپ جانا چاہئے ریا کے نام سے اور روکنے کھڑے ہو جانے چاہئیں اس کے تصور سے۔

## کون سے اعمال معتبر ہیں!

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ)) (مسلم شریف) <sup>(۱)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کی طرف (کہ کون خوبصورت ہے اور کون سیاہ فام) اور نہیں دیکھتا تمہارے مالوں کی طرف (کہ کون امیر ہے اور کون غریب)۔ لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں کی طرف۔ (کہ کس کا دل ریا کاری سے پاک ہے) اور دیکھتا ہے تمہارے خلوص بھرے عملوں کی طرف۔“

## ریا کاری کی رسوائی

((وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ)) (بخاری، مسلم) <sup>(۲)</sup>

”حضرت جندب روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص عمل کرنے لوگوں کو سنانے کے لیے (تا کہ اس کی شہرت ہو)۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب لوگوں کو سنا کر اسے رسوا کرے گا۔ (چاہے دنیا میں چاہے قیامت کے دن)۔“

## ریا بھی شرک کی قسم ہے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أَعْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشُّرْكَ فَمَنْ عَمِلَ لِي عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ وَهُوَ لِلذِّي عَمَلَهُ)) (مسلم) <sup>(۳)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی) ہے کہ میں لوگوں کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں پھر جس نے میرے لیے کوئی عبادت کی اور اس میں کسی کو میرے ساتھ (ریا کاری) کی صورت (میں) شریک کیا۔ تو میں اس شخص سے بیزار ہوں۔ اور وہ عمل اس کے لیے ہے جسے اس نے (ریائی) شریک بنایا۔“

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم و خذله و احتقاره و دمه و عرضه و ماله حدیث ۲۵۶۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الرقائق باب الریاء و السمعة حدیث ۶۳۹۹۔ صحیح مسلم کتاب الزهد باب تحریم الریاء

حدیث ۲۹۸۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الزهد باب تحریم الریاء حدیث ۲۹۸۵۔



## دکھاوے کی عبادت بے شر ہے

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ أَبِي فُضَالَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ نَادَى مُنَادٌ مَنْ سَأَنَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمَلَهُ لِلَّهِ أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ اغْنَى الشُّوكَاءَ عَنِ الشَّرْكَ)) (احمد)<sup>(۱)</sup>

”ابو فضالہ کے بیٹے ابوسعیدؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو (اعمال کی جزا کے لیے) جمع کرے گا۔ (یقین کرو کہ) اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ پھر پکارے گا (عرصہ محشر میں پکارنے والا) (فرشتہ) جس شخص نے شریک کیا کسی کو سوائے اللہ کے عمل میں جو اس نے خدا کے لیے کیا۔ (ریا کاری کی صورت میں) پس چاہئے کہ (وہ ریا کار) اپنے عمل کا ثواب اس غیر اللہ سے طلب کرے۔ جس کو اس نے (عبادت دکھا کر) شریک کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ترین شریکوں کا ہے شرک سے۔“

## اللہ تعالیٰ بے نیاز ترین شریکوں کا ہے شرک سے

ملاحظہ:- اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دنیا میں جو شرکاء ہیں وہ شرکت کے محتاج ہیں۔ اور بصد جان شرکت (PARTNER SHIP) پر خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو شرکت سے اپنا اپنا حصہ ملتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ۔ اللہ رب الارباب عبادت میں شرکت کے ساتھ ہرگز راضی نہیں ہوتا۔ وہ شرکت سے بے نیاز اور بے پروا ہے۔ اپنی عبادت میں کسی کو شریک نہیں دیکھنا چاہتا۔ وہ خلاق علی الاطلاق خالص عبادت صرف اپنے لیے ہی چاہتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں ریا کار ہیں۔ غیر اللہ کے دکھانے سنانے کو عبادت کرتے ہیں۔ حشر کے میدان میں ان سے کہا جائے گا۔ کہ جن کو دکھانے کے لیے تم نے عبادت کی تھی۔ آج انہیں سے جا کر ثواب طلب کرو۔

ریا کاری کی احادیث میں بہت مذمت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ایک روایت شعب الایمان میں آئی ہے۔<sup>(۲)</sup> حضرت انور ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص سناے لوگوں کو عمل اپنے (یعنی مشہور کرے خود کو ان عملوں سے

(۱) سنن ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب و من سورة الكهف حديث ۳۱۵۴۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب الرياء والسمعة حديث ۴۲۰۳۔ مسند احمد ۴/۲۶۶۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۴۸۸/۳۔ حدیث ۳۱۵۴۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳/۴۷۱۔ حدیث ۳۴۰۷۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۴۸۲۔

(۲) مسند احمد ۲/۱۶۴۔ ۱۹۵/۲۔ شعب الایمان للبیہقی ۵/۳۳۱۔ حدیث ۶۸۲۲ المعجم الاوسط للطبرانی ۳/۴۱۳۔ حدیث ۴۹۸۳۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرفاق باب الرياء والسمعة حدیث ۵۳۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۱۷۔ حدیث ۲۵۔

لوگوں میں) سنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے (ریائی) عمل خلقت کے کانوں کو (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو خلاق میں ریا کار مشہور کر دے گا) وَحَقَّقَهُ وَصَفَّرَهُ اور (دنیا و آخرت میں) اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔“

### مخلص اعمال پر شہرت مبارک ہے

((وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِينَ)) (مسلم) (۱)

”حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ کہا گیا رسول اللہ ﷺ سے کہ خبر دیجئے اس شخص کے متعلق جو نیک عمل (بغیر ریا کے) کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں۔ (کیا اس تعریف پر اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے؟) اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس نیک کام کے سبب اس کو دوست رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا (خلوص نیت سے نیک کام کرنے پر) جو لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور درست رکھتے ہیں اس کو تو یہ جلدی خوشخبری دینی ہے (بہشت کی) مسلمان کو۔“

### عاجل بشری

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خلوص نیت سے عمل صالح کرے ریا کاری سے بچ کر صرف اللہ ہی کی خوشنودی کی خاطر نیک کام کرے اور اس پر لوگوں میں اس کی شہرت اور نیک نامی ہو جائے..... لوگ اس کو دوست رکھیں۔ اور اس سے محبت کریں۔ تو یہ شہرت نیک نامی اور مقبولیت کوئی بری نہیں ہے۔ بلکہ عاجل بشری ہے۔ یعنی دنیا میں اس کو آخرت کی خیریت اور بہشت کی بشارت سنادی گئی ہے۔ عوام کی زبان سے ہی اسے فلاح آخرت کا مژدہ اسی جہان میں پہنچ گیا ہے۔

### ریا بھی چھوٹا شرک ہے

((وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْخَوْفَ مَا اخَافَ عَلَيْكَ الشَّرْكَ الْاَصْفَرَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الشَّرْكَ الْاَصْفَرُ قَالَ الرِّبَاءُ)) (بیہقی) (۲)

”محمد بن لبید روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ بہت خوفناک چیز جس کا مجھے تم پر

(۱) صحیح مسلم کتاب القدر باب اذا اتى على الصالح فهو بشرى ولا تضره حديث ۲۶۴۲۔

(۲) مسند احمد ۵/۲۲۸ شعب الایمان بیہقی ۳۳۳/۵ و ۶۸۳۱ و مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق باب الریاء والسمعة حديث نمبر ۵۳۴۲۔ حديث صحيح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حديث نمبر ۱۵۵۵۔ صحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۲۰۔ احادیث الصحیحۃ ۲/۶۴۳۔ حديث ۹۵۱۔

ڈرے۔ وہ چھوٹا شرک ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہے چھوٹا شرک؟ آپ نے فرمایا:۔ وہ ریاء ہے۔“

ملاحظہ:- خدا کی قوی نامی عبادت میں قولاً یا فعلاً۔ غیر اللہ کو شریک کرنا شرک ہے۔ جس پر ہرگز نجات نہیں ہوگی، اسی طرح عبادت کو جو صرف اللہ ہی کو دکھانے سنانے کے لیے کرنی چاہئے اگر اللہ تعالیٰ کے سوا وہ عبادت دوسروں کو دکھانے سنانے کے لیے کی جائے۔ تو اس کو حضور ﷺ نے شرک اصغر فرمایا۔ خدا اس شرک اصغر سے بھی بچائے کہ اس کے سبب وہ عبادت مردود ہو جاتی ہے۔ اور حشر کے میدان میں ریا کار عابد عبادت کے اجر سے پورا محروم ہو کر کف افسوس ملے گا۔

شعب الایمان للبیہقی میں ہے کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوئے روئے اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ حضرت ابن اوسؓ نے کہا۔ کہ ایک بات نے رلا دیا۔ جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ڈرتا ہوں میں اپنی امت پر شرک (خفی) سے۔ اور اچھی خواہش سے۔ میں (شداد بن اوسؓ) نے کہا۔ حضور ﷺ! کیا آپ کی امت شرک کرے گی؟۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! خبردار ہو! (سن) تحقیق میری امت نہیں پوچھے گی سورج کو اور نہ چاند کو اور نہ پتھر کو اور نہ بت کو لیکن ان کے عمل دکھانے کے لیے ہوں گے اور (دلوں میں ریا کاری کی) چھپی خواہشیں رکھیں گے۔“ (۱) (بیہقی)

ابن ماجہ (۲) میں حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک روز ہم صبح دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز دوں جو صبح دجال کے فتنہ سے بڑھ کر خوفناک ہے؟ (تا کہ تم اس سے بچو)۔ عرض کیا گیا حضور ﷺ! فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ شرک خفی۔ یعنی پوشیدہ شرک کہ آدمی کھڑا ہوتا ہے نماز پڑھنے کے لیے فَبَیْزُذْ صَلَاتِهِ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ۔ پھر یہ معلوم کر کے کہ دیکھتا ہے اس (کی نماز) کو کوئی شخص دراز کر دیتا ہے نماز (کے رکوع و سجود۔ قومہ جلسہ اور قیام و قعود) کو۔۔۔ نوٹ:- نماز کو آرام سے پڑھنا۔ اس کے ارکان کی فرضیت کو بڑے اطمینان سے پورا کرنا قبول نماز کے لیے شرط ہے۔ اور آدمی کو ہر حال میں نماز گھر میں پڑھے یا مسجد میں۔ آہستہ آہستہ۔ ٹھہر ٹھہر کر بڑے آرام اور اطمینان

(۱) مسند احمد: ۱۲۳/۴۔ سنن ابن ماجہ: کتاب الزہد باب الریاء والسمعة حدیث ۴۲۰۵۔ شعب الایمان ۳۳۴/۵ حدیث ۶۸۴۰۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق: باب الریاء والسمعة حدیث ۵۳۲۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابن ماجہ: صفحہ ۳۵۲-۳۵۱ حدیث ۴۹۷۴-۴۲۸۰۔ اس حدیث کی سند میں عبدالواحد بن زیاد راوی متروک الحدیث ہے۔ تصحیح الرواۃ ۴۱/۴۔

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الریاء والسمعة حدیث ۳۲۰۴۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳۷۱/۳ حدیث ۳۳۰۸۔

سے ادا کرنی چاہئے۔ حدیث مذکور میں جس نمازی کا ذکر ہے۔ وہ ریا کاری اور دکھاوے کی نیت سے نماز پڑھنے والے۔ شرک خفی کی نجاست سے آلودہ آدمی کا حال ہے۔ خوب سمجھ لیں!

### ریا کار دلق پوش

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رَجَالٌ يَخْتَلُونَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودًا<sup>(۱)</sup> الصَّانَ مِنَ اللَّيْلِ أَلَسْتَهُمْ أَحْلَى مِنَ الشُّكْرِ وَ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الدِّيَابِ يَقُولُ اللَّهُ أَبِي يَعْتَرُونَ أُمَّ عَلِيٍّ يَجْتَرُونَ)) (ترمذی)<sup>(۲)</sup>

”حضرت ابی ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا۔ کہ نکلیں گے کئی لوگ آخر زمانہ میں، طلب کریں گے دنیا کو ساتھ (بیچنے) دین کے، پہنچیں گے واسطے (دکھانے) لوگوں کے لباس صوف کا (مانند کبیل، پشمینہ وغیرہ، تاکہ انہیں صوفی، درویش، عابد اور زاہد گمان کریں) اور (پہنیں گے) واسطے اظہار نرمی اور تواضع کے (تاکہ لوگ بکثرت مرید اور معتقد ہوں) اور ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی۔ (میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کو رام کریں گے)۔ پر ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ (مریدوں کا لہو چوسیں گے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں، اہل تقویٰ سے دشمنی رکھیں گے) فرماتا ہے اللہ تعالیٰ (ایسے دلق پوش ریاکی درویشوں اور صوفیوں کو) کیا بسبب میرے مہلت دینے کے (خرقہ سالوس میں مہاجنی کرنے والے) مغرور ہوتے ہیں اور میری مخالفت کی جرات کرتے ہیں۔ (ترمذی)

اس حدیث پاک سے امور ذیل کی طرف توجہ فرمائیں:-

- ① اخیر زمانہ میں بھیڑ، ذنبہ کے چمڑوں، صوف، پشمینہ کی گدڑیاں، اور کبیل وغیرہ کئی لوگ بزرگی اور درویشی کے نشان کے طور پر پہنیں گے جو مکار اور ریا کار ہوں گے۔ الا ماشاء اللہ۔
- ② وہ لوگ دین کی تجارت کر کے اس کے عوض جیفہ دنیا کمائیں گے۔ یعنی دین کا ڈھونگ رچا کر خانہ ساز مسکوں، بدعیہ اور شرکیہ رسوں کو دین کی چیز کہہ کر اموال و ارزاق اکٹھا کریں گے۔ دین کا ڈھونگ رچانا۔ ہم نے اس لیے کہا ہے کہ قرآن و حدیث کو ایمان داری کے ساتھ صحیح بیان کرنے سے بجائے دینا کمانے کے کچھ ہاتھ سے دینا پڑتا ہے۔ اور اس کے سوا بجائے عوام کی واہ واہ اور پھولوں کے ہاروں کے زندگی تکالیف، مصائب اور پریشانیوں کے جنگل میں گزرتی ہے۔ جو لائین کی ملائمت اور

(۱) جلود الصان۔ چمڑے۔ دینے۔ بھیڑ وغیرہ کے۔ مراد اس سے لباس صوف ہے۔ مثل کبیل۔ پشمینہ وغیرہ۔ (صادق)

(۲) سنن ترمذی ابواب الزهد باب حدیث خاتلی الدیاب۔ بالذین و عقوبتہم حدیث ۲۳۰۴ وضاحت۔ یہ حدیث انتہائی

ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۳۰۴۔

طعن و تشنیع کی خاردار جھاڑیوں سے پنا پڑا ہو۔ اس بات کی تصدیق کے لیے انبیاء ﷺ، صحابہؓ، اہل اللہ اور مجددینؑ کی دکھوں بھری زندگی مطالعہ فرمائیں۔

وہ لوگ بظاہر میٹھی میٹھی باتوں سے عوام کا دل موہ لیں گے اور پھر ان کو مرید بنا کر ان کا لبو چوسیں گے۔  
 زبانوں کا شکر سے میٹھا ہونا اور بھینٹریوں کے سے دل رکھنا یہی معنی رکھتا ہے۔ کہ ان کی زبانیں گفتگو کا جام شیریں پلائیں گے۔ لیکن یہ ساقی جلب زر کی خاطر ان لوگوں کی نسلوں تک کو پیری مریدی کی چھری سے ذبح کرتے رہیں گے۔

نوٹ:- متذکرۃ الصدر حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان مکار اور ریاکار صوفیوں، پیروں اور درویشوں کی نشاندہی فرمائی ہے جو دانستہ صوف کی گدڑیوں، کملیوں اور رنگ دار کپڑوں کے ٹخنوں تک لمبے کبوتوں کو پہنتے ہیں۔ تا کہ سینکڑوں آدمیوں میں اس امتیازی درویشی لباس سے پتہ چل جائے کہ یہ درویش مرد ہے۔ ولی اللہ ہے اور پھر لوگ اس لباس کو دیکھ کر درویشی اور ولایت کے معتقد ہو کر رجوع کریں۔ آپ نے ایسے سینکڑوں ”اولیاء“ دیکھے ہوں گے۔ کہ ان میں کسی نے سرخ رنگ کا، کسی نے زرد، کسی نے سبز، کسی نے سیاہ یا نیلے رنگ کا لباس پہن رکھا ہے۔ کسی نے درویشی کے اشتہار کے لیے سیاہ کبیل اوڑھ رکھا ہے۔ کسی کی گدڑی اپنی ولایت کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔ آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دنیا سے نرالے امتیازی درویش نما لباس سے کیا مقصد؟ اس کا جواب سروردو عالم ﷺ نے حدیث مذکور میں دیا ہے۔

((يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الصَّانِ مِنَ اللَّيْنِ))

”یہ لوگ صوف (اور رنگ رنگ) کے لباس لوگوں کو دکھانے کے لیے (ریا کارانہ) پہنیں گے۔ اور (ریا کاری کے طور پر) اس لباس سے نرمی عاجزی، تواضع، انکساری اور مسکینی بچائیں گے۔“

ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے وردوں، وظیفوں، تسبیحوں، تہلیلوں، ذکروں، فکروں، توبی، بدنی، مالی، عبادتوں اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی نیکی کو حتی الامکان لوگوں سے مخفی (۱) رکھیں۔ آپ کی نیت میں صرف اللہ ہی کو دکھانا سنا پوسنت ہو۔ عبادت کی حور و شوں اور حسنات کی عذراؤں کو کوئی غیر محرم نہ دیکھے۔ آپ کے اقوال و افعال، حرکات و سکنات، اور انوکھے لباسوں کے رنگ ڈھنگ سے، خبردار! خبردار!

(۱) بعض عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کا عوام سے پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے مسجد میں جائیں تو سب لوگ دیکھیں گے۔ حج کے لیے بیت اللہ جائیں تو ساری دنیا کی نظریں پڑیں گی۔ زکوٰۃ صدقات کے دیتے وقت بھی کم از کم جس کو دیں گے وہ جانے گا اسی طرح اور کئی نیکیاں ایسی ہیں جن میں اظہار تاگزیر ہے تو ان صورتوں میں اپنی نیت پر اخلاص اور تقویٰ کا پہرہ رکھیں بار بار دل کو نونو لتے جائیں کہ کسی کو نہ گونے اور سوراخ میں کہیں ریا کا پانی تو نہیں مر رہا ہے۔ اگر ایسا شبہ پڑے تو فوراً نیت کی اصلاح کر کے عمل کو خالص کر لیں۔ (محمد صادق)

کبھی بہ نیت اظہار تقدس اور نمود عبادت نہ ہو۔

## امت کے خطیب اور آگ کی قینچیاں

((عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بَنِي رَجُلًا تُقْرَضُ شَيْفًا هُمْ بِمَقَارِبِضٍ مِنْ نَارٍ قُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جَبْرَائِيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ حُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا مُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسُونَ انْفُسَهُمْ))<sup>(۱)</sup>

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی شب کو میں نے کئی آدمی دیکھے۔ جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں۔ جو لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم (وعظ) کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔“

نوٹ :- معلوم ہوا کہ وعظ کرنا بھی تلوار کی دھار پر چلنا ہے، پل صراط پر قدم رکھنا ہے۔ جتنا وعظ لوگوں کو سنایا جائے۔ جن جن باتوں کے کرنے اور نہ کرنے کی نصیحت کی جائے اگر وعظ اور خطیب خود اس پر عمل نہ کرے گا تو یہی وعظ اور خطبہ قیامت کے روز اس کے لیے باعث عذاب بن جائے گا۔ وعظ کرنے والوں کو گوش ہوش سے وعظ کرنا چاہئے۔ اور خطیبوں کو پہلے اپنے حال پر نظر کر کے لوگوں کو خطبہ سنانا چاہئے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس  
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کم ترمی کنند

## ریا کار عالموں کا دوزخ

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَوْذُوا بِاللَّهِ مِنْ حُبِّ الْحُزْنِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا حُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادْفَى جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمَ كُلُّ يَوْمٍ أَرْبَعِ مِائَةِ مَرَّةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ قَالَ أَعْدَى لِقُرَاءَةِ الْمُرَاتِينِ بِأَعْمَالِهِمْ وَإِنَّ مِنْ أِبْغَضِ الْقُرَاءَةِ إِلَى اللَّهِ الَّذِينَ يَزُورُونَ الْأَمْرَاءَ)) (ابن ماجہ)<sup>(۲)</sup>

- (۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الامر بالمعروف ۵۱۲۹ بحوالہ شرح السنة ۱۲/۳۵۳ حدیث ۲۱۵۹ شعب الايمان تبیہی ۲۸۳، ۲ حدیث ۳۷۳ اسناد احمد ۱۴۰/۳ موارد الطعام الی روائد ابن حبان کتاب الايمان باب ماجاء فی النوح والاسراء حدیث ۳۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۵۸۲/۲ حدیث ۲۲۲۷ صحیح السیرۃ نظام ۱۱۰/۱۔ ۱۰۹۔ حدیث ۳۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۵۸۵/۱ حدیث ۲۹۱۔
- (۲) سنن ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی الریاء والنسعة حدیث ۲۲۸۳۔ سنن ابن ماجہ المقدمة باب الانتفاع بالغلبہ والعمل بہ حدیث ۲۵۶۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۲۸۳۔ ضعیف سنن ابن ماجہ۔ حدیث ۵۰۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفة ۳۹۰۔

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (لوگو!) جب حزن سے خدا کی پناہ مانگا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جب حزن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ دوزخ میں ایک وادی ہے اس وادی سے دوزخ بھی ہر روز چار سو بار اللہ کی پناہ مانگتا ہے۔ صحابہؓ نے (تھرا کر) پوچھا۔ حضور ﷺ اس وادی میں کون (بد بخت) داخل ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ وادی ریاکار عالموں کے لیے تیار کی گئی ہے اور سنو (میری امت کے لوگو) اللہ کے نزدیک برے عالم وہ ہیں جو (چاپلوسی اور نفسانی اغراض کے لیے) امیروں بادشاہوں حاکموں کی ملاقات کو جاتے ہیں۔“

## استیذان کا بیان

اگر کسی بہن، بھائی، دوست، یار اور رشتہ دار وغیرہ کے گھر جانے کا اتفاق ہو۔ تو شاپش اندر نہیں چلے جانا چاہئے۔ بلکہ باہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر مسنون طریق سے اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ گھر کی عورتیں کسی ایسی حالت میں لیٹی ہوں یا بیٹھی ہوں۔ جس میں کسی غیر محرم کو دیکھنا روا نہیں۔ یا میاں بیوی کا اختلاط خلوت کا متقاضی ہو۔ اس کے علاوہ اور کئی حجاب کی صورتیں گھروں میں موجود ہوتی ہیں۔ تو ان حالات میں اگر کوئی اچانک اندر آ موجود ہو تو گھر والوں کے لیے یہ صورت حال نہایت ناگوار، مکروہ اور رنجیدہ ہوگی۔ اس لیے شریعت نے بلا اذن کسی کے گھر میں داخل ہونے پر تدغن (PROHIBITION) دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:-

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَ تَسَلَّمُوا عَلَىٰ  
أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا  
حَتَّى يُؤْذَنَ ۚ لَكُمْ فِي قِيلٍ لَّكُمْ أَرْجِعُوا فارجعوا هو أركى لكم ۗ وَاللَّهُ بِمَا  
تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (سورة النور : ۲۸ ، ۲۷)

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں مت داخل ہوا کرو۔ جب تک ان گھر والوں سے (اندر جانے کا) اذن نہ لے لو۔ اور (باہر کھڑے کھڑے) ان پر السلام علیکم نہ کہہ لو۔ یہ اجازت لے کر اور سلام کہہ کر اندر جانا تمہارے لیے بہتر ہے۔ تاکہ تم یاد رکھو۔ (اور بغیر اجازت کے کسی کے گھر داخل ہونے کی جرات نہ کرو) پھر اگر (معلوم کرو کہ) ان گھروں میں کوئی نہیں ہے (اندر سے کوئی جواب نہیں مل رہا) تو پھر بھی اجازت کے بغیر اندر نہ جاؤ۔ اور اگر اندر سے جواب آئے کہ (اس وقت

(۱) اگر آپ ملاقات کا وقت متعین کے بغیر کسی کے مکان پر کسی کام یا ملاقات کے لیے جائیں۔ اور وہاں سے آپ کو جواب ملے۔ کہ اس وقت فرصت نہیں پھر ملاقات تشریف لے آنا تو آپ بغیر رنج و ملال اور گلہ و شکوہ کے واپس آ جائیں۔

فرصت نہیں) لوٹ جائیے تو (خندہ پیشانی سے) واپس چلے جاؤ۔ یہ (واپس جانا) تمہارے لیے بڑا کھرا پن ہے اور تمہارے عمل (کی نیت) کو اللہ جانتا ہے۔“

تین بار اجازت مانگیں

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ آتَانَا أَبُو مُوسَى قَالَ إِنَّ عُمَرَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ آتِيَهُ فَآتَيْتُ بَابَهُ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يَرِدْ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنَا فَقُلْتُ إِنِّي آتَيْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَى بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدُّوا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنْ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ أَقِمِ عَلَيْهِ النَّبِيَّةَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَمَقُمْتُ مَعَهُ فَذَهَبْتُ إِلَى عُمَرَ فَشَهِدْتُ)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا تھا۔ میں ان کے دروازے پر گیا۔ اور تین مرتبہ سلام کیا۔ (اور اجازت چاہی) کوئی جواب نہ آیا۔ تو میں واپس آ گیا۔ حضرت عمرؓ (یہ سمجھ کر کہ میں نے تعمیل حکم نہیں کی۔ فرمایا کہ ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوا تھا اور آپ کے دروازے پر (کھڑے ہو کر) تین بار سلام عرض کیا تھا۔ جب جواب نہ ملا۔ تو میں واپس لوٹ آیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا۔ (امت کیلئے مسئلہ بتایا تھا) کہ جب تم میں سے کوئی بھی تین بار اندر آنے کی اجازت مانگے اور جواب نہ ملے۔ تو اسے واپس ہو جانا چاہئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس حدیث پر گواہ لاؤ (کہ واقعی یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے) چنانچہ میں (ابوسعید خدریؓ) حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس جا کر اس حدیث کی گواہی دی۔“

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کے مکان پر جا کر باہر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے (جتنی کہ گھر والے سن سکیں) السلام علیکم پکارنی چاہئے اگر جواب ملے کہ اندر آؤ تو اندر چلے جائیں اور اگر کوئی جواب نہ آئے۔ تو پہلی سلام کے بعد دوبارہ اور سلام کریں۔ یعنی تین مرتبہ تک اجازت لینے کے لئے سلام پکاریں۔ اگر اب بھی جواب نہیں ملا تو پھر بے تامل واپس ہو جائیں۔

ایک اور اہم بات اس حدیث سے واضح ہوئی کہ بغیر دلیل کے مذہب کی کوئی بات نہیں ماننی چاہئے۔ آپ نے حدیث میں پڑھ ہی لیا ہے۔ کہ جب ابوموسیٰ نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا تھا۔ کہ تین بار

(۱)

صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً حدیث ۶۲۳۵۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب

الاستیذان حدیث ۲۱۵۳۔



سلام کرنے اور اجازت چاہنے پر اگر کوئی جواب اندر سے نہ ملے۔ تو واپس آ جاؤ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اَقِمْ عَلَيْهِ النَّبِيَّةَ اس حدیث پر گواہ<sup>(۱)</sup> پیش کرو۔“ پھر جب حضرت ابو موسیٰؓ نے ابو سعید خدریؓ کو بطور گواہ پیش کیا اور گواہ نے گواہی دی کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ سے سنی تھی تو پھر حضرت عمرؓ نے مان لیا۔ کہ واقعی یہ حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی زد سے تین<sup>(۲)</sup> بار اجازت بہ سلام طلب کرنی چاہئے۔ پھر جواب نہ ملے۔ تو واپس ہو جانا چاہئے۔ غور فرمائیں کہ مسئلہ استیذان کے لئے حضرت عمرؓ ایک صحابی سے حدیث رسول پر شہادت طلب کرتے ہیں۔ لیکن آجکل جس عالم صوفی، پیر، درویش اور امیر جماعت کے منہ سے جو مسئلہ بلا دلیل نکلتا ہے۔ عقیدت مند آ مناد صدقاً کہہ کر اسے دین سمجھ لیتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ آیت ہے؟ کسی کا قول ہے؟ ایجاد بندہ ہے؟ یا گھڑنت ہے؟ خبردار! حضرت عمرؓ سے سبق سیکھو اور دین سے متعلق کوئی بات قرآن یا حدیث کے استدلال کے بغیر مت جانو!

میں ہوں، میں ہوں، نہ کہو

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دِينٍ كَانَ عَلَى أَبِي فَدَقَّقْتُ النَّبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَعَقَلْتُ أَنَا فَقَالَ أَنَا كَانََّهُ كَرِهَهَا)) (بخاری، مسلم)<sup>(۳)</sup>

”حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے قرض کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ کو دستک دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ میں ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا۔ (کیسی فضول بات ہے) میں ہوں، میں ہوں، گویا برا جانا حضور ﷺ نے اس بات کو۔“

ملاحظہ :- جب آپ کبھی کسی کے مکان پر جا کر آواز دیں۔ مسنون طریق پر سلام پکارتیں۔ تو اگر اندر سے آواز آئے۔ کون صاحب ہیں۔ تو یہ نہ کہیں کہ میں ہوں۔ بلکہ اپنی کنیت، عرفیت، تخلص، لقب یا نام بتائیں کیونکہ ”میں ہوں“ کہنے سے ابہام پیدا ہوتا ہے جو صاحب خانہ کے لئے اذن یا عدم اذن کے جواب سے پہلے ایک نئی ”درد سر“ بن جاتی ہے۔ پہلے وہ ”میں ہوں“ کی آواز کی تشخیص کی الجھن میں گرفتار ہوگا۔ پھر کہیں جا کر شخصیت کا تعارف پائے گا۔ تو کیوں نہ آپ اپنا اسم گرامی بتادیں۔

(۱) گواہی طلب کرنی بطور احتیاط کے تھی تاکہ کوئی حدیث وضع کرنے کی جرات نہ کرے ورنہ خبر واحد بالاتفاق مقبول ہے خاص کر حضرت ابو موسیٰؓ جیسے بلند پایہ صحابی کی روایت۔

(۲) تین بار سلام اس لئے کرتے ہیں کہ پہلا سلام تعریف کیلئے۔ دوسرا تامل کے لئے اور تیسرا اجازت یا عدم اجازت کے لئے۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قال : من ذَا فقال انا حدیث ۱۲۵۰۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب

کراهة المستأذن انا اذا قبل من هذا حدیث ۲۱۵۵۔

## سلام اور اذان کیلئے لوٹا دیا

کلدہ بن منبہل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے مجھے دودھ اور ہرن کا بچہ دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ مکہ کی ایک بلند جانب (مقام معلّا) میں اترے ہوئے تھے۔ میں جب حضور ﷺ کے پاس (سیدھا شاپشپ) چلا آیا۔ نہ تو میں نے (آپ پر) داخل ہوتے وقت سلام کہا۔ اور نہ ہی اجازت طلب کی۔ (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((ارْجِعْ فَعَلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلْ)) (ترمذی) <sup>(۱)</sup>

”واپس جاؤ (دروازے پر) اور کہو السلام علیکم کیا اندر آ سکتا ہوں۔“

نوٹ :- حضور ﷺ نے کلدہ کو جو واپس دروازے پر بھیجا۔ اور فرمایا سلام کرو۔ اور اذان لے کر آؤ۔ تو یہ امت کے لئے تعلیم بھی ہے اور داخل ہوتے وقت سلام اور اذان کے مسئلہ کی اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر جائیں۔ تو السلام علیکم پکاریں اور ساتھ ہی یہ کہیں۔ اجازت ہے۔ یعنی اس طرح۔ السلام علیکم۔ اجازت ہے؟

اپنے گھروں میں سلام پکارو

حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا میں اپنی والدہ کے ہاں جاتے وقت بھی اجازت مانگوں۔ (یعنی السلام علیکم کہہ کر اذان لے کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! وہ بولا۔ میں اپنی والدہ کے ہمراہ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ پھر بھی اجازت لے لینی چاہئے۔

اس نے عرض کیا میں (اکثر) والدہ کی خدمت میں رہتا ہوں (ہر وقت آنا جانا پڑتا ہے) آپ نے فرمایا۔ پھر بھی اجازت لے لیا کرو۔ کیا تم اپنی والدہ کو ننگا دیکھنا پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا۔ نہیں! ارشاد فرمایا فَاَسْتَاذِنُ عَلَيْهَا ”پھر اجازت ضروری ہے۔“ <sup>(۲)</sup> (رواہ مالک مرسلًا)

ملاحظہ :- اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ ہمیں اپنے گھروں میں بھی آتے وقت کھانس کر اور السلام علیکم پکار کر داخل ہونا چاہئے۔ کیونکہ گھروں میں بہوئیں، بھادجیں، بیٹیاں، مائیں اور بہنیں ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں۔ تاکہ سلام کی آواز سن کر وہ غفلت وغیرہ دور کر لیں۔ اور ویسے بھی سنت ہے۔ کہ جب کوئی بھی گھر آئے تو السلام علیکم کہہ کر اندر

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسليم قبل الاستیذان حدیث ۲۶۱۰۔ سنن ابو داؤد کتاب الادب باب

کیف الاستیذان؟ حدیث ۵۱۷۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۸۳/۳ حدیث ۲۶۱۰ صحیح سنن ابو داؤد

۳/۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۵۱۷۶۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۳/۲۶۱۔ حدیث ۸۱۸۔

(۲) موطا امام مالک کتاب الاستیذان باب الاستیذان ۲/۹۲۳۔

داخل ہو۔ یہ مسئلہ آپ پیچھے السلام علیکم کے باب میں پڑھ آئے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ بڑوں کے علاوہ اگر چھوٹے بچے بھی گھر آئیں۔ تو وہ بھی السلام علیکم کہہ کر اندر آئیں۔ اور جو بچہ بغیر سلام کے اندر آئے۔ آپ اس کو واپس لوٹائیں۔ اور کہیں کہ سلام کہہ کر آؤ۔ بچہ کو سلام کے لئے لوٹانا استیذان کی خاطر نہیں ہے۔ بلکہ السلام علیکم کی سنت پر عمل کرنے اور برکت پانے کی غرض سے ہے۔

## خوشامد، لجاجت اور مدح سرائی

خوشامد چالپوسی، جھوٹی تعریف، لجاجت اور مبالغہ آمیز مداحی نہایت کمینہ حرکت ہے۔ فرومایہ اور ذلیل کام ہے۔ خوشامدی جھوٹی تعریف کے پل باندھ باندھ کر مدوح کو خوش کرتا ہے۔ معمولی صلے کے لئے اس کے گیت گاتا اور اسے خوشامد کے آسانوں پر بٹھاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ مدح سرائی اور خوشامد سے خودداری مٹ جاتی ہے۔ لجاجت کے مسوم جھونکوں سے خودی کا عطر ریز پھول مرجھا کر جل جاتا ہے۔ اور خوشامدی میں غلامانہ ذہنیت پیدا ہو کر اسے صبر و ضبط رکھ رکھاؤ، قناعت، حفاظت نفس، جواں مردی، اور عالی ہمتی، ایسے اوصاف سے یکسر محروم کر دیتی ہے۔ خوشامدی غلام کے ایمان اور ضمیر کا کچھ اعتبار نہیں۔ وہ بہر حال جھوٹ اور سچ ملا کر دوسرے کو خوش کرتا ہے۔ اس کی روح مردہ، ضمیر مجروح، تحلیل پست اور رائے ہلکی ہوتی ہے۔ شاعروں کا مدوحوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے کلابے ملانا اور مریدوں کا پیروں کی مدح سرائی میں مبالغہ آمیزی کی حدیں پھاندنا نہایت افسوسناک امر ہے۔ خوشامد اور لجاجت چونکہ اخلاقی رذائل ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان کی بے حد مذمت کی ہے۔ اور ان سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ قارئین کرام حضرت محمد ﷺ کے ارشادات بغرض عمل ملاحظہ فرمائیں۔

## خوشامدیوں کے منہ میں مٹی ڈالو

((عَنِ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْشُوا فِيهِمْ وَحُوْهِهِمُ التُّرَابَ)) (صحیح مسلم) <sup>(۱)</sup>

”حضرت مقدر بن اسود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب خوشامدی تعریف کرنے والوں کو دیکھو۔ تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔“

ملاحظہ:- غور فرمائیں کہ لجاجت، خوشامد اور مداحی مبالغہ آمیزی اس قدر خطرناک اور زہریلی چیز ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا کہ ان خوشامدیوں (کرایہ کے ٹٹوں، ضمیر فروشوں) کے منہ میں مٹی ڈالو۔ یعنی جس منہ سے خوشامد کے الفاظ نکل رہے ہیں وہ منہ مٹی سے بھرنے کے لائق ہے آپ نے

(۱) صحیح مسلم کتاب الزهد باب النهی عن المداح اذا كان فيه افراط و خيف منه فتنة على الممدوح حدیث ۳۰۰۲۔

سنا ہوگا۔ کہ جب کوئی نہایت مہذب پاکیزہ اور صدق و صفائی سے کلام کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اس کا منہ اس لائق ہے۔ کہ موتیوں سے بھریں۔ لیکن خوشامدی کے منہ میں بروئے حدیث مٹی ڈالنی چاہئے۔ مسلمان بھائیو! یاد رکھو! کبھی کسی کی خوشامدی نہ کرنا۔ چالپوسی اور لجا جت سے کام نہ لینا۔ ہرگز کسی کی بڑھا چڑھا کر تعریف کر کے شریعت کے ہاتھوں منہ میں مٹی نہ ڈالوانا!

### منہ پر تعریف کی ممانعت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا۔

((وَيَحَاكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ))<sup>(۱)</sup>

”تو نے اپنے ساتھی (ممدوح) کی گردن کاٹ دی ہے۔“

پھر فرمایا۔

ترجمہ: ”جب کوئی تم میں سے کسی کی (فی الواقع) تعریف کرنی چاہے تو صرف یہ کہے۔ میں اسے (نیک) گمان کرتا ہوں۔ (اس کی نیکی پر قطعی حکم نہ لگائے۔ کیونکہ) اس کی نیکی پر قطعی حکم لگانا اللہ پر حکم لگانا ہے۔ (فی الواقع اللہ ہی جانتا ہے۔ کہ کون صحیح معنوں میں نیک ہے۔“

ملاحظہ :- منہ پر تعریف کرنے والے کو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”تو نے اس کی گردن کاٹی ہے۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ ممدوح جب اپنی تعریف سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ پھر متکبر اور مغرور ہو جاتا ہے اور جس دل میں رائی برابر تکبر ہو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ وہ بہشت میں نہ جائے گا جب وہ بہشت میں نہ گیا۔ تو اس کی گردن کاٹی گئی اور ویسے بھی جس کے منہ پر اس کی بے حد تعریف کریں اس میں ضرور نفرو کبر اور غرور و بڑائی انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔ جس سے اس کی روحانیت تاریک ہو جاتی ہے۔

### شباباش! یہ تو تمغہ

شعراء تو بادشاہوں، وزیروں، نوابوں، اور امیروں کے حق میں قصیدے پڑھتے ہی آئے ہیں۔ ان کی بے حد تعریفیں کر کر تھکے نہیں ہیں۔ کہا جاسکتا ہے۔ کہ شعراء کوئی مذہب کے پیشوا نہ تھے۔ دین کے امام نہ تھے۔ ان سے تو انعاموں اور صلوات کے حاصل کرنے کے لئے ممدوحوں کی تعریفیں ہوئیں لیکن حیرت تو ان وارتان منبر رسول اور قابضانِ مسند پیغمبر پر ہے جو مریدوں اور نعت خوانوں سے اپنی تعریف آپ سنتے ہیں۔ اپنی مدح سرائی میں زمین و

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یکرہ من التمارح حدیث ۶۰۶۱۔ صحیح مسلم کتاب الزہد باب النهی عن

المدح اذا کان فیہ افراط و محیف منہ فتنۃ علی الممدوح حدیث ۳۰۰۰۔

آسمان کے قلابے ملتے دیکھتے ہیں۔ اور پھر جب مرید انہیں اڑا کر ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں۔ تو ارشاد ہوتا ہے۔ تو ہمارے مداحوں میں ہو گیا۔ شاباش! یہ لو تمغہ!

### عرش کانپ جاتا ہے

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالَى وَاهْتَزَّتْهُ الْعَرْشُ)) (مشکوٰۃ) <sup>(۱)</sup>

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب فاسق کی (سامنے یا غیر حاضری میں) تعریف کی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا ہے۔ اور (مارے دہشت کے) عرش کانپ جاتا ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

ملاحظہ:- بے نمازوں بے روزوں زکوٰۃ نہ دینے والوں، مشرکوں بدعتیوں زانیوں، شرابیوں، ظالموں بے حیاءوں بے غیرتوں، ریاکار عالموں، بدعتی درویشوں اور صوفیوں، فاسق فاجر وزیروں اور حاکموں کی مدح اور تعریف کرنا اللہ کے غضب کو جوش میں لانا ہے۔ اللہ اکبر!

مسلمانوں کے منہ سے فاسق و فاجر کی تعریف نکلے۔ تو پھر مارے غصہ کے کیوں نہ عرش الہی

### کانپ جائے!

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط﴾ (سورة الصف: ۱۸۰ تا ۱۸۲)

### والدین کے حقوق

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٌ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَانْخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الدُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

”اور تمہارے رب نے تم کو (قطعی) حکم دیا ہے۔ کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔ اور والدین کے

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان و الغيبة حدیث ۳۸۵۹۔ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۳/۲۳۰ حدیث ۳۸۸۶۔ یہ حدیث مگر ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۵۸۷۔ حدیث ۱۳۹۹۔

ساتھ نیکی کرنا۔ (سنو) اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے اُف (ہوں) بھی نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں جھڑکنا۔ اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا۔ اور بچھاؤنوں کے لئے بازو ذلت کا مہربانی سے (یعنی محبت اور خاکساری سے پیش آیا کرنا اور) ان کے لئے دعا کرتے رہنا۔ کہ اے میرے پروردگار جس طرح انہوں نے میرے چھوٹے سے کو (بڑی محبت سے پالا ہے۔ تو بھی اسی طرح (میری دعا مان کر) ان پر رحم فرمایو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ نیکی اور احسان کرنے کے علاوہ پھر دلی محبت اور خاکساری سے پیش آنے کا حکم دیا۔ ذلت کا بازو جھکائے رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ جھڑکنے اور کلمہ اُف بولنے سے زبان بند کر دی ہے اور کہا ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم کی دعا کرتے رہا کرو۔

اور جب بھی ان کے ساتھ بات کرنے کا موقع آئے۔ تو بڑے ادب سے بات کیا کرو۔ گویا انہیں کھلاؤ پلاؤ پہناؤ بیمار یوں دکھوں دردوں میں ان پر تن من دھن نچھاور کرو۔ انہیں آرام و آسائش پہنچانے کے لئے ہر امکانی کوشش بروئے کار لاؤ۔ کتاب و سنت پر عمل کرنے کی خاطر انہیں سہولتیں مہیا کرو۔ پھر بایں ہمہ خدمت و اطاعت ان کے ادب و احترام اور عزت و تعظیم کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ مہادا کوئی کلمہ درشت منہ سے نکل کر آپ کے کئے کرائے پر پانی پھیر دے۔ عاقبت میں آپ کو لے ڈوبے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احسان بالوالدین کا بار بار حکم فرمایا ہے۔ اور اس حکم کو بار بار دہرایا ہے۔ اور عمل کے لئے اس پر زور دیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی یہی صورت کار فرما ہے۔ ماں باپ کے حقوق کو بہت بلند مقام دیا گیا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ والدین کو اولاد کی تربیت اور پرورش میں کس قدر تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پیدائش سے لے کر سن بلوغ کی منزل تک اولاد کو پہنچانے میں انہیں کتنی پل صراطوں سے گزرنا اور کتنی تلواروں کی دھاروں پر چلنا پڑتا ہے وہ لاکھوں بار ان کے غم کی موت مرتے اور امید کی زندگی جیتتے ہیں۔ بچوں کے پروان چڑھانے میں ان کی صحت و عمر آرام و چین اور عیش و نشاط کے ہزاروں پرٹوٹے ہیں۔ ان کے حسن و شباب اور بلندیوں کا شہین۔ ان کی آرزوؤں کے بے شمار طیور و عصافیر نوج کراڑنا سیکھتا ہے۔ اور پھر جب یہی بچے دو لہا دلہن بنتے ہیں تو ان کی مسرتوں اور خوشیوں کا فلک بوس محل والدین ہی کے پنجر کی ہڈیوں پر استوار ہوتا ہے۔ ماں باپ ہی کے گوشت پوست اور خون و استخوان کے اینٹ گارے سے تعمیر پاتا ہے۔ پھر تف اس اولاد پر جو ایسے ماں باپ کی ضرورتوں کا خیال نہ کرے۔ ان کی خوشی کو اپنی خوشی پر ترجیح نہ دے ان کی خواہشات اور حوائج کو درخور اعتنا نہ جانے۔ ان کی فرماں برداری اور اطاعت (معروف میں) بجالا کر بہشت حاصل نہ کرے۔

صحیح ابن حبان میں حدیث ہے کہ ایک روز حضرت جبریل تشریف لائے اور انہوں نے حضور ﷺ کے منبر پر

چڑھتے وقت یکے بعد دیگرے تین دعائیں کیں اور ہر دعا پر حضور انور ﷺ نے آمین کہی۔ ان تین دعاؤں میں سے ایک یہ تھی۔

((وَمَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَذَخَلَ النَّارَ فَاَبَعَدَهُ اللَّهُ)) (صحیح ابن حبان) <sup>(۱)</sup>

”جو اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پائے پھر (ان کی نافرمانی کے سبب) دوزخ میں جائے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

اب آپ غور فرمائیں کہ والدین کے جس نافرمان بے ادب، گستاخ، حقوق فراموش پر حضرت جبریل علیہ السلام لعنت بھیجیں اور رسول اللہ ﷺ آمین فرمائیں۔ اس کا کیا حشر ہوگا۔ والدین یا دونوں میں سے ایک کو زندہ پانے والو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ والدین کی فرمانبرداری کرو۔ ان کی خدمت کرو۔ اور دیکھو۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات والدین کے بارے میں کیا ہیں؟

نماز کے بعد نیکی

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَيَّ وَقَتُّهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ)) (بخاری) <sup>(۲)</sup>

”حضرت عبد اللہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (حضور ﷺ) اللہ کے نزدیک عیب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نماز کا وقت پر ادا کرنا۔ میں نے پوچھا۔ اس کے بعد؟ ارشاد ہوا۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔“

ذلیل اور خوار ہوں

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَغِمَ أَنْفٌ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ مَنْ أَدْرَكَ أَبُوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْحَنَّةَ)) (مسلم شریف) <sup>(۳)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ذلیل و خوار ہو! ذلیل و خوار ہو! وہ شخص جو والدین یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پائے اور (ان کی خدمت میں

(۱) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب البر والصلة باب حق الوالدین ۱۳۰/۲۔ حدیث ۳۰۹۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس حدیث کو صحیح الغیرہ قرار دیا ہے۔ بتحقیق صحیح ابن حبان ۱۳۰/۲۔ حدیث ۳۰۹۔ علامہ البانیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح الغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۵۸۴/۱۔ حدیث ۹۹۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب مواقیب الصلاة باب فضل الصلاة لوقتها حدیث ۵۲۷۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال حدیث ۸۵۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب زغم من ادرك ابويه او احدهما عند الكبر فلم يدخل الحنة حدیث ۲۵۵۱۔

فرمانبرداری کر کے) بہشت میں نہ جائے۔“

سب سے زیادہ مستحق احسان

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُوكَ))<sup>(۱)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیری والدہ! اس نے کہا پھر کون؟ تیری والدہ! اس نے عرض کیا۔ اس کے بعد؟ تیری والدہ! وہ بولا (حضور ﷺ!) پھر کون ہے؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ پھر تیرا والد۔“

ملاحظہ:- اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ ماں بہ نسبت باپ کے حسن سلوک کی تین گنا زیادہ حقدار ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ نو مہینے بچہ کو حمل میں اٹھائے پھرتی ہے۔ اس بوجھ کی تکلیف اور پھر زمانہ حمل کی امراض کا خطرہ اور کبھی بیمار ہونے کی زحمت برداشت کرتی ہے۔ اور پھر وضع حمل کی پل صراط سے بھی گزرتی ہے اس کے بعد بچہ کو دودھ پلانے کی مشقت اٹھاتی ہے۔ اور پھر شب و روز اس کی ماتا میں بے چین و مضطرب رہتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ حسن سلوک میں اس کا حق باپ سے بڑا ہے۔ اور نیکی اور احسان خدمت اور انعام میں والدہ کو ترجیح ہے۔ اور اطاعت میں باپ کو فوقیت ہے۔ اور آداب والدین میں یہ بات مشترک ہے کہ تواضع، تملق اور خاکساری سے پیش آئے۔ مباح چیزوں میں اطاعت واجب جانے بے ادبی اور گستاخی، تکبر اور غرور سے پیش نہ آئے۔ اپنی آوازاں کی آواز سے بلند نہ کرے ان سے باتیں کرتے وقت عاجزی، انکساری اور تواضع مد نظر رکھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرے۔ لیکن قول لین پر کار بند رہے۔

والدہ کو ایذا دینا حرام ہے

((عَنِ الْمُغْبِرَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ)) (بخاری)<sup>(۲)</sup>

”حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تحقیق اللہ نے ماؤں کو (ہر قسم کی) ایذا دینی تم

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة حديث ۵۹۷۱۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة

باب بر الوالدين وايهما احق به حديث ۲۵۲۸۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدين من الکبائر حديث ۵۹۷۵۔ صحیح مسلم کتاب الاقضية باب

النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة حديث ۵۹۳۔ حديث ۱۷۱۵۔



پر حرام کر دی ہے۔“

والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے والدین کو گالی دینا گناہ کبائر سے ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ (حضور ﷺ!) کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! (کبھی حقیقت میں بھی واقعہ ہوتا ہے۔ اور اکثر اس طرح کہ) یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ گالی دیتا ہے کسی آدمی کے باپ کو۔ پس (جواب میں) وہ گالی دیتا ہے۔ اس کے باپ کو اور گالی دیتا ہے کسی کی ماں کو۔ پس گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو۔“<sup>(۱)</sup> (بخاری مسلم)

ملاحظہ:- ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ کوئی بڑا ہی لعنتی اور جہنمی ہوگا۔ جو اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ پھر گالی دینے کی اس حقیقی صورت کے علاوہ ایک صورت والدین کو گالی دینے کی حضور ﷺ نے یہ بتائی۔ کہ جو کوئی دوسرے کے والدین کو گالی دینے میں ابتداء کرے گا۔ اور پھر اس کے جواب میں دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دے گا۔ تو یہ دوسرے شخص کا گالی دینا پہلے کا آپ اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر ان سے اپنے والدین کو گالی دلواتے ہیں۔ گویا وہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینے کے جرم میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! اسلام کی اخلاقی تعلیم کتنی بلند اور کتنی پاکیزہ ہے۔

## حارثہ بن نعمانؓ کی قرآن خوانی کی آواز بہشت میں

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيهَا قِرَاءَةَ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا حَارِثَةُ بِنُ النَّعْمَانِ كَذَلِكَ الْبِرُّ كَذَلِكَ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمَّه)) (شرح السنة للبقوی)<sup>(۲)</sup>

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب لا یسب الرجل والديه حدیث ۵۹۷۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر واکبرها حدیث ۹۰۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البر والصلة حدیث ۳۹۲۶۔ بحوالہ شرح السنة ۱۳/۷ حدیث ۳۳۱۸۔ مسند احمد ۶/۱۶۷۔ ۱۵۲۔ مستدرک حاکم کتاب معرفة الصحابة ۳/۲۲۹۔ حدیث ۳۹۲۹ و طبع قدیم ۳/۲۰۸ شعب الایمان ۱۸۳/۶ حدیث ۷۸۵۱۔ علامہ شعیب الارناؤظ فرماتے ہیں اسنادہ صحیح بتحقیق شرح السنة للبقوی ۳/۷ حدیث ۳۳۱۸۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و امام مسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۲/۵۸۲ حدیث

”میں بہشت میں داخل ہوا۔ (خواب<sup>(۱)</sup> میں) پس سنی میں نے اس میں آواز قرآن پڑھنے کی۔ پھر پوچھا میں نے، کون ہے یہ قرآن پڑھتا؟ فرشتوں نے کہا۔ یہ (آپ کا بلند مرتبہ صحابی حارثہ بن نعمان<sup>(۲)</sup> ہے۔ پھر حضور ﷺ نے (ان کی بزرگی کا سبب بیان کرتے ہوئے) فرمایا۔ ایسا ہی ہے ثواب (والدین سے) نیکی کرنے کا۔ اور حارثہ اپنی ماں کے ساتھ بہت نیک سلوک کرنے والا تھا۔“

## والدین کو دیکھنے سے حج کا ثواب

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ وَوَلِدٍ بَارٍّ يُنْظَرُ إِلَيْهِ وَالذِّيَّهُ نَظَرَ رَحْمَةً إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُورَةً قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ)) (شعب الایمان)<sup>(۳)</sup>

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے والدین سے نیکی کرنے والا فرزند اگر ماں (یا باپ) کی طرف محبت کی نظر سے دیکھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر (یعنی ہر بار دیکھنے) کے بدلے حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ (حضور ﷺ!) اگر وہ دن میں سو بار دیکھے۔ ارشاد ہوا۔ ہاں! (اگر دن میں سو بار دیکھے۔ تو سو حج کا ثواب پائے گا۔ کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے وہم وگمان سے (بہت بڑا ہے۔ اور بہت پاکیزہ ہے۔“

## باپ کی مستجاب دُعا

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَيَّ وَوَلَدِهِ بَابِ كَيْ دَعَا بِيْئِيْ كَيْ حَقِّ مِيْن۔ (ترمذی)<sup>(۳)</sup>

- (۱) یہ روایت صحیحی میں بھی موجود ہے۔ اس کے شروع میں حضور یوں فرماتے ہیں۔ میں سو گیا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو بہشت میں دیکھا۔ الخ پھر آگے پوری حدیث اسی طرح ہے۔ یاد رہے کہ پیغمبر کا خواب بھی وحی ہی ہوتی ہے۔ (صادق) (دیکھیں حوالہ سابقہ)
- (۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البر والصلة حدیث ۳۹۳۳۔ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۱۸۶/۶۔ حدیث ۷۸۵۶۔ یہ روایت موضوع ہے۔ مشکوٰۃ بتحقیق الایمان ۱۳۸۳/۳۔ اس حدیث کی سند میں نھشل بن سعید ہے۔ نھشل متروک ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔
- (۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی دعوة الوالدین حدیث ۱۹۰۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۳۳/۲۔ حدیث ۱۹۰۵۔

## تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ)) (سنن ابو داؤد)<sup>(۱)</sup>

”حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

ملاحظہ:- حضور ﷺ نے اس حدیث میں باپ کا ایک عظیم الشان حق بتایا ہے۔ کہ بیٹا مثلاً لاکھ پتی ہو گیا ہے۔ وہ اس روپیہ کا واحد مالک ہے۔ کوئی اس سے لے نہیں سکتا۔ لیکن حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس کا یہ لاکھ روپیہ اس کے باپ کا ہے۔ نہ صرف وہ روپیہ ہی بلکہ روپیہ کا مالک (بیٹا) بھی اپنے باپ کی چیز ہے۔ یعنی والد کو شرعی حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹے کے لاکھ روپیہ کو جہاں چاہے جب چاہے۔ جس طرح چاہے (بروئے شرع) استعمال کر سکتا ہے بیٹے کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی جان اور تمام مال اپنے باپ کے حوالہ کر دے۔

البتہ اس بات پر غور کر لینا چاہئے۔ کہ اگر کوئی باپ بہت بوڑھا ہونے یا ارذل العمر کو پہنچنے کے سبب اختلال حواس کا شکار ہو گیا ہو۔ اور اس کی باتیں اختلال کی وجہ سے درست نہ ہوں تو پھر اس کے بیٹے کو۔ عملی سے نرمی، عاجزی اور انکساری سے اس کی نادرست باتوں اور غلط فرمائشوں کو نال دینا چاہئے۔ مثلاً ایک بوڑھ باپ اپنے متمول بیٹے کو کہے۔ کہ مجھے پانچ ہزار روپیہ دو۔ میں نے فلاں مزار پر گنبد بنوانا ہے۔ یا کسی ستر سالہ بوڑھے کا مذاق اڑانے کے لئے چند منچلے اُسے کہیں کہ ہم آپ کی شادی کرتے ہیں۔ اپنے بیٹوں سے چار پانچ ہزار روپیہ لاؤ اس پر وہ اپنے متمول بیٹوں کو مجبور کرے۔ کہ مجھے شادی کے لئے چار پانچ ہزار روپیہ دو۔ ان حالات میں اگر بیٹے باپ کے ایسے مطالبوں کو پورا نہ کریں۔ تو وہ باپ کے نافرمان نہیں ہو سکتے۔ ہاں! باپ کے اختلال حواس کے زمانے میں اولاد کو باپ کی بے حد دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ اور حتی الامکان انہیں راضی رکھنے کی سعی کرنی ضروری ہے۔

## باپ کے دوستوں سے احسان

((وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَبْرِ الْبِرِّ صَلَّةَ الرَّجُلِ أَهْلَهُ وَذَابِيهَ بَعْدَ أَنْ يُؤْتَى)) (مسلم)<sup>(۲)</sup>

”حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ آدمی کی نیک ترین

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب ماجا للرجل من مال والدہ حدیث ۲۴۹۱ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ

۲۴۴/۲ حدیث ۱۸۶۹۔ ارواہ الغلیل ۳/۳۲۳ حدیث ۸۳۸۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل صلة اصدقاء الاب والام و نحوہما حدیث ۲۵۵۲۔

نیکوں سے یہ ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کے دوستوں سے احسان کرے۔“  
ملاحظہ:- قربان جائے اسلام کی اخلاقیات پر کہ باپ کے مر جانے یا سفر میں چلے جانے کے بعد اس کے دوستوں سے نیکی، خیر خواہی، بھلائی، عزت اور احترام کرنے کا اولاد کو حکم دیا گیا ہے۔

## قربت کے حقوق

### قربت کی اللہ سے فریاد

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوَى الرَّحْمَنِ فَقَالَتْ مَهْ قَالَتْ هَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعِ مَنْ قَطَعَكَ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَذَلِكَ)) (بخاری، مسلم) (۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے خلق کو (اپنے علم ازلی میں) پیدا کیا۔ پس جب فارغ ہوا پیدا کرنے سے۔ تو (اس کی خلق سے فریاد کرنے کے لئے) نانا (Relations Ship) کھڑا ہوا۔ اور رحمن کی کمر پکڑی۔ (یعنی اللہ کے دامن عظمت کو تھاما۔ جیسے کہ فریادی کھڑا ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا کہتا ہے تو؟ نانتے نے عرض کیا۔ یہ ہے جگہ کھڑے ہونے پناہ پکڑنے والے کی ساتھ تیری کاٹنے سے (یعنی میں تیرا دامن عزت پکڑ کر اس جگہ تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ اس بات سے کوئی مجھے کاٹے یعنی قطع رحمی کرے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا (اے نانتے) تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں ملاؤں گا اس کو (یعنی اس کے ساتھ احسان سلوک اور رحم کروں گا) جو ملائے گا تجھ کو (یعنی جو تجھ سے سلوک کریگا صلہ رحمی کرے گا) اور کاٹوں گا جو کاٹے گا تجھ کو۔ (یعنی جو تجھ سے نیک سلوک نہ کرے گا۔ قطع رحمی کرے گا) کہنا نانتے نے ہاں راضی ہوں میں۔ اے میرے پروردگار پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پس یہ (میرا) وعدہ تیرے لئے ثابت ہے۔“

ملاحظہ:- یہ حدیث شریف قربت کے حقوق اور رشتہ نانا کی ذمہ داریوں کی اہمیت واضح کرنے کے لئے ایک زبردست اور جامع مانع درس اخلاق ہے۔ اس فرمانِ مصطفویٰ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام خلق کو پیدا فرمایا تو رحم (Womb) نے اللہ کے دامنِ عظمت و جلال کو تمام کر عرض کیا۔ کہ دنیا میں میرے ہی وجود سے اولاد آدم میں رشتہ نانا کا ظہور ہوگا۔ میری ہی ذات قربت کا باعث ہوگی۔ گویا میں خود نانا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ دنیا میں

(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب وتقطعوا ارحامکم۔ حدیث ۲۸۳۰۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب صلۃ

ناتا ملارہے۔ صلہ رحم ہو اور ناتا کے ٹوٹنے یعنی قطع رحم سے میں تیری جناب میں پناہ پکڑتا ہوں۔ یعنی رشتہ ناتا قطع کرنے سے مجھے) اپنی پناہ میں لے لے۔ کوئی مجھے کانٹے نہیں قطع نہ کرے اس پر اللہ نے رحم (قربت ناتے) سے وعدہ کیا کہ جو تجھے کانٹے گا اس کو میں بھی (اپنی رحمت و احسان سے) کاٹ دوں گا۔ قطع تعلق کر لوں گا۔ اور جو تجھے ملائے رکھے گا۔ صلہ رحمی رکھے گا۔ اس کو میں بھی (اپنی رحمت و احسان سے) ملاؤں گا۔ اس سے میل ملاپ اور لگاؤ رکھوں گا۔

اس سے ثابت ہوا۔ کہ دنیا میں جو شخص (بلاعذر شرعی) رشتہ داروں سے بول چال، میل ملاپ قطع کرتا ہے۔ وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنا تعلق واسطہ قطع کر لیتا ہے۔ اور اللہ اس پر سخت ناراض اور غضب ناک ہو جاتا ہے۔ اللہ ان قرابتوں رشتہ داروں کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ جنہوں نے (بغیر عذر شرعی) نفسانی خواہشات ذاتی رنجشوں، دلی کدورتوں اور حسد و بغض کی بنا پر آپس میں ملنا جلنا چھوڑ دیا ہو۔ علیک سلیک ترک کر دی ہو ایسے تمام لوگ اللہ کے معتبوب اور اس کے غضب میں ہیں۔ اگر آخرت کی نجات چاہتے ہیں۔ اپنے حج، زکوٰۃ اور نماز روزہ کو میدان حشر میں بار آور دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی تائب ہو کر آپس میں بول چال شروع کر لیں۔ میل ملاپ بحال کر کے ایک دوسرے کے گلے لگ جائیں اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کی راہ (راہ بہشت) کھول دیں۔

### رحمِ رحمٰن سے مشتق ہے

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شَحْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ وَصَلَكَ وَصَلْتَهُ وَمَنْ قَطَعَكَ قَطَعْتَهُ)) (بخاری) <sup>(۱)</sup>

”حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رحم (بہ معنی بچہ دان) رحمٰن سے مشتق ہے۔ (یعنی لفظ رحمٰن سے رحم لیا گیا ہے) پس فرمایا اللہ (رحمٰن) نے (رحم کو) جو شخص تجھے ملائے تیرے حقوق کی رعایت کرے ملاؤں گا میں اس کو (اپنی رحمت و نعمت اور فضل و احسان سے) اور جو شخص کانٹے تجھے (یعنی تیرے حقوق منقطع کرے) کانٹوں گا میں اس کو (اپنی رحمت و بخشش سے محروم کر کے)۔“

### رحمِ عرش سے معلق ہے

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ)) (بخاری و مسلم) <sup>(۲)</sup>

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من وصل وصله اللہ حدیث ۵۹۸۸۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب من وصل وصله اللہ حدیث ۵۹۸۹۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب صلة

الرحم و تحریم قطيعتها حدیث ۲۵۵۵۔

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رحم (بچہ دان مراد نانا) عرش کے ساتھ لٹکایا گیا ہے۔ (اور بطور دعا کے) کہتا ہے۔ جو شخص ملائے مجھ کو (سلسلہ قرابت قائم رکھے) ملائے گا اس کو اللہ (اپنی رحمت سے) اور جو شخص کانٹے مجھ کو (رشتے نانتے توڑے) کانٹے گا (اپنی رحمت سے) اس کو اللہ۔“

نوٹ :- رحم لٹکایا گیا ہے عرش سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رحم رَحْمٰن کے عرش کو پکڑے ہوئے ہے۔ فریاد کرنے کے لئے۔ قطع رحمی سے پناہ مانگتا ہے۔ رب العرش کی جناب میں اور ساتھ ہی قطع اور وصل کے انجام کی خبر بھی دیتا ہے۔ اپنے خالق کے حکم سے۔

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ (سورة الحشر : ۲)

”قاطع رحم بہشت میں نہ جائے گا۔“

### قاطع رحم بہشت میں نہ جائے گا

((وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْهَنَاءَ قَاطِعُ رَحِمٍ)) (بخاری، مسلم) (۱)

”حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رحم کا کاٹنے والا بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔“

ملاحظہ :- رحم کا کاٹنے والا یعنی (بغیر شرعی عذر کے) رشتہ داروں کو نفسانی کدورتوں اور ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے نہ ملنے والا۔ قطع رحمی کی حرمت کو جانتے ہوئے۔ بلاوجہ رحم کاٹنے والا دولت مال اور عز و جاہ کے گھمنڈ میں غریب نانتے داروں کو چھوڑنے والا۔ اول نجات پائے ہوؤں کے ساتھ بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ حاجیو! نمازیو! روزہ دارو! زکوٰۃ دینے والو! آج ہی اپنی عاقبت کی اصلاح کی فکر کر لو! اور بد عمل مسلمانو! تم اپنی دوہری اصلاح کے لئے تگ و دو کر لو۔ کتاب و سنت کے عامل بنو۔ اور رشتے نانتے ملا لو۔

محدث بیہمی شعب الایمان میں عبداللہ بن اوفیٰ کی روایت لائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ)) (۲)

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب اثم القاطع حدیث ۵۹۸۳۔ صحیح مسلم کتاب البر الوصلة باب صلة الرحم و

تحريم قطيعتها حدیث ۲۵۵۶۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب البر الوصلة حدیث ۳۹۳۱ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۲۲۳/۶ حدیث

۷۹۲۔ شرح السنة ۲۸/۳ حدیث ۳۲۳۰۔ الادب المفرد باب لا تنزل الرحمة علی قوم فیہم قاطع رحم حدیث ۶۳۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۶۵۳/۳ حدیث ۱۳۵۶۔

”اس قوم پر رحمت نہیں اُترتی۔ جس میں ناتے کا کاٹنے والا ہو۔“

اور ابوداؤد میں عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ۔

”اللہ برکت والا بلند قدر فرماتا ہے۔ میں ہوں اللہ اور میں ہوں رحمن۔ میں نے رحم (ناتے) کو پیدا کیا اور نکالا میں نے (لفظ) رحم اپنے نام (رحمن) سے۔ پھر جو کوئی ملائے رحم کو۔ ملاؤں گا میں اس کو اور جو کوئی کاٹے اس کو۔ کاٹوں گا میں اس کو۔“ (ابوداؤد)<sup>(۱)</sup>

### قرابتی میل جول کا ثمر

((وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسَيِّطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَا لَهُ فِي آثَرِهِ فَلْيَبْصِلْ رَحْمَةً)) (بخاری شریف)<sup>(۲)</sup>

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے رزق میں وسعت اور اپنی عمر میں برکت چاہتا ہے۔ اسے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔“

### برائی کا جواب نیکی سے دو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی سے پیش آتے ہیں میں ان سے نرمی کرتا ہوں۔ اور وہ مجھ پر سختی کرتے ہیں (اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟) حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو درست بیان کر رہا ہے۔ تو تو ان کو گرم راکھ کھلا رہا ہے۔ (یاد رکھ) اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شر سے بچانے کے لئے ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ جب تک کہ تو اس سلوک کو جاری رکھے گا۔“ (مسلم)<sup>(۳)</sup>

## مزاح اور خوش کلامی

### اچھی بات صدقہ ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ)) (بخاری)<sup>(۴)</sup>

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الزکاة باب فی صلة الرحم حدیث ۱۶۹۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد حدیث ۱۶۹۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب من احب البسط فی الرزق حدیث ۲۰۶۷۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب

صلة الرحم و تحريم فطيعتها حدیث ۲۵۵۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب صلة الرحم و تحريم فطيعتها حدیث ۲۵۵۸۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الجهاد والسير باب من اخذ بالركاب و نحوه حدیث ۲۹۸۹۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة

باب بیان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف حدیث ۱۰۰۹۔

”اچھی بات (کہنی) بمنزلہ صدقہ کے ہے۔“

ملاحظہ :- اس حدیث کا یہ مطلب ہے۔ کہ گفتگو میں نرمی لینت اور شیریں پن کا ہونا صدقہ یعنی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش کلامی سے راضی ہوتا ہے۔ وہ بندے خدا کو پیارے لگتے ہیں جو میٹھی زبان سے بات کرتے ہیں۔ جن کے منہ سے ہنگام کلام پھول جھرتے ہیں۔

### کلام خیر کی ترغیب

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ)) (بخاری) (۱)

”حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔“

### اسلام میں خوش کلامی

((عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ طَيْبُ الْكَلَامِ)) (مسند امام اعظم) (۲)

”عمرو بن عبسہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے رسول! (فرماؤ) اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ خوش کلامی۔“ (مسند امام اعظم)

نوٹ :- اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک دین دار متقی مسلمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خوش گفتار ہو۔ نرم کلام اور شیریں زبان ہو صرف اتنی بات سے ہی اسلام کی معراج نہیں حاصل ہو جاتی۔ کہ نماز پڑھ لی۔ روزہ رکھ لیا۔ اور تسبیح پھیر لی۔ لیکن جب کسی سے بات کرنے کا موقع آیا۔ تو زبان کی درستی سے گفتار کے وہ پتھر پھینکے کہ دوسرے کے آئینہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بدزبانی اور بد کلامی اسلام کو زیب نہیں دیتی۔ مسلمانوں کو اپنے اخلاق کی اصلاح کی طرف بہت توجہ کرنی چاہئے۔

### خوش کلامی سے آگ کا بچھنا

((عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنَّ

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من كان يومئذ بالليل واليوم الآخر فلا يؤذ جاره حديث ۲۰۱۸۔ صحیح مسلم

کتاب الحدیث علی اکرام الحار والضعیف والزوم الصمت الا عن الخبر وكون ذلك كله من الايمان حديث ۴۷۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الايمان حديث ۴۶۔ بحوالہ مسند احمد ۳/۳۸۵۔ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔



لَمْ تَحِدْ فِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)) (بخاری شریف) (۱)

”عدی بن حاتم روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دوزخ کی آگ سے (صدقہ کر کے) بچو۔ اگرچہ صدقہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اور اگر اتنا بھی میسر نہ آئے تو اچھی بات کہہ کر (اسی صدقہ سے ہی) دوزخ کی آگ سے بچ جاؤ۔“

ملاحظہ:- قرآن مجید میں بھی اچھی بات کہنے کے لئے اللہ کا ارشاد موجود ہے۔  
﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۵۳)

”اور (اے پیغمبر ﷺ!) میرے بندوں کو کہہ دے کہ وہ اپنے منہ سے وہ بات نکالیں۔ جو (مٹھی۔ شیریں) نرم اور سراسر (اچھی) ہو۔“

اس سے معلوم ہوا۔ کہ شیریں کلامی اور نرم گفتاری مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسی تو اللہ نے اسے قرآن میں عمل کے لئے بیان کیا ہے۔ ہم لیاقت کی ڈینگیں تو بہت مارتے ہیں۔ لیکن کردار کے لحاظ سے انسانیت بہت اونچی ہے۔ بڑے بڑے بزرگوں اور شہرہ آفاق عالموں (إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ) کے حال اور عوام کے ان کے ساتھ سابقہ اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ ان کے علم و ورع کے چشمہ کے ارد گرد بد اخلاقی کے مارو کڑوم کچھ اس طرح پھنکارتے ہیں۔ کہ کوئی رستم کے لگے کا ماں کا جایا بھی قریب نہیں پھنک سکتا کیا مجال کہ کوئی زبان کی تیغ ”جو ہر دار“ کی تاب لاسکے۔ بھائیو اور بہنو! یاد رکھو۔ اپنی گفتگو کو اتنا شیریں نرم اور دلنشین بناؤ۔ کہ جو کوئی بھی آپ سے ایک مرتبہ مل کر جائے۔ تازیت آپ کی مٹھی باتیں اس کو یاد رہیں۔

### خوش طبعی کی حقیقت

ترمذی باب المزاح میں ہے۔ کہ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ (حضور ﷺ) آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں۔ (صحابہؓ نے تعجب سے پوچھا) آپ ﷺ نے فرمایا۔

((أَقُولُ إِلَّا حَقًّا)) (۲)

(بے شک لیکن) میں سچی بات کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔“

ملاحظہ:- حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو مزاح، (۳) یعنی خوش طبعی فرماتے تھے۔ آپ کی

۱۔ صحیح بخاری کتاب الزکاة باب الصدقة قبل الرد حدیث ۱۲۱۳۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب الحث علی

الصدقة و بئس تمرأؤ کلمة طيبة ..... حدیث ۱۰۱۶۔

۲۔ ترمذی ابواب البر و الصلة باب ساجاء فی المزاح حدیث ۱۹۹۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۷۵/۲۔

۳۔ حدیث ۱۹۹۰۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۳۰۴/۳۔ حدیث ۱۷۲۶۔

(۳) مزاح میں خوش طبعی کو کہتے ہیں جس میں ایذا نہ ہو کسی کا دل نہ دکھے بری نہ لگے۔ افراط تفریط سے پاک ہو اور اس پر ادراست =

اس گفتگو میں حق ہی حق ہوتا تھا۔ جھوٹی باتیں بنا کر اور مبالغہ آمیز قصے گھڑ کر لوگوں کو ہنسانا بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کا حال آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ خوش طبعی بھی صرف وہی جائز ہے۔ جس میں جھوٹ اور مبالغہ آمیزی ہرگز نہ ہو۔ حضور انور ﷺ کا ہے بگا ہے حقیقت و صداقت پر مبنی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اس سے مراد یہ تھی۔ کہ آدمی ہر وقت منہ بسورے ماتھے پر شکن ڈالے نہ بیٹھا رہے۔ کیونکہ عیوسی چہرے لوگوں کو بجائے نزدیک لانے کے دور کرتے ہیں۔ اور نفرت پیدا کرتے ہیں۔

### دوکان والے

((وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ)) (ابو داؤد، ترمذی) (۱)

”روایت ہے انسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا۔ اے دوکان والے۔“

نوٹ :- اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ انسؓ کے دوکان نہ تھے۔ پھر انہیں کہنا۔ ”اے دوکان والے، اس سے طبیعت کے دریا میں نظرافت کی ہلکی ہلکی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ اور مزاح کے رکاوٹ میں روانی سی آ جاتی ہے۔ اور غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ حضرت انور ﷺ نے حضرت انسؓ کو دوکان والے کہہ کر ان کی ساعت ذہانت، زیری اور عقل و شعور کی تعریف بھی کی ہے۔ گویا ذَا الْأُذُنَيْنِ میں مزاح بھی ہے۔ اور انسؓ کی تعریف بھی!

### ابو عیمر کیا ہوئی نغیر

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَحَا لَطْنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ يَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ سَكَانَ لَهُ نُغَيْرٌ يَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ)) (بخاری، مسلم) (۲)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے خوش طبعی کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ فرماتے۔ میرے چھوٹے بھائی سے مزاح کے طور پر اے ابو عیمر! کیا ہوئی نغیر! اور نغیر (سرخ چوچ کی چڑیا) میرے چھوٹی بھائی کے پاس تھی۔ جس سے وہ کھیلتا تھا۔ پھر وہ ”چڑیا“ مر گئی۔“

نہ کی جائے۔ اور پھر اس میں جھوٹ اور خلاف واقعہ کوئی بات نہ ہو جس سے مزاح مباح ہے۔ حضور انور ﷺ بھی فرماتے تھے اور آپ کی مزاح میں سوائے حق کے اور کوئی بات نہ ہوتی تھی ایسی مزاح کو ہم سنت مستحبہ کہہ سکتے ہیں۔ انسؓ ہماری آجکل کی خوش طبعی عام طور پر اخلاق اور تہذیب کی قیود سے آزاد ہوتی ہے، جھوٹ، مبالغہ، ادب و اخلاق کے خلاف باتیں ہماری مزاح کا لازمہ ہیں۔ اور بعض اوقات ہماری خوش طبعی بڑھتے بڑھتے ہاتھ پائی تک نوبت لے آتی ہے۔ مسلمان بھائیو! اعتدال کی راہ اختیار کرو۔ (محمد صادق)

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح حدیث ۵۰۰۲۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۳/۲۲۸۔ حدیث ۵۰۰۲۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس حدیث ۶۱۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب جواز تکنیة من لم یولد له۔ و کنبۃ الصغیر۔ حدیث ۲۱۵۰۔

ملاحظہ:- حضرت انسؓ کا ایک چھوٹا سا شریک بھائی کبشہ بن ابوظلمہ زید بن سہل انصاری تھا۔ اس کے پاس نفیر یعنی سرخ چوچ کی چڑیا تھی۔ جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اور ہاتھ میں لے کر حضرت انور ﷺ کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ چڑیا اچانک مر گئی۔ پر جب وہ لڑکا (انسؓ کا بھائی) حضور ﷺ کے پاس آتا۔ تو آپ خوش طبعی کے طور پر اسے فرماتے ابوعمیر کیا ہوئی نفیر! گویا نفیر کے مقابلہ میں اس کی کنیت ابوعمیر فرما کر اس کی خوش طبعی کا سامان پیدا کرتے۔ اس پر وہ لڑکا مسکرا دیتا۔

### سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ

((وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلَانِ اسْتَحْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَحْمِلُكَ عَلَيَّ وَلَدٍ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا أَصْنَعُ بَوْلِدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّونِيَّ)) (ترمذی، ابوداؤد) (۱)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری طلب کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تجھے سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے کہا (حضور ﷺ) میں اونٹنی کے بچہ کو لے کر کیا کروں گا؟ (بچہ نے سواری کا کام تو ہوا دینا ہے؟) آپ نے فرمایا۔ اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔“

### بوڑھی عورتیں بہشت میں نہ جائیں گی

((وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَأَةٍ عَجُوزٍ أَنَّهُ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَقَالَ لَهَا أَمَا تَقْرَأِينَ الْقُرْآنَ إِنَّا أَنْشَأْنَا نَهْمًا أَنْشَأْنَا فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا)) (مشکوٰۃ شریف) (۲)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کی۔ کہ حضور ﷺ نے (ازراہ خوش طبعی) ایک بوڑھی عورت کو فرمایا۔ (جب کہ اس نے بہشت کے لئے دعا کی درخواست کی) بہشت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔ اس نے (حیران ہو کر) کہا۔ کیوں داخل نہ ہوں گی بہشت میں جب کہ وہ قرآن پڑھنے والی مسلمان ہوں گی) اور تھی وہ عورت قرآن پڑھی ہوئی۔ حضور ﷺ نے اسے

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی المزاج حدیث ۱۹۹۱۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاج حدیث ۳۹۹۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۵۔ حدیث ۱۹۹۱۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۲۸ حدیث ۳۹۹۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المزاج حدیث ۳۸۸۸۔ شرح السنۃ ۱۳/۱۸۳۔ حدیث ۳۶۰۶۔ الشامل المحمدیہ للترمذی باب ماجاء فی صفة مزاج رسول اللہ ﷺ حدیث ۲۲۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔ مختصر الشامل المحمدیہ حدیث ۲۰۵ غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال و الحرام حدیث ۳۷۵۔

فرمایا۔ کیا تو نے قرآن میں (یہ) نہیں پڑھا اَنْشَاءَ نَهْنُ اِنْشَاءَ فَجَعَلْنَهُنَّ اَنْبَارًا۔ تحقیق پیدا کریں گے ہم بہشت کی عورتوں کو پس کریں گے ہم ان کو کنواریاں۔“

یعنی قیامت کے دن ہم بوڑھیوں کو بھی باکرہ اٹھائیں گے۔ پس بوڑھیاں بڑھاپے کی صفت کے ساتھ بہشت میں نہ جائیں گی۔ دوشیزگی اور شباب کے عالم میں بہشت کی زینت نہیں گی۔“

www.KitaboSunnat.com

رحمت دو عالم نے کوالے بھرے

حضرت انسؓ (۱) سے روایت ہے کہ ایک شخص زاہر بن حرام گاؤں کا رہنے والا رسول اللہ ﷺ کے لئے (شہر) آتا تو (تخنہ باہر کا) ساگ، مکڑی، کدو وغیرہ) لے آتا۔ اور جب وہ (مدینہ سے) باہر (اپنے گاؤں) کو جانے لگتا۔ تو حضور انور ﷺ بھی اس کا سامان سفر درست کر دیتے۔ (کچھ شہر کی چیزیں اسے دے دیتے) اور اس کے حق میں (مزا) فرماتے۔ زاہر ہمارا باہر کا گماشتہ ہے (کہ ہمارے لئے باہر کی چیزیں لاتا ہے) اور ہم اس کے شہر کے گماشتے ہیں (کہ ہم اسے شہر کی چیزیں دیتے ہیں) اور رسول اللہ ﷺ کو اس سے بڑی محبت تھی۔ اور تھا وہ بظاہر کہ یہہ انظر (looking) ایک روز رسول اللہ ﷺ (بازار) آئے تو دیکھا کہ زاہر اپنا (باہر سے لایا ہوا) اسباب بچ رہا تھا حضور ﷺ نے اس کی نظر بچا کر پیچھے سے ہو کر کوالے بھرے (یعنی اس کے پیچھے بیٹھ کر دونوں ہاتھ اس کی بغلوں کے پیچھے سے نکال کر اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ دیئے۔ تاکہ پہچان نہ سکے۔ (اس پر) زاہر نے کہا۔ اُرْسِلْنِي مَنْ هَذَا ”چھوڑ دے مجھ کو کون ہے یہ؟“ پھر اس نے آنکھوں سے دیکھا۔ تو پہچان لیا کہ یہ تو حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پھر تو اپنی پیٹھ کر حضرت انور ﷺ کے سینہ پاک سے چپکانے کے لئے لگا جتن کرنے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (ازراہ خوش طبعی) زاہر سے متعلق فرمایا۔ مَنْ يَشْرِي الْعَبْدَ (ہے کوئی خریدار) (اس اللہ کے) غلام کا؟ زاہر نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول وَاللّٰهِ تَجِدْنِي سَكَاِسِدًا ”بخدا پائیں گے آپ مجھ کو ناکارہ“ (یعنی مجھ بد شکل بے ہنر کو کون خریدے گا) حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔ لَا يَكُنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتُ بِسَكَاِسِدٍ لِّكِنَ اللّٰهُ كَرَمٌ زَدِيكَ تَوَانَا كَارَهُ (اور بد شکل) نہیں۔ (تیری اللہ کے ہاں بڑی قیمت ہے) (شرح السننہ)

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المزاج حدیث ۲۸۸۹ بحوالہ شرح السنۃ ۱۳/۱۸۱ حدیث ۳۶۰۴ بحوالہ مسند احمد ۳/۱۶۱۔ الشمانل المحمدیۃ للترمذی باب ماجاء فی صفۃ مزاج رسول اللہ ﷺ حدیث ۲۴۰ موارد الطمان الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۲۷۶۔ علامہ شیبہ الارناؤط فرماتے ہیں اسنادہ صحیح بتحقیق شرح السنۃ ۱۳/۱۸۱ حدیث ۳۶۰۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مختصر الشمانل المحمدیۃ حدیث ۲۰۴۔ صحیح الجامع الصغیر ۲۰۸۷ صحیح الموارد الطمان ۲/۳۹۶ حدیث ۱۹۳۳۔

## میرا تمام بدن آئے

عوف بن مالک <sup>(۱)</sup> اشجعی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غزوہ تبوک میں حاضر ہوا۔ حضرت انور ﷺ ایک چمڑے کے (چھوٹے سے) خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اندر آ جاؤ۔ میں نے (بطریق خوش طبعی) عرض کیا۔ حضور ﷺ! اٹھکی میرا تمام بدن آئے؟ قَالَ كُتِّلِكَ آپ نے فرمایا۔ ہاں! تمام بدن تیرا۔

نوٹ :- خیمہ بہت چھوٹا تھا۔ اس لئے عوف نے کہا۔ کہ میرا تمام بدن آئے؟ اس سے بڑی لطیف مزاح اور خوش طبعی ہو گئی۔ نیز معلوم ہوا کہ مقام بے تکلفی میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضرت اکرم ﷺ سے خوش طبعی کرتے تھے اور اس سے رخصت نکلی کہ تلامذہ اور ارادت کیش اپنے اساتذہ اور مشائخ سے اور احباب و اعزہ آپس میں گاہے بگاہے معتدل مزاح کر سکتے ہیں۔ البتہ جھوٹی، ایذا رساں اور مبالغہ آمیز مزاح (سخریہ) ہرگز روا نہیں۔ حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔

(( لَا تُمَارِ أَحَاكَ وَلَا تُمَارِحُهُ وَلَا تَعِدُهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفُهُ )) (ترمذی) <sup>(۲)</sup>

”اپنے بھائی سے (ناجائز) جھگڑانہ کر اور نہ (ایذا دہ) مزاح کر اس سے اور نہ ایسا وعدہ کر اس سے کہ خلاف کرے تو اس کو۔“ (ترمذی)

## ہمسایوں کے حقوق

## ہمسایوں کی عزت کرو

((عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ)) (بخاری) <sup>(۳)</sup>

”ابو شریح کعبی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر اور

قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ اس کو چاہئے کہ ہمسایہ کی عزت کرے۔“

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح حدیث ۵۰۰۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۲۸/۳ حدیث ۵۰۰۰۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی المرء حدیث ۱۹۹۵۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۹۹۵۔ اس حدیث کی سند یوسف بن ابی سلیم راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره حدیث ۲۰۱۹ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضيف ولزوم الصمت الاعن الخیر ..... حدیث ۲۸۔

ملاحظہ:- اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے کو ہمسایہ کی عزت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمسایہ کی عزت اور احترام نہ کرنے والوں کا ایمان اللہ اور قیامت پر پورا نہیں ہے۔ چونکہ ہمسایوں کو تکلیف دینے اور انہیں بے آبرو کرنے والوں کو اللہ نے قیامت کے روز پوچھنا ہے۔ اس لئے پڑوسیوں کے ساتھ وہی نیک سلوک کرتا۔ اور ان کی عزت و حرمت بجالاتا ہے۔ جس کا آخرت پر یقین ہو۔ اور اللہ پر ایمان۔ ہمسایوں کو ستانے والو! کل داوڑ محشر کو کونسا منہ دکھاؤ گے؟

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ)) (بخاری) (۱)

”جو شخص اللہ اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے۔ (اس کے ثبوت میں) اسے چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کو (کسی قسم کی) ایذا نہ دے۔“

نوٹ:- ایذا زبان سے بھی دی جاسکتی ہے۔ گالی، گلوچ، طعنہ، لہنا، احسان جتنا، غیبت کرنا، بہتان لگانا، ناحق بدنام کرنا، الزام تراشنا، اس کے خلاف جھوٹی گواہی دینا وغیرہ۔ سب زبان کی ایذائیں ہیں۔ اور دھول دھپا۔ ہاتھ پائی۔ چوٹ، ضرب، دھکا، مار دھاڑ، زد و کوب وغیرہ ہاتھ کی ایذائیں ہیں۔ مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور ہاتھ اور زبان کی ایذاؤں سے ہمسایوں کو ستا کر اللہ کے باغی اور آخرت کی پریش سے بے خوف نہ ہو جاؤ!

### اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا

((عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ وَمَنْ يَأْسُؤُ اللَّهَ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَاقِيَّة)) (بخاری) (۲)

”حضرت ابو شریح روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم وہ (اللہ اور روز جزا پر) ایمان نہیں لایا۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ صحابہ نے پوچھا۔ کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ نے فرمایا۔ جس کی ایذاؤں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔“

ملاحظہ:- غور کریں کہ اس حدیث میں تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار اللہ کی قسم کھا کر کہہ دیا ہے۔ کہ جس کی ایذاؤں اور بدسلوکیوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو وہ ایمان نہیں لایا۔ اب ہمسایوں کو ایذا دینے ستانے ان کی بے عزتی، بے حرمتی کرنے اور ان سے بدسلوکی، اور فتنہ و فساد سے پیش آنے والوں کو یقین کر لینا چاہئے۔ کہ وہ ہنوز اللہ اور آخرت کے بارے میں بے ایمان ہیں۔ پھر جس کا ایمان خدا اور پریش روز جزا سے بے جان ہو۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره حدیث ۶۰۱۸۔ صحیح مسلم

کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضيف ولزوم الصمت الا عن الخیر ..... حدیث ۴۷۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب اثم من لایا من جاره بواقیة حدیث ۶۰۱۶۔

رسول اللہ ﷺ ہمسایہ کے ایسے بدسلوک کے متعلق اللہ کی حلف اٹھا کر فرما چکے ہیں۔ کہ وہ ایمان نہیں لایا۔ تو پھر ایسے بد بخت کا وجود انسانی معاشرے میں اسلام کے نام پر ایک بد نما داغ ہے۔ پڑوسیوں کو ناحق ایذا دینے والے شیطان صفت لوگوں کو اسلام ہرگز برداشت نہیں کرتا۔

ہمسایوں کو ایذا اور دکھ دینا انہیں ستانا اور بے آبرو کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور انور ﷺ نے یہاں تک فرمادیا۔

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِي يَشْتَعُ وَحَارَهُ جَائِعٌ إِلَىٰ حَنْبِهِ)) (بیہقی) <sup>(۱)</sup>

”وہ شخص (بھی) پورا مومن نہیں جو آپ تو پیٹ بھر کر کھالے۔ اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں فاقہ کش ہو۔“

### قیامت میں ہمسایوں کے فیصلے

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ حَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَارَانِ)) (مسند امام احمد) <sup>(۲)</sup>

”حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن (حقوق العباد کے سلسلہ میں) سب سے پہلے ہمسایوں کے جھگڑے چکائے جائیں گے۔“

ملاحظہ:- مشہور حدیث ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

روز	محشر	کہ	جاں	گداز	بود
اولین	پرش		نماز		بود

یعنی سب سے پہلے قیامت کے روز نماز کا حساب ہوگا اور حدیث بالا میں ہے کہ سب سے پہلے ہمسایوں کے تنازعات کے فیصلے ہونگے ان کی تقدیم و تاخیر کی صورت یہ ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کی پرش ہوگی۔ اور حقوق العباد میں سب سے پہلے ہمسایوں کا معاملہ بارگاہ باری تعالیٰ میں پیش ہوگا۔ تو گویا اللہ کے حقوق میں نماز کی اہمیت ہوگئی۔ اور بندوں کے حقوق میں ہمسائیگی کا رشتہ سرفہرست رہا۔

ہمسایو! ایک دوسرے کے حقوق کو نگاہ رکھو۔ اللہ سے ڈرو۔ اگر قیامت پر ایمان ہے۔ اور دل مانتا ہے۔ کہ اللہ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة علی الخلق حدیث ۳۹۹۱۔ شعب الایمان للبیہقی ۳/۲۲۵ حدیث ۳۳۸۹۔ الادب المفرد باب لا یشع دون حارہ حدیث ۱۱۲۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۵۳۸۲۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱/۲۷۸۔ حدیث ۱۳۹۔

(۲) مسند احمد ۳/۱۵۱۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة علی الخلق حدیث ۵۰۰۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۲۵۶۳۔ صحیح الترغیب والترہیب ۲/۶۸۱۔ حدیث ۲۵۵۷۔

کے سامنے پیش ہونا ہے۔ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال جان اور عزت و آبرو کے نگہبان رہو۔ پڑوسیوں کی عزت و حرمت کو اپنی آبرو اور ناموس جانو۔ ان کی خیر خواہی اور ہمدردی کو ایمان کا لازمہ سمجھو۔ ایک دوسرے کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہاؤ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرو۔ کہ جس سے ہمسایہ کا دل دکھے اور اسے ایذا پہنچے۔

### جبرائیل کی ہمسایوں کے متعلق تاکید

((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَائِيلُ يُوصِيْنِي بِالْحَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورُنِي)) (ابن ماجہ) (۱)

”حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کی تاکید کرتے تھے حتیٰ کہ مجھے خیال گزرا۔ کہ شاید عنقریب پڑوسی کو (پڑوسی کی) وراثت کا حق بھی مل جائے گا۔“

نوٹ :- حضرت جبرائیل کا رسول اللہ ﷺ کو (تعلیم امت کے لئے) ہمسایوں کی خیر خواہی اور ان کے حقوق کی حفاظت کی ہمیشہ تاکید کرتے رہنا۔ ہمسایوں کے تعلقات کو استوار اور پائیدار رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ پڑوسیوں کے درمیان رشتہ موالات و مواخات مضبوط اور مستحکم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ غور کریں کہ ہمسایوں کے حقوق کتنی بلند مرتبہ چیز ہے جس کی مسلمان پروا تک نہیں کرتے۔

## مہربانی اور تعاون و مواخات

### بنی آدم اعضاءے یکد گیراند

((عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنْ اِشْتَكَى عَيْنُهُ اِشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنْ اِشْتَكَى رَأْسُهُ اِشْتَكَى كُلُّهُ)) (مسلم) (۲)

”نعمان بن بشیر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمام مسلمان مانند (اعضاء) ایک شخص کے ہیں۔ (اس طرح کہ) اگر دکھتی ہے آنکھ اس کی تو بے چین ہوتا ہے تمام بدن اس کا۔ اور اگر درد کرتا ہے سر اس کا تو دکھتا ہے تمام بدن اس کا۔“

ملاحظہ :- اس مثالی حکم سے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے دکھ درد غم و رنج اور تنگی ترشی میں دل و جان سے شریک ہوں۔ جس طرح آنکھ یا سر کے درد کرنے سے سارا جسم بے چین اور متالم ہو جاتا

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب الوصاءة بالحار حدیث ۶۰۱۴۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب الوصیۃ

بالحار والاحسان الیہ حدیث ۲۶۲۳۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تراحم المؤمنین وتعاطفہم ولقضاءہم حدیث ۲۵۸۶۔



ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کی تکلیف سے سارے انسانی معاشرے کو آتش زیر پا ہو جانا ضروری ہے اور یہ بات مسلمانوں کے ایمان و اسلام کے تقاضوں سے ہے۔

بخاری مسلم میں ایک روایت نعمان بن بشیر سے آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”پاؤ گے تم (کامل) مسلمانوں کو ایمانی برادری کے سبب ایک دوسرے پر رحم کرنے والے آپس میں محبت کا دم بھرنے والے اور عطف و مہربانی کرنے والے مانند حال بدن کے کہ جب درد کرتا ہے ایک عضو بلا تے ہیں ایک دوسرے کو باقی اعضائے بدن (تاکہ ماؤف عضو کی مدد کریں جیسا کہ مرض) بیداری اور تپ (کی تکلیف) میں ہوتا ہے۔“ (بخاری، مسلم) (۱)

حضرت ابی موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبَيْتَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا لَمْ يَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ)) (بخاری) (۲)

”مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایک عمارت کے مانند ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔ مثال دیتے ہوئے۔“

نوٹ :- جس طرح عمارت ایک ایک اینٹ کے ملنے جڑنے اور باہم پیوست ہونے سے بنتی ہے۔ اور اس کی مضبوط اینٹوں کے اتحاد اور ضبط پر دار و مدار رکھتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی زندگی من حیث القوم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کامل متحد اور منظم ہونے میں ہے۔ شکر و شکر رہنے میں ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام کے حکم کے مطابق مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کا خیر خواہ ہمدرد و جانثار دکھ درد اور رنج و غم میں کام آنے والا۔ مونس اور غم گسار بن کر رہنا چاہئے۔

### مسلمان بھائی ہے مسلمان کا

((وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخَ الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (بخاری، مسلم) (۳)

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الناس و البهائم حدیث ۶۰۱۱۔ صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تراحم

المومنین و تعاطفهم و تعاضدهم حدیث ۲۵۸۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب تعاون المومنین بعضهم بعضاً حدیث ۶۰۲۶۔ صحیح مسلم کتاب البر و الصلة

باب تراحم المومنین و تعاطفهم و تعاضدهم حدیث ۲۵۸۵۔

(۳) صحیح بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه حدیث ۲۴۴۲۔ صحیح مسلم کتاب

البر و الصلة باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۸۰۔

”حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مسلمان (دین کا) بھائی ہے۔ مسلمان کا (اس کو لازم ہے کہ) نہ ظلم کرے اپنے مسلمان بھائی پر اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے۔ (یعنی مظلومیت پر اس کی مدد کرے) پھر جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی (تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ کے ماتحت) ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی (اپنے خاص فضل سے) حاجت روائی کرتا ہے۔ اور جو شخص مسلمان سے کوئی سختی (انسانی کوششوں سے) دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن (بہت بڑی) سختی دور کرے گا۔ (کہ جس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی) اور جو کوئی ڈھانکے کسی مسلمان کا عیب اللہ قیامت کے روز اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔“

(وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْدُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسَبِ أَمْرِي ۖ مِنْ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ) (مسلم) <sup>(۱)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا (دینی) بھائی ہے۔ (پھر اسے میں اللہ کا حکم سنا تا ہوں کہ) نہ ظلم کرے اس پر اور نہ (نیکی میں) اس کی بدترک کرے۔ اور نہ حقیر جانے اس کو (زبانی پرہیزگاری کا دعویٰ کرنے والو۔ سنو) پرہیزگاری اس جگہ ہے۔ اور اشارہ کیا آپ نے (جگہ بتانے کے لئے) اپنے سینہ مبارک کی طرف تین بار۔ (پھر فرمایا) مسلمانوں کے لئے یہ برائی کافی ہے۔ کہ حقیر جانے وہ اپنے مسلمان بھائی کو۔ (گوش ہوش سے سنو کہ) مسلمان کی سب چیزیں۔ مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون بھی، اس کا مال بھی، اور اس کی آبرو بھی۔“

### جوامع الکلم سے اعجازی حدیث

یہ حدیث نصیحت و ہدایت کا ایک سمندر ہے جسے کوزہ میں بند کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اس اخلاق آموز حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی دنیا بھی سنور جائے۔ اور آخرت بھی کامیاب ہو جائے۔ اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اللہ کی رحمت بن جائے۔ غور فرمائیں۔ اس حدیث میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں دل میں جگہ دیں۔ کبھی نہ بھولیں۔ اور عمل میں لا کر اخلاق کے تقاضے پورے کریں۔

① اسلامی بھائی چارہ۔

② امداد باہمی۔

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم المسلم و خذله واحتقاره و دمه و عرضه و ماله حدیث ۲۵۶۴۔

- ۳ ظلم کی ممانعت۔
- ۴ مسلمان کے خون کی حرمت۔
- ۵ مسلمان کو حقیر نہ جانو۔
- ۶ مسلمان کے مال کی حرمت۔
- ۷ مسلمان کی آبرو کی حرمت۔

## (۱) اسلامی بھائی چارہ

مسلمان کو مسلمان کا دینی بھائی قرار دے کر شریعت میں ایک دوسرے کے حقوق متعین کر دیئے گئے ہیں۔ اسے اسلامی بھائی چارہ کہتے ہیں۔ اس سلسلہ مواخات کے رو سے ہر مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند کرنی چاہئے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور ہر وہ بدی یا برائی جو اپنے لئے بری جانتا ہے۔ دوسرے کے لیے بھی بری جانے۔ بخاری، مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)) (بخاری، مسلم) (۱)

”قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے۔ (سنو) ایمان نہیں لایا وہ بندہ (یعنی اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا) یہاں تک کہ دوست رکھے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز کہ دوست رکھتا ہے واسطے اپنے۔“

پس اس ارشاد نبوی ﷺ میں سارے جہان کی خیر خواہیاں۔ اور ہمدردیاں آگئیں۔ جو مسلمان کو مسلمان کے ساتھ کرنی لازمی ہیں۔ ہر خیر خواہی، ہمدردی، نیکی، خوبی اور بھلائی، جو اپنی ذات، اور اپنے اہل و عیال کے لئے ہونی چاہئے۔ بالکل وہی سب کچھ دوسرے مسلمان کی ذات اور اس کے اہل و عیال کے لئے پسند کرے۔ پھر کہیں جا کر ایمان کی تکمیل کی حدوں تک پہنچتا ہے۔ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے تین بار فرمایا۔ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں۔ نہیں لایا۔ نہیں لایا۔ (کون؟) (اللَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقِهِ) ”وہ شخص کہ جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں اور برائیوں سے امن میں نہیں ہے۔“ معلوم ہوا کہ صرف نماز روزہ سے ہی بہشت کا اجازہ (Permit) نہیں مل جاتا۔ بلکہ بہشت میں جانے کے لئے حقوق العباد کے کسی ”غاروں“ ”کھڈوں“ اور خاردار ”جنگلوں“ سے گزرنا پڑتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لآخیه ما یحب لنفسه حدیث ۱۳۔ صحیح مسلم کتاب

الایمان باب الدلیل علی ان من خصال الایمان حدیث ۳۵۔

## (۲) امداد باہمی

پھر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا لَا يَظْلِمُهُ ”کہ نہ ظلم کرے اپنے بھائی پر۔“ نہ قولاً نہ فعلاً۔ کسی طرح اور کسی قسم کا جور و ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ گویا جتنے قسم کے ظلم ہو سکتے ہیں۔ سب کی ممانعت فرمادی ہے۔

## (۳) ظلم کی ممانعت

وَلَا يَخْذُلُهُ کے ارشاد پاک سے مسلمان کی (مصائب و ظلم میں) امداد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خلوص دل سے تعاون کرنے کو کہا گیا ہے۔ اور پورے طور پر اس کا ساتھ دینے کی تاکید کی گئی ہے کہ امداد باہمی کا کوئی پہلو چھوٹ نہ جائے۔

## (۴) مسلمان کے خون کی حرمت

چونکہ ہر موجد کتاب و سنت کا عامل و پابند اللہ کے نزدیک بہت معزز اور پیارا ہے اس لئے وَلَا يَخْفُوهُ کے حکم سے کسی مسلمان کو حقیر سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔ نفرت کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس حکم کی رو سے ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کی عزت کرنی چاہئے۔ بڑی محبت اور اخوت اور عزت و اکرام سے پیش آنا چاہئے۔ اسلامی برادری میں سب سے بڑھ کر مسلمان بھائی ہی عزت و حرمت کے لائق ہو سکتا ہے، شرک و بدعت کے بتوں کو توڑنے والے قرآن و حدیث کی شمع کے پردانے مسلمان بھائی کی خاطر ہی دیدہ و دل فرش راہ ہو سکتے ہیں۔

## (۵) مسلمان کو حقیر نہ جانو

پھر حضور انور نے مسلمان کے خون کو مسلمان پر حرام کر دیا ہے۔ یعنی مسلمان کی خون ریزی حرام اور اللہ کے غضب کو جوش میں لانے والی ہے۔ کیونکہ خون مسلم اللہ کے نزدیک بے حد عزت و حرمت اور بزرگی کے لائق ہے۔ ایسے پاک اور حرمت والے خون کی عزت و حفاظت کرنی چاہئے۔ نہ کہ اسے رائیگاں بہانا اور ضائع کرنا چاہئے۔

## (۶) مسلمان کے مال کی حرمت

ایسے ہی مسلمان کا مال مارنا بھی دوسرے مسلمان پر ناجائز اور حرام ہے۔ بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت اور خیر خواہی کرنی لازمی ہے۔ لین وین، بیخ و بیوپار، تجارت، دکان داری وغیرہ میں کسی کا مال دھوکا فریب میں کھانا یا اڑانا حرام ہے۔

(۷) مسلمان کی آبرو کی حرمت

جس طرح چھ باتوں کو حقوق العباد کی جان بتایا گیا ہے۔ ایسے ہی ساتویں بات بھی یاد رکھیں۔ کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ہتک عزت نہ کرے آبروریزی نہ کرے۔ یعنی اس سے کوئی بات ایسی سرزد نہ ہو۔ کہ جس سے اسلامی بھائی کے وقار عزت آبرو میں فرق آئے۔ خبردار! اکرام مسلم کا آئینہ بے حرمتی اور بے وقوری کی ٹھوکروں سے ٹوٹنے نہ پائے۔

مسلمان بھائی کی آبرو بچانا

حضرت ابوودراءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو کو (غیبت، بہتان وغیرہ سے) بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس سے قیامت کے روز دوزخ کی آگ دُور کر دے۔ (سنن ترمذی) <sup>(۱)</sup>

پانچ خیر خواہیاں

((وَعَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ)) (مسلم) <sup>(۲)</sup>

”تیم داری“ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔ ہم (صحابہؓ) نے عرض کیا۔ (حضور ﷺ) یہ خیر خواہی کس کے لئے ہے؟ ارشاد ہوا۔ یہ خیر خواہی واسطے اللہ کے ہے۔ اور اس کی کتاب کے لئے ہے۔ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کے اماموں (حاکموں عالموں) کے لئے ہے۔ اور سب مسلمانوں کے لئے ہے۔“

قطرہ میں دجلہ کا اعجاز

یہ حدیث بھی رسول کائنات ﷺ کے اعجازی ارشاد سے ہے پانچ خیر خواہیوں میں سارا دین بیان کر دیا گیا ہے۔ ان خیر خواہیوں کو ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ کی خیر خواہی

یہ ہے کہ اس کی توحید اور صفات پر ایمان لائے۔ اور اس کی قولی، بدنی، مالی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ اور نہ ہی عبادت میں ریا کو دخل ہو۔ واجب الاطاعت مطاع حقیقی صرف اسی کو جانے۔ اسی کا بندہ اور غلام ہونے کا

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم حدیث ۱۹۳۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۵۳/۲۔ حدیث ۱۹۳۱۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة حدیث ۵۵۔

اقرار کرے۔ اس کا مقام کسی کو نہ دے۔ اس سے بڑھ کر کسی سے نہ ڈرے۔ اور نہ ہی اس سے زیادہ کسی کی محبت کا دم بھرے اس کی فرماں برداری کرے۔ اور اس کے حکم کے معارضہ میں ہر کسی کے حکم کو ٹھکرا دے۔ توحید کی اشاعت اور شرک کا استیصال کرے۔ اللہ کی نعمتوں اور بخششوں کا شکر بجلائے۔ **اللَّهُ وَالْبِغْضُ لِلَّهِ** پر عمل پیرا رہے۔ زندگی کو انتہا لیا اور اجتناب نواہی کے سانچے میں ڈھالے۔

### ۲۔ اللہ کی کتاب کی خیر خواہی

یہ ہے کہ قرآن کو الہامی اور منزل من اللہ مانے، اور پھر قرآن اپنے ماننے والے پر جو ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ اس سے بخوشی عہدہ براہو۔ اس کی محبت اور خلوص سے تلاوت کرے۔ اس کا ترجمہ سیکھے۔ اور پھر اس پر عمل پیرا ہو۔ اپنے تمام اہل و عیال کو قرآن پڑھائے۔ اور اس کے معنی سکھائے۔ جن کاموں سے قرآن منع کرے۔ باز رہے۔ اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دے۔ انہیں ہر قیمت پر بجلائے۔ جب کلام الہی کو پڑھے۔ تو ایسی محبت اور خلوص و رجوع سے پڑھے۔ کہ گویا اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے۔ قرآن کی خلاف درزی کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کرے۔ اور اس کے محبوبوں اور عاملوں سے محبت کرے۔ مساجد میں اس کے درس کا انتظام اور اس کے احکام و مطالب کی تبلیغ و اشاعت کرے۔ قرآن پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دے، جلب زر کی خاطر جو پیشہ و رواعظ اور مہاجنی کمانے والے مشائخ اس کی سطور کو چلیسا بنائیں۔ آیتوں کو موڑ توڑ کر خواہش کے مطابق سنائیں۔ تو خیر خواہ قرآن ایسے لوگوں کی غلط بیانی کی تردید کر دیں، بالبراہین والدلائل!

### ۳۔ اللہ کے رسول کی خیر خواہی

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں۔ آپ کو خاتم النبیین مانیں۔ آپ کے بعد تا قیامت مدعی نبوت کو دجال اور کذاب جانیں۔ رحمت دو عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو ہدایت باری تعالیٰ اور وحی الہی کا سرچشمہ سمجھیں حضور ﷺ کو اپنی جان و مال، اہل و عیال، ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ پیارا اور محبوب جانیں۔

اس عملی ثبوت کے ساتھ آپ کی سنت اور حدیث کو اپنانے اور عمل میں لانے کی صورت میں کوئی بھی مانع نہ ہو۔ قال الرسول کے مقابلہ میں ہر چیز دہ کر گر دراہ ہو۔ حضور ﷺ کی اطاعت واجب جانیں اور یقین کریں کہ ہر قسم کی عبادت صرف آپ کے طریقہ پر بجلائی ہوئی ہی اللہ کے ہاں قبول ہو سکتی ہے۔

### ۴۔ ائمتہ المسلمین کی خیر خواہی

یہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں، حاکموں کی معروف میں فرمان برداری کریں۔ ان کی عزت و حرمت مد نظر رکھیں۔ ان پر خروج نہ کریں۔ اور نہ ہی ان کے نظم و نسق میں خرابی لائیں۔ اور جب وہ اپنے فرائض سے غافل اور بے راہ

ہوں۔ تو انہیں خبردار کریں۔ اور احسن پیرایہ میں انہیں کتاب وسنت کا راستہ دکھائیں۔

## ۵۔ مسلمانوں کی خیر خواہی

اس سے مُراد ان کو قرآن وحدیث سنانا۔ صراط مستقیم کی طرف بلانا دین ودنیا کی بھلائیوں سے آگاہ کرنا۔ ان کو فائدے پہنچانا اور ضرروں سے بچانا ہے۔ جس طرح اپنی جان مال اہل وعیال اور مال ومنال کی حفاظت وعزت پیاری ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی ان سب چیزوں کی نگرانی و آبرودہی عزیز ہونی چاہئے۔

باری تعالیٰ! جس قدر تیرا علم وسیع ہے۔ تو اتنی ہی اپنی رحمتیں حضرت محمد ﷺ کی ذات پر بھیج کر انہوں نے ہمیں پانچ خیر خواہیوں (Five Good wills) کی تعلیم سے سارا دین سکھایا ہے۔ یہ حدیث کیا ہے۔ اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ كَامَهْرٍ نِمْ رُوْزَہ۔ جو ختم المرسلین کی شان سے ہمیشہ ضوفاں رہے گا۔

## توقیر بزرگاں وشفقت خورداں

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوقِرْ كَبِيرَنَا)) (ترمذی) (۱)

”حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (بڑا) ہمارے چھوٹوں پر رحم (شفقت ومہربانی) نہ کرے اور جو (چھوٹا) بڑوں کی توقیر نہ کرے۔ وہ ہم (اہل ملت) سے نہیں ہے۔“

ملاحظہ:- باپ دادا پر دادا اچھا ماموں خالو بڑا بھائی برادری پڑوس محلہ شہر اور کسی جگہ کا ہر واقف و ناواقف بزرگ ماں دادی پردادی خالہ چچی ممانی بڑی بہن اپنی پرانی کوئی بڑی بوڑھی۔ یہ سب بمقابلہ چھوٹوں کے بزرگ اور بڑے کہلاتے ہیں۔ حضرت انور ﷺ نے حکم دیا ہے۔ کہ تمام چھوٹے اپنے بڑے بزرگوں کا ادب کریں۔ ان سے نرمی اور تواضع سے پیش آئیں۔ نہایت مودبانہ طور پر کلام کریں۔ ان کے مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے عزت سے بھائیں۔ ان کی بات کا پوری شائستگی سے اور تمیز سے جواب دیں۔ عزت و تکریم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔ ان کا کوئی کام ہو تو کر دیں۔ ان کے پاس کوئی چیز ہو تو اٹھا کر انہیں گھر تک چھوڑ آئیں۔

غرض اپنے وقت ہمت فرصت اور توفیق کے پیش نظر جتنی عزت و توقیر اور ادب و خدمت آپ کر سکتے ہیں۔ دروغ نہ کریں۔

افسوس! بعض بڑوں بوڑھوں اور بوڑھیوں کے بچے بد بخت اور نابکار بچے مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں گالیاں

(۱) سنن ترمذی ابواب البر الوصلة باب ماجاء فی رحمة الصبيان حدیث ۱۹۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی

۳۳۸-۳۳۹ حدیث ۱۹۱۹۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۲۳۰/۵۔ حدیث ۲۱۹۶۔

دیتے، ٹھٹھا کرتے، تالیاں مارتے اور ستاتے ہیں۔ ایسی اولاد کے والدین کو شرم آنی چاہئے۔ اور انہیں اپنی پہلی فرصت میں ایسے شریر بچوں کی خبر لینی چاہئے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جو ہمارے بڑوں کا ادب نہیں کرتا۔ لیسَ مِنَّا وہ ہمارا ملت، جماعت اور معاشرے سے نہیں ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بزرگوں کو سنا دیا۔ کہ اگر وہ چھوٹوں پر رحم اور شفقت نہ کریں گے۔ بلاوجہ سختی، زیادتی، بے رحمی اور ظلم کریں گے۔ خواہ چھوٹے ان کے اپنے ہوں یا بیگانے۔ اس صورت میں یہ بڑے بزرگ بھی لیسَ مِنَّا کے عتاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ پس ہر بڑے کو ہر چھوٹے پر محبت<sup>(۱)</sup>، شفقت اور رحم کرنا چاہئے۔ زبان میں مٹھاس، شیرینی اور نرمی لازمی ہے پیاڑ سلوک اور مہربانی سے بلانا ضروری ہے۔ حیثیت کے مطابق انہیں اچھا پہنانے، کھلانے، پلانے اور محبت کے باغوں میں سیر کرانے سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہئے الا اصلاح کے لئے ادب کی لاشی اٹھانہ رکھیں۔

### بڑھاپے میں عزت کی اُمید

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو جوان بڑھاپے کی وجہ سے کسی بوڑھے کی عزت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ایسا آدمی مقرر کر دیتا ہے۔ مَنْ يُّكْرِمُهُ عِنْدَ مِسْنِهِ جُوَانٌ اس کی پیری کے وقت اس کی عزت کرے۔“ (ترمذی)<sup>(۲)</sup>

حضرت انور ﷺ نے بوڑھے مسلمان کی عزت و ادب کی خاطر ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ)) (مشکوٰۃ)<sup>(۳)</sup>

”بوڑھے مسلمان (کتاب و سنت کی شمع کے پروانے) کا اکرام (عزت کرنا) اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔“

(۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا (حضور ﷺ!) آپ تو بچوں کا بوسہ لیتے ہیں ہم تو کبھی ان کا بوسہ نہیں لیتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے محبت نکال لی ہے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ (بخاری)

صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبله و معانفته حديث ۵۹۹۸۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمة ﷺ الصبيان و العيال و تواضعه و فضل ذلك حديث ۲۳۱۷۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر و الصلة باب ماجاء في اجلال الكبير حديث ۲۰۲۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حديث ۲۰۲۲۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الشفقة و الرحمة على الخلق حديث ۲۹۷۲ بحوالہ سنن ابو داؤد کتاب الادب باب في تنزيل الناس منازلهم حديث ۲۸۴۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۱۸۹/۳۔ حديث ۲۸۴۳۔



## نوکروں اور خادموں کے ساتھ برتاؤ

”حضرت ابو سعید<sup>(۱)</sup> روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اگر تم (بضرورت) اپنے خادم (نوکر) کو مارنے لگو۔ اور وہ کہہ دے۔ اللہ کے واسطے مجھے چھوڑ دو۔  
فَارْفَعُوا اَيْدِيَكُمْ تَوْ تَمِ اِپْنِهٖ تَاهَم (مارنے سے) اُٹھا لو۔“ (ترمذی)

### ساتھ بٹھا کر کھلاؤ

حضرت ابو ذر<sup>(۲)</sup> روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تمہارا نوکر تمہارے لئے کھانا پکا کر سامنے لائے۔ تو اس کو بھی پاس بٹھا کر کھلاؤ۔ اور اگر کھانے والے زیادہ ہوں۔ اور کھانا کم ہو۔ تو پھر نوکر کو علیحدہ طور پر تھوڑا کھانا دے دو۔ کیونکہ کھانا پکاتے وقت اس نے آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے خادم تمہارے بھائی ہیں۔ (مسلم)

### خادم تمہارے بھائی ہیں

حضرت ابو ذر<sup>(۳)</sup> روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے بھائی ہی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پھر اللہ نے جس کے بھائی کو اس کا خادم بنایا ہو۔ اسے چاہئے کہ جو خود کھائے وہی اسے کھلائے۔ اور جو خود پہنے۔ وہی اسے پہنائے اور خادم کو اس کام کی تکلیف نہ دے۔ جو وہ نہ کر سکے اور اگر کسی مشکل کام کی تکلیف دے۔ تو اس کام میں آپ اس کی مدد کرے۔“ (بخاری)

### خادم کی غلطیاں معاف کر دو

حضرت عبد اللہ بن عمر<sup>(۴)</sup> کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریابی کا شرف پا کر پوچھا۔ نَعْفُوَا عَنِ الْخَادِمِ (حضور ﷺ!) خادم کی کتنی غلطیاں ہمیں معاف کرنی چاہئیں۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ اس نے پھر عرض کیا۔ حضور ﷺ اب بھی خاموش رہے جب اس نے تیسری مرتبہ درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی العفوعن الخادم حدیث ۱۹۵۰۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۶۳۲/۳۔ حدیث ۱۴۴۱۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب الاكل مع الخادم حدیث ۵۴۶۰۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطعام المملوك مما یاكل و الباسه مما یلبس ..... حدیث ۱۶۶۳۔

(۳) صحیح بخاری کتاب العتق باب قول النبی ﷺ الصبیذ اخوانکم فاطعموهم مما تاكلون حدیث ۲۵۴۵۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطعام المملوك مما یاكل و الباسه مما یلبس۔ حدیث ۱۶۶۱۔

(۱) (أَعْفُوا عَنْهُ فِي يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً) (ابوداؤد)

”وإن میں ستر بار معاف کرو“

نوٹ :- ستر بار سے مراد یہ ہے۔ کہ حتی الامکان معاف ہی کرتے جانا اچھا ہے۔ جتنی زیادہ مرتبہ معاف کرو گے اتنا ہی بہتر ہے۔

نقصان تقدیر میں ہوتا ہے ملامت نہ کرو

حضرت انسؓ (۲) روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں آٹھ برس کا تھا۔ جب مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ دس برس میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ (اس دوران میں) اگر میرے ہاتھ سے کچھ نقصان ہوتا۔ تو آپ کبھی مجھے ملامت نہ کرتے۔ فَإِنْ لَأَمِنِي لَأَنِيمَ مِنْ أَهْلِهِ پھر آپ کے گھر والوں سے اگر کوئی مجھے ملامت کرتا۔ تو آپ فرماتے۔ چھوڑ دو اسے فَإِنَّهُ لَوْ قَضَى شَيْئًا كَانَ ”اس لئے کہ جو چیز (ضائع ہونی) تقدیر میں ہو۔ وہ ہو کر رہتی ہے۔“

## عیادت کے فضائل

مریض کی تسلی کے الفاظ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب مریض کی عیادت کے لئے اس کے پاس جاتے تو اسے فرماتے:

(لَا بَأْسَ طَهُورًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى) (بخاری) (۳)

”فکر نہ کرو۔ اللہ نے چاہا۔ تو یہ بیماری (گناہوں سے) پاکیزگی کا باعث ثابت ہوگی۔“

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق المملوک حدیث ۵۱۶۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۶۷۔

حدیث ۵۱۶۳۔ سنلۃ الاحادیث الصحیحة ۱/۸۸۰ حدیث ۳۸۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفضائل باب فی اخلاقہ و شمائلہ حدیث ۵۸۱۹۔ مصابیح السنۃ۔ کتاب الفضائل و

الشمائل باب فی اخلاقہ و شمائلہ ۳/۵۸۔ ۵۷۔ حدیث ۳۵۳۸۔ شعب الایمان ۶/۲۵۸ حدیث ۸۰۷۰ کتاب القدر

للبیہقی ۳۹ حدیث ۲۱۴۔ یہ روایت صحیح ہے۔ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب القدر باب فیما لم یقدر

حدیث ۱۸۱۶۔ مسند احمد ۳/۲۳۱ وغیرہ میں اس کے شواہد بھی ہیں۔ علامہ البانیؒ نے صحیح موارد الظمان ۲/۴۰۸

حدیث ۱۵۲۵ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس کی تائید صحیح بخاری کتاب الوصایا باب استخدام الیتیم فی السفر

والحضر اذ کان صلاحاً لہ و نظر الام او زوجہا للیتیم حدیث ۲۷۶۸۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب حسن

حلقہ ﷺ حدیث ۲۳۰۹۔ سے بھی ہوتی ہے۔

(۳) صحیح بخاری کتاب العناقب باب علامات النبوة فی الاسلام حدیث ۳۶۱۶۔

نوٹ :- آپ بھی عیادت کے لئے جائیں۔ تو مریض کے پاس بیٹھ کر اس کو تسلی دیا کریں۔ اور کہا کریں۔

((لَا بَأْسَ طَهُورًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى))

”کچھ فکر نہیں انشاء اللہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی۔“

### مرض سے گناہ دور

اس میں کچھ شک نہیں کہ مرد مومن کو جو تکلیف اور ایذا دنیا میں پہنچتی ہے۔ وہ اس کے گناہوں کو مٹاتی۔ اور درجے بلند کرتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكِّهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ)) (بخاری، مسلم) (۱)

”نہیں پہنچتا مسلمان کو کوئی رنج اور نہ کوئی دکھ اور نہ کوئی فکر اور نہ ہم، اور نہ ایذا اور نہ غم، یہاں تک کہ کاٹنا پہنچایا جاتا ہے اس کو مگر جھاڑتا ہے اللہ تعالیٰ بسبب اس کے گناہ اس کے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ بخار میں تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ انہیں لگایا۔ اور (بدن کو بہت گرم پا کر) کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو سخت بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یہ اس لئے ہے کہ آپ کو دو گنا اجر ملے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! پھر فرمایا۔

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللَّهُ بِهِ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تُحَطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا)) (بخاری) (۲)

”کہ“ مسلمان کو مرض سے یا اس کے سوا کسی اور چیز سے ایذا پہنچتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس (ایذا) کے سبب اس کے گناہ دور کرتا ہے۔ جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔“

### مسلمان کی مصیبتوں کی مثال

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الرِّيحِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تَمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزَةِ لَا تَهْتَرُ

(۱) صحیح بخاری کتاب المرضی باب ماجاء فی کفارة المرض حدیث ۵۶۲۴-۵۶۲۱۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرضی او حزن او نحو ذلك ..... حدیث ۲۵۷۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب المرضی باب وضع البد علی المریض حدیث ۵۶۲۰۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرض او حزن او نحو ذلك ..... حدیث ۲۵۷۱۔

حَتَّى تُسْتَحْصِدَ)) (بخاری، مُسَلِم) (۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مثل مومن (موحد صالح) کی مانند کھیتی (ہری بھری) کے ہے۔ ہوائیں ہمیشہ اس کو جھکاتی رہتی ہیں۔ اور (اسی طرح) ہمیشہ مومن کو بھی تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں۔ اور مثال منافق کی مانند درخت صنوبر کے ہے۔ نہیں ہلتا یہاں تک کہ (یکبارگی بن و بخرے) اکھاڑا جاتا ہے۔“

ملاحظہ:- مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں جو دکھ درد رنج، غم، مرض، کرب وغیرہ تکالیف پہنچتی رہتی ہیں۔ وہ سعادت اور نیک بختی کی نشانیاں ہیں۔ بشرطیکہ وہ پورے صبر و ضبط اور شکر و رضا کے ساتھ برداشت کرے۔ کھیتی کی طرح کہ ہوائیں اس کو ادھر ادھر لرزاتی گراتی، ہلاتی اور جھکاتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہوا کے ان ہی جھونکوں اور تھپیڑوں کو سہتے سہتے پک جاتی ہے۔ مومن صابر کے ایمان کی کھیتی بھی بلاؤں کی آندھی کے دھکوں، جھڑپوں اور تھپیڑوں میں ہی پکتی اور نکھرتی ہے۔

### عیادت پر ستر ہزار فرشتوں کی دُعا

((عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُعَوِّدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمَسِّيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَيْرٌ فِي الْجَنَّةِ)) (ترمذی، ابو داؤد) (۲)

”حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ جو کوئی مسلمان عیادت کرے مسلمان کی اول روز (قبل دوپہر) تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے شام تک (رحمت اور مغفرت کی) دعا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی عیادت کرے اس کی آخر روز (بعد دوپہر) تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے صبح تک (رحمت اور مغفرت کی) دعا کرتے ہیں اور بہشت میں اس کے لئے باغ (تیار) ہوتا ہے۔“

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”جو شخص سنوار کر وضو کرے۔ اور پھر عیادت کرے۔ مسلمان بھائی کی بغرض اجر و ثواب تو دوزخ سے دور

(۱) صحیح بخاری کتاب المرضی باب ماجاء فی کفارة المرض حدیث ۵۶۴۳۔ صحیح مسلم کتاب صفات

المنافقین باب مثل المؤمن کالزرع والمنافق کالارزق۔ حدیث ۲۸۰۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی عیادة المریض حدیث ۹۶۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی

۱/۳۹۷ حدیث ۹۶۹۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۳/۳۵۳۔ حدیث ۱۳۶۷۔

کیا جاتا ہے۔ ساٹھ برس کی مقدار کے برابر۔“ (سنن ابوداؤد)<sup>(۱)</sup>

نوٹ :- وضوء کر کے عیادت کے لئے جانا اس لئے فرمایا۔ کہ عیادت بھی اللہ کی نافرمانی ہے اور وضوء سے عیادت کامل اور مقبول ہوتی ہے۔ وضوء کی حالت میں جب بیمار کے لئے دعا کرے گا تو قبول ہوگی۔ عیادت کے لئے وضوء کی مسنونیت میں یہی راز ہے کہ بیمار پرسی کرنے والے کی دعائیں طوری طور پر مستجاب ہو۔ اور اللہ اس کو اپنے فضل سے صحت عاجل عطا فرمائے۔ گویا وضوء بھی مریض کی خیر خواہی کے لئے کرایا گیا ہے۔ کہ با وضوء مریض کے لئے دعا کی جائے۔ اور دعا عیادت ہے۔

((عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدُ الْمَرِيضِ فِي مَحْرَفَةِ الْحَنَةِ حَتَّى يَرْجِعَ)) (مسلم)<sup>(۲)</sup>

”حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیمار پرسی کرنے والا جب تک بیمار کے پاس رہتا ہے۔ وہ (اتنے وقت تک) باغ بہشت میں ہوتا ہے۔“

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی کسی کی عیادت کے لئے جاتا ہے۔ تو وہ رحمت کے دریا میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر جب مریض کے قریب بیٹھ جاتا ہے۔ تو دریا سے رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔“ (موطا امام مالک)<sup>(۳)</sup>

## مریض سے دُعا کر او

((وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مَرِيضٍ فَمُرَّهُ يَدْعُوكَ فَإِنَّ دُعَاةَ كَدَعَاءِ الْمَلَائِكَةِ)) (ابن ماجہ)<sup>(۴)</sup>

”حضرت عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تو مریض کے پاس جائے۔ تو اس کو کہہ کہ تیرے لئے دعا کرے۔ کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہے۔“

نوٹ :- بیمار پرسی کرنے والا مریض کے پاس جا کر اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہو جاتا ہے۔ اللہ کی رحمتوں اور

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی فضل العیادة علی وضوء حدیث ۳۰۹۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن

ابوداؤد حدیث ۳۰۹۷۔ اس حدیث کی سند فضل بن لیسم واسطی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل عیادة المریض حدیث ۲۵۶۸۔

(۳) موطا امام مالک کتاب العین باب عیادة المریض والعیارة ۹۳۶/۲۔ مسند احمد ۳/۳۰۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح

الترغیب والترہیب ۳/۳۵۹ حدیث ۳۳۷۷۔

(۴) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی عیادة المریض حدیث ۱۴۳۱۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف سنن

ابن ماجہ حدیث ۲۷۱۔ سلسلۃ الاہادیث الضعیفة ۳/۵۳ حدیث ۱۰۰۴۔

بخششوں کے دریا میں غوطے لگاتا ہے۔ پھر اسے چاہئے۔ کہ اس مریض کی شفا کے لئے دُعا کر کے اللہ کے پاس اور ماجور ہو۔ جب دُعا کرے گا۔ تو مریض کی خیر خواہی کے سبب اللہ اس پر اور خوش ہوگا۔ پھر ہو سکتا ہے کہ خود اس کو بھی کسی غرض کے لئے دعا کی ضرورت ہو۔

حضرت انور ؓ نے فرمایا:

”عیادت کرنے والے۔ اب مریض سے اپنے حق میں تو بھی دعا کرا لے۔ کیونکہ مریض کی دعا ملائکہ کی دعا کے مشابہ ہوئی ہے۔ اس لئے کہ دورانِ مرض وہ گناہ سے بچتا رہا ہے۔ اللہ کو پکارتا اور عاجزی زاری‘ التجا‘ اور آہ و بکا میں شب و روز گزارتا رہا ہے۔“

## مریض کیلئے دُعاے شفا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔  
”جو کوئی مسلمان عیادت کرے مسلمان بیمار کی اور پھر سات بار (ان الفاظ کے ساتھ) دعا کرے۔ تو وہ بیمار شفا دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ موت کا وقت نہ آ گیا ہو۔ (وہ دعا یہ ہے۔ مریض کے پاس سات بار پڑھیں)

(أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ)) (ابوداؤد ترمذی)<sup>(۱)</sup>

”سوال کرتا ہوں میں اللہ بزرگ پروردگار عرشِ عظیم سے کہ (اے بھائی میرے) وہ شفا دے تجھ کو۔“

## کھانے اور پینے کے احکام

عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے۔ میں لڑکپن میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا۔ اور (کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ رکابی میں جولانی کرتا تھا۔ (یعنی میں رکابی میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَمِ اللَّهُ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ بِمَآئِلِكَ)) (بخاری، مسلم)<sup>(۲)</sup>

”بسم اللہ کہہ کر اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے سے کھا۔“

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الحناظ باب الدعاء للمريض عند العيادة حدیث ۳۱۰۶۔ سنن ترمذی ابواب الطب باب ما يقول عند عيادة المريض حدیث ۲۰۸۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۲۷۶۔ ۲۷۵۔ حدیث ۳۱۰۶۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۱۳۔ ۳۱۴۔ حدیث ۲۰۸۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب التسمية على الطعام والاكل باليمين حدیث ۵۳۷۶۔ صحیح مسلم کتاب الاشرية باب آداب الطعام والشراب واحكامها حدیث ۲۰۲۲۔

نوٹ :- یاد رکھیں کہ کھانا کھاتے وقت شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ اگر شروع میں یاد نہ رہے۔ تو کھانے کے دوران میں جب یاد آئے۔ اسی وقت یوں پڑھ لیں۔

((بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَ اٰخِرُهُ.....))<sup>(۱)</sup>

روایت حضرت عائشہؓ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے۔

یاد رکھیں۔ کھانا کھاتے وقت ضرور بِسْمِ اللّٰهِ لیا کریں ورنہ شیطان شریک طعام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا يُذَكَّرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ)) (مسلم)<sup>(۲)</sup>

”تحقیق شیطان حلال جانتا ہے کھانے کو بسبب اس کے کہ نہ نام لیا جائے اللہ کا اس پر“

یعنی جس کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھی جائے تو شیطان کو اتنی قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے

کھانے میں شریک ہو سکتا ہے اور پھر اس کھانے کی برکت یمن اور خوبی لے جاتا ہے

دائیں ہاتھ سے کھاؤ پیو

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَكَلْ اَحَدُكُمْ فَلْيَا كُلَّ بِيَمِيْنِهِ وَاِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ)) (مسلم)<sup>(۳)</sup>

”جب کوئی تمہارا کھانے لگے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور پینے لگے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پئے“

نوٹ :- ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے ہی کھائے اور پئے۔ صحیح مسلم<sup>(۴)</sup> میں ایک روایت آئی ہے

حضور ﷺ فرماتے ہیں کوئی تم میں سے اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پئے کیونکہ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ

بِشِمَالِهِ وَ يَشْرَبُ بِهَا شَيْطَانُ اَيْنِ بَايْمِيْنِ ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے“

برتن صاف کرو

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کھانے کے بعد انگلیاں<sup>(۵)</sup> اور رکابی چاٹو یعنی

(۱) سنن ترمذی ابواب الاطعمة باب ماجاء فى التسمية على الطعام۔ حدیث ۱۸۵۸۔ سنن ابو داؤد کتاب الاطعمة باب

التسمية على الطعام حدیث ۳۷۶۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۲۰/۲۔ حدیث ۱۸۵۸۔ صحیح سنن

ابو داؤد ۳۳۲/۲۔ حدیث ۳۷۶۷۔ ارواء الغلیل ۲۳/۷۔ حدیث ۱۹۶۵۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الاشارة باب آداب الطعام والشراب واحكامهما حدیث ۳۰۱۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الاشارة باب آداب الطعام والشراب واحكامهما حدیث ۳۰۲۰۔

(۴) حوالہ سابق۔

(۵) اَمْرٌ بِلِقِّ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ (مسلم) حضور ﷺ نے حکم دیا انگلیاں اور رکابی چاٹنے کا۔





## کھانے سے قبل و بعد ہاتھ دھوئیں

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

((بَرَكَتَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ)) (ترمذی، ابوداؤد) (۱)

”برکت کھانے کی وضو (ہاتھ دھونا) ہے پہلے کھانے کے۔ اور وضو (ہاتھ دھونا) ہے پیچھے اس کے۔“

(ترمذی، ابوداؤد)

نوٹ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔ کہ یہ کام باعث برکت ہے کھانے کے لئے۔

## جوئی اُتار کر کھانا کھاؤ

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا وَضِعَ الطَّعَامُ فَأَخْلَعُوا نِعَالِكُمْ فَإِنَّهُ أَرْوَحُ الْأَقْدَامِكُمْ)) (مشکوٰۃ) (۲)

”جب کھانا رکھا جائے۔ تو جوتیاں (پاؤں سے) نکال دو۔ کیونکہ جوتیوں کا اُتارنا تمہارے پاؤں کو بہت

راحت بخشنے والا ہے۔“

## تین سانس میں پانی پیو

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا)) (بخاری) (۳)

”رسول اللہ ﷺ پانی پینے کے درمیان تین بار دم لیتے تھے۔“ (۳)

(۱) سنن ترمذی ابواب الاطعمة باب ماجاء في الوضوء قبل الطعام و بعد حديث ۱۸۳۶۔ سنن ابوداؤد كتاب الاطعمة

باب في غسل اليد قبل الطعام حديث ۳۷۶۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۸۳۶۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۷۶۱۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳۰۹/۱ حدیث ۱۶۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمة حدیث ۴۲۳۰ بحوالہ سنن الدارمی کتاب الصيد باب فی خلع النعال عند الاکل

۱۳۸/۲ حدیث ۲۰۸۰۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۷۱۹۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳۱۱/۲ حدیث ۹۸۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاشرۃ باب الشراب بنفسین او ثلاثة حدیث ۵۶۳۱۔ صحیح مسلم کتاب الاشرۃ باب

کراهة النفس فی نفس الاناء واستحباب النفس ثلاثاً خارج الاناء حدیث ۲۰۲۸۔

(۴) اور صحیح مسلم میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تین بار دم لے کر چپا خوب پیرا کرتا ہے اور پیاس دور کرتا۔ اور

صحت بخشنے ہے۔ (محمد صادق)

## کھانا کھانے کے بعد کی دُعا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی تمہارا کھانا کھائے۔ پھر (بعد طعام) اسے یہ کہنا چاہئے۔

((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ))<sup>(۱)</sup>

”باری تعالیٰ! برکت دے ہمارے لئے اس کھانے میں اور کھلا ہم کو بہتر اس سے۔“  
اور اگر دودھ پئے کوئی تمہارا۔ تو یہ پڑھے۔

## دودھ پینے کی دُعا

((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ))<sup>(۲)</sup>

”یا الہی برکت دے ہمارے لئے اس دودھ میں اور زیادہ دے ہم کو اس سے۔“

ابو امامہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ کھانا کھا لیتے تو فرماتے۔ (یہ پڑھتے):

((الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدِّعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى عَنْهُ رَبَّنَا))

”سب تعریف اللہ کے لئے، تعریف بہت پاکیزہ (ریاوسنانے سے پاک) با برکت نہ کفایت کی گئی اور نہ چھوڑی گئی اور نہ بے پرواہی کی گئی اس سے اے پروردگار ہمارے (قبول کر لے)۔“

حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ فرماتے۔

((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ)) (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)<sup>(۳)</sup>

”سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ کہ جس نے کھلایا اور پلایا ہم کو۔ اور کیا ہم کو مسلمان۔“

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الاشربة باب ما يقول اذا شرب اللبن حديث ۳۷۳۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد

۳۳۲/۲۔ حدیث ۳۷۳۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب ما يقول اذا فرغ من طعامه حديث ۵۴۵۹-۵۴۵۸۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب ما يقول اذا فرغ من الطعام حديث ۳۳۵۷۔ سنن ابو داؤد کتاب الاطعمة باب ما

يقول الرجل اذا طعم حديث ۳۸۵۰۔ سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمة باب ما يقال اذا فرغ من الطعام حديث ۳۲۸۳۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۳۵۷۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۳۸۵۰۔ ضعیف سنن ابن

ماجہ حدیث ۶۲۸۔

## گداگری

## گداگری کا حشر

((وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُضَعَّةٌ لَحْمٍ)) (بخاری، مسلم) <sup>(۱)</sup>

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مانگتا رہتا ہے لوگوں سے (اس کا یہ حال ہوگا کہ) آئے گا دن قیامت کو کہ نہ ہوگی اس کے منہ پر بوئی گوشت کی۔“

توٹ :- یعنی اللہ تعالیٰ گداگر کو حشر کے میدان میں ذلیل کرے گا جو لوگوں سے مانگتا رہتا ہے۔ اس کے چہرہ پر گوشت کا نام تک نہ ہوگا۔ بد شکل چہرہ ہڈیوں ہی کا ہوگا۔ ایسے شخص سے مراد در پوزہ گر تو ہے ہی۔ لیکن جو نعت خوان اور پیشہ ور و اعزاء جن کا ذریعہ معاش ہی نعت خوانی اور وعظ گوئی ہے۔ اور اس طرح وہ لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں؛ یقیناً یہ گداگر بھی وعید حدیث میں داخل ہیں۔ عام گداگر بھی مختلف قسم کی صدائیں لگا کر روٹی مانگتے ہیں۔ اور وعظ گو وغیرہ بھی اپنی اپنی ”صدائوں“ سے رزق کماتے ہیں۔ نتیجہ دونوں صدائوں کا مانگنا ہی ہے۔ کسی نے ”فضل مولا“ کہہ کر شام تک دو سیر آنا جمع کر لیا۔ اور کسی پیشہ ور نے (بغرض گدا) قصہ کر بلا سنا کر۔ عورتوں کو زلا کر کان کی بالیاں اتروالیں۔

مانگنے اور سوال کرنے والوں پر پیشہ بنانے والوں کا حال تو آپ نے اوپر پڑھ لیا ہے۔ پھر جو لوگ سوال کر کر مال جمع کرتے ہیں۔ ایسے ظالموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكْثُرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لْيَسْتَكْثِرْ)) (مسلم) <sup>(۲)</sup>

”جو شخص مانگتا ہے لوگوں سے مال ان کے بڑھانے کے لئے سوائے اس کے کہ نہیں مانگتا ہے وہ انگار آگ کا۔ چاہے کم مانگے یا بہت مانگے۔“ (نزی آگ ہی ہے)

ملاحظہ :- جس قدر اسلام نے گداگری کی مذمت کی ہے اور اسے دنیا و دین کی ذلت اور رسوائی بتایا ہے۔ کسی مذہب اور تہذیب نے اتنی شدت کے ساتھ اس کی مخالفت نہیں کی۔ لیکن افسوس! کہ جس قدر گداگر مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کسی قوم میں نہیں پائے جاتے مسلمان قوم کے لئے ان در پوزہ گروں کا وجود باعث ننگ ہے قوم سے ہماری مراد اب اپنی قومی حکومت حکومت پاکستان ہے۔ ریاست کا فرض ہے۔ کہ جہاں وہ دوسری برائیوں کا

(۱) صحیح بخاری کتاب الزکاة باب من سال الناس تکثرا حدیث ۱۴۷۴۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب کراهة المسألة للناس حدیث ۱۰۴۰۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الزکاة باب کراهة المسألة للناس حدیث ۱۰۴۱۔

قلع قمع کرے وہاں گداگری کی روک تھام اور مانگنے والوں کے پیٹ کا انتظام کرے۔

### کما کر کھانے کی تعلیم

حضرت زبیر بن عوامؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر کوئی تم میں سے رسی لے لے اور (جنگل سے) لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر (لا کر) لائے اور اسے (بازار میں) بیچ دے۔ اور اللہ اس (مزدوری) کے سبب اس کی آبرو (مانگنے کی ذلت سے) بچالے۔ تو یہ بہتر ہے۔ اس بات سے کہ وہ لوگوں سے مانگے پھر وہ اسے دیں یا نہ دیں۔“ (بخاری) (۱)

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمَنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ)) (بخاری، مُسَلَّم) (۲)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کہ آپ منبر پر تھے۔ اور ذکر کر رہے تھے صدقہ (دینے) کا۔ اور سوال سے بچنے کا۔ (آپ نے فرمایا۔ سنو! اُونچا ہاتھ بہتر ہے ہاتھ نیچے سے۔ اور اُونچا ہاتھ وہ ہے خرچ کرنے والا۔ اور نیچا ہاتھ وہ ہے سوال کرنے والا۔“

ملاحظہ:- گداگروں کا تو ذکر ہی چھوڑیے۔ گدائی کی رذالت اور دنیایت سے کون متنفر نہیں؟ مکتوں کا ہاتھ ہمیشہ نیچے اور دینے والوں کا اُونچا ہوتا ہے۔ پھر اُونچے ہاتھ والا انسان بہتر اور نیچے ہاتھ والا ضرور گھٹیا ہوا۔ اب مذہبی بزرگوں اور پیشواؤں کا وہ طبقہ جس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اہل و عیال اور اعزہ و اقربا والے ہیں۔ تصوف اور درویشی کی گدیوں پر بیٹھ کر صرف مریدوں کی نذر و نیاز کی آمدن سے اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں۔ غور فرمائیں۔ کہ جب یہ بزرگ حضرات مریدوں سے روپیہ پیسہ آنا، دانا، کپڑا اور اٹھا روخا کہہ لیتے ہیں۔ تو ازراہ انصاف بتائیے کہ کس کا ہاتھ اُونچا ہوتا ہے اور کس کا نیچا؟۔ مرید ہی دیتے ہیں نا! تو پھر مریدوں کا ہاتھ اُونچا ہوا۔ اور اُونچے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ نے بہتر فرمایا ہے۔ تو پھر مرید ہی بوجہ دینے کے (بطور پیشہ لینے والے) پیر سے بہتر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ پر قربان جائیں۔ اللہ کا آپ پر بے شمار درود و سلام ہو کس لطیف اور حکیمانہ پیرا یہ میں دست بالا (ید العلیا) کو دست زیریں (ید السفلی) کے مقابلہ میں بہتر کہہ کر ہر رنگ میں مانگنے لینے سوال کرنے سے منع کیا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الزکاة باب الاستغفاف عن المسألة حدیث ۱۴۷۱۔

صحیح بخاری کتاب الزکاة باب لاصدقة الا عن ظہر غنی حدیث ۱۴۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب بیان ان

عس حرم من الید السفلی حدیث ۱۰۳۳۔

نرید کی طرح کما کر کھانے، کھلانے اور ہاتھ اُونچا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یزید الشفلی کی عبرت کے تازیانہ سے، سفلی ذہنیت کو ضرب لگائی ہے خودی جگائی ہے۔

خلق سے نا اُمید ہونا تو انگری نے

((وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمْنَ أَيُّهَا النَّاسُ أَنَّ الطَّمَعَ فَقُرُّ أَنْ الْأَيَّاسَ غَنِيٌّ وَأَنَّ الْمَرْءَ إِذَا يَمَسَّ عَنْ شَيْبَةٍ اسْتَعْفَى عَنْهُ)) (مشکوٰۃ) (۱)

”حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جانو تم اے لوگو! بے شک طمع (ہی) محتاجگی ہے۔ اور (خلق خدا سے) نا اُمید ہونا تو انگری ہے۔ اور جب آدمی ایک چیز سے مایوس ہوتا ہے۔ تو اس سے بے پروا ہو جاتا ہے۔“

حضرت عمرؓ نے دل کی تو انگری اور دولت مندی کا راز بتایا ہے اور مانگنے اور سوال کرنے سے بڑی حکمت اور دانائی سے روکا ہے فرمایا کہ طمع فقر (Poverty) ہے۔ یعنی طمع سے فقر و افلاس پیدا ہوتا ہے۔ اور طمع کے معنی یہ ہیں کہ اس شک پر کسی مال پر ناحق نگاہ رکھنا کہ شاید مل جائے۔ پس مال ملنے کی خام آرزو اور موہوم خیال ہی محتاجگی، افلاس اور فقر کی بنیاد ہے۔ یعنی طمع سے احتیاج جنم پاتی ہے۔ پس احتیاج یا محتاجگی سے بچنے کے لئے طمع سے اجتناب لازمی ہے۔ پھر یاد رکھیں۔ کہ جس طرح طمع سے فقر پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح خلق سے نا اُمید ہونا فقر کی ضد۔ تو انگری پیدا کرتا ہے۔ یہ بات روزمرہ کے تجربہ میں ہے کہ جب آدمی کسی چیز سے مایوس اور نا اُمید ہو جاتا ہے۔ تو اس سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ بس اسی بے پروائی کو ہی تو انگری اور غنا کہتے ہیں۔

پھر جو شخص تو انگری اور غنی ہونے کا خواہش مند ہو۔ اسے چاہئے کہ خلق سے مایوس اور نا اُمید رہے۔ جتنا زیادہ لوگوں سے نا اُمید ہوگا۔ اتنا ہی غنا زیادہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اللہ کی مخلوقات سے شکستہ دلی اور نا اُمیدی سب سے بڑی بادشاہی ہے۔ اور مرد مومن جب فقر (۲) کے اس بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اسباب کی حدود بھی پھاند جاتا ہے۔

گر بہ اللہ الصمد دل بستہ  
از حد اسباب بیروں جستہ

(اقبال)

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاة باب من لا تحل له المسألة و من تحل له حدیث ۱۸۵۶۔ اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہو سکی۔ تنقیح الرواة ۱۵/۲۔

(۲) فقر کے معنی محتاجی کے ہیں۔ ہر انسان چھوٹا بڑا پیغمبر امتی اللہ کا محتاج ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ (سورة الفاطر : ۱۵)

”اے لوگو! تم (سب بنی آدم) محتاج ہو طرف اللہ کی (اور) صرف اللہ وہی ہے بے احتیاج تعریف کیا گیا۔“

معلوم ہوا کہ مومن و مومنہ صرف اللہ ہی ہے جو تمام مخلوق باری تعالیٰ سے نا اُمید و بے آس ہو کر صرف اللہ ہی کا محتاج ہو۔ ان ہی معنوں =

## عدم سوال پر بہشت کی ضمانت

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَكْفُلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاتَّكَفَّلُ لَهُ بِالْحَنَّةِ)) (ابوداؤد، نسائی) (۱)

”جو شخص میرے ساتھ یہ عہد کرے کہ نہ مانگے گا لوگوں سے کچھ پس ضامن ہوتا ہوں میں اس کے لئے بہشت کا۔“ (ابوداؤد نسائی)

نوٹ :- غور فرمائیں کہ اسلام نے مسلمانوں کو کتنا خوددار اور غیور بنایا ہے! استغنائے خلق کی کتنی اونچی تعلیم دی ہے اور ہر حال میں لوگوں سے سوال سے بچنے والے کو خاتمہ بالخیر (بہشت) کی ضمانت دی ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ (۲) کو بلا کر کہا۔ میرے ساتھ دو باتوں کی شرط کر۔ پہلی یہ کہ:

((أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا))

”کہ نہ مانگنا لوگوں سے کچھ“

دوسری یہ کہ:

میں پہلے نیک لوگ اپنے آپ کو فقیر الی اللہ کہا کرتے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح فقر الی الخلق (گداگری) نہایت مذموم اور دین و دنیا کی ذلت کا باعث ہے اسی طرح مخلوق سے پورا پورا بے تعلق فقر الی اللہ کی بادشاہی اور دارین میں عزت الہی ہے جب انسان خلق اللہ سے پورے طور پر بے نیاز و بے پروا ہے آس و آسرا ہو جاتا ہے۔ فقر خانقاہی کے اندوہ و گمبیری سے نجات پالیتا ہے تو پھر حقیقی فقر کی دولت سے اس کا دل مالا مال ہو جاتا ہے اسے قلب سلیم کہتے ہیں سوائے اللہ کے احتیاج اور محبت کے ایسے دل میں اور کچھ نہیں ہوتا۔ جب یہ فقر دل میں گھر کر لیتا ہے تو پھر اس سے اسرار جہانگیری بھلنے لگتے ہیں۔ غیر اللہ کا ڈر خوف حاجت و احتیاج دور ہو جاتے ہیں اور پھر اقبال فرماتے ہیں

فقر جگاہ میں بے سازد یراق آتا ہے  
ضرب کافی ہے اگر سینے میں ہو قلب سلیم

خلیل الرحمن حضرت ابراہیمؑ کو یہی فقر ہی بے سازد و یراق پروانہ وار آتش نرود میں لے گیا۔ اور پھر اسی کی بدولت ہی آگ کا صحرا بہشت کی کیار یوں میں تبدیل ہو گیا۔ دراصل فقر ہی توحید ہے۔ اور توحید کو ہی فقر کہتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں ایسی توحید یافتہ حاصل ہے۔ علاقہ ماسوی اللہ ہے بے نیاز و مایوس اور واحد القہار کو نہ کسی آنکھ سے دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ پس فقر الی اللہ شاہی ہے اور فقر الی الخلق گدائی ہے گدائی طمع سے پھوٹی ہے۔ اور شاہی استغنائے خلق سے حاصل ہوتی ہے۔ (محمد صادق)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الزکاة باب کراهية المسألة حدیث ۱۶۳۳۔ سنن نسائی کتاب الزکاة باب فضل من لا يسأل

الناس شئینا حدیث ۲۵۹۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد حدیث ۱۶۳۳۔ صحیح سنن نسائی حدیث ۲۵۸۹۔

(۲) مسند احمد ۱۷۲/۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاة باب من لا تحل له المسألة و من تحل له حدیث ۱۸۵۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۳۹۵/۱۔ حدیث ۸۱۰۔

((وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ اِلَيْهِ فَتَأْخُذَهُ))

”سوال سے یہاں تک بچنے کہ (اگر تیرا چابک (سواری سے) گر پڑے۔ تو خود اتر کر اس کو اٹھالے۔“  
(رواہ احمد)

ترک سوال میں کمال مبالغہ پایا گیا ہے۔ حالانکہ کسی کو کہنا کہ میرا چابک گر پڑا ہے۔ ذرا پکڑ دو۔ یہ کوئی مانگنا نہیں ہے۔ اس سے مراد فی الواقع سوال کی ذلت سے بچنے کی تعلیم دینا ہے۔

### تین آدمیوں کو سوال کی اجازت

حضرت قبیصہ بن مخارق روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین آدمیوں کو جائز ہے۔ پہلا وہ شخص جس نے کسی کے قرضہ کی ضمانت دی۔ پس اسے قرضہ کی مقدار کے برابر سوال کرنا جائز ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس پر کوئی آفت آجائے۔ اور اس کا مال ضائع ہو جائے۔ وہ بھی ضرورت بھر سوال کر سکتا ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جسے اس قدر فاقہ پہنچے اور اس کی یہ تنگ دستی اتنی مشہور ہو جائے۔ کہ اس کی قوم کے (کم از کم) تین دانا آدمی کھڑے ہو کر بیان کریں کہ واقعی اس کو سخت ناداری اور فاقہ کشی پہنچی ہے ایسے شخص کے لئے بھی سوال کرنا جائز ہے۔ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَاقَبِيصَةَ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔ قبیصہ! ان تین صورتوں کے سوا سوال کرنا حرام ہے اور سوال کرنے والا حرام کھانے والا ہے۔“ (صحیح مسلم) (۱)

### لباس کے آداب

لباس انسان کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔ اس کے تنگ کو چھپاتا بدن کو ڈھانپتا اور جسم کو زینت بخشتا ہے۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کرنا چاہئے۔ کہ اس نے ان کے لئے بے شمار قسم کی نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اگر کوئی گننا چاہے۔ تو شمار نہیں کر سکتا۔ ان تمام نعمتوں میں سے لباس بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ جس کے لئے شکر واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو یہ پڑھتے :-

### نیا کپڑا پہننے کی دُعا

((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا اُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَ اَتَحَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي)) (ترمذی) (۲)

(۱) صحیح مسلم کتاب الزکاة باب من تحل له المسألة حدیث ۱۰۴۳۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الدعوات۔ باب ۱۰۷۷۔ احادیث شتی من ابواب الدعوات حدیث ۳۵۶۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۵۶۰۔ اس حدیث کی سند میں ابوالعلاء راوی مجہول ہے۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة

۱۰-۱۶۹-۱۷۸-حدیث ۳۶۳۹۔

”سب تعریف واسطے اللہ کے ہے۔ جس نے پہنایا (۱) مجھ کو وہ کپڑا کہ چھپاتا ہوں میں ساتھ اس کے ستر اپنا۔ اور زینت کرتا ہوں میں ساتھ اس کے اپنی زندگانی میں۔“

### نعمتِ الہی کا اظہار

حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَىٰ أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَىٰ عَبْدِهِ)) (رواہ احمد) (۲)

”جس کو اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے۔ پس اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ اس بات کو کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے۔“

نوٹ :- رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا یہ مطلب ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مال و دولت وغیرہ کا انعام کرے تو اس آدمی کو اللہ کی اس نعمت کے اثر کو ظاہر کرنا چاہئے۔ اور اظہار اثر کی صورت یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے

(۱) معاذ بن انس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے کپڑا بھر کے (یہ) تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں (دعا یہ ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا وَزَوَّجَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ (ابوداؤد) سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جس نے پہنایا مجھ کو یہ کپڑا۔ اور دنیا مجھ کو یہ بغیر حیلے اور قوت میری کے۔“

سنن ابوداؤد کتاب اللباس باب ما يقول اذا لبس ثوباً حديثاً حديث ۴۰۲۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۵۰۲/۲۔ ۵۰۱۔ ۴۰۲۳۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لے کر (مثلاً) گڑی کرتے یا چادر (یہ دعا پڑھتے) اَللّٰهُمَّ لَكَ الْعُحْمُ كَمَا كَسَوْنِيهِ اَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَاعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ (ترمذی ابوداؤد) باری تعالیٰ تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اس پر کہ پہنایا تو نے مجھ کو کپڑا۔ یا الہی میں تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی مانگتا ہوں۔ (کہ میرے بدن پر بعافیت رہے۔ اور مانگتا ہوں بھلائی اس چیز کی۔ کہ جس کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔) (کہ اسے پہنے ہوئے تیری عبادت کروں) اور پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے اس کپڑے کی برائی سے اور اس چیز سے کہ جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔ (یعنی اسے زیب تن کر کے گناہ کا ارتکاب نہ کروں۔“

سنن ترمذی ابواب اللباس باب ما يقول اذا لبس ثوباً حديثاً حديث ۱۷۶۷۔ سنن ابوداؤد کتاب اللباس باب ما يقول اذا لبس ثوباً حديثاً حديث ۴۰۲۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲۸۴/۲۔ حدیث ۱۷۶۷۔ صحیح سنن ابوداؤد ۵۰۱/۲۔ حدیث ۴۰۲۰۔

نوٹ :- کپڑا پہننے کی تینوں دعائیں یاد کر لیں۔ اور جب نیا کپڑا پہنیں۔ تو ان کو ضرور پڑھ لیا کریں۔ ایسا کرنا بے شمار برکتوں کا موجب ہوگا۔ (محمد صادق)

(۲) مسند احمد ۳/۳۳۸۔ المعجم الكبير للطبرانی ۱۸/۱۳۵۔ حدیث ۲۸۱۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس حدیث ۳۷۹۔ علامہ شععی الارناؤط اور ان کے رفقاء فرماتے ہیں۔ اسنادہ صحیح۔ اس کی سند صحیح ہے۔ تحقیق المسند ۳۳/۱۶۰۔ حدیث ۱۹۹۳۔



مطابق لباس پہنے اور کھائے پئے اگر خدائے قدوس نے کافی دے رکھا ہے تو یہ نہ کرے کہ (ازراہ امساک و بخل) انار دانہ اور پیاز کی چٹنی پر بسر اوقات کرے۔ پیسے بچانے کی خاطر سالن وغیرہ نہ پکائے۔ اہل و عیال کو کھلانے پلانے اور پہنانے میں دانستہ تنگ رکھے۔ خود بھی روکھی سوکھی کھائے۔ اور میلے کچیلے کپڑوں میں گزارہ کرے۔ یہ روش اللہ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا شخص اللہ کی نعمت کا ناشکر گزار ہے۔ کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال اور رزق میں جان بوجھ کر تنگی کا اظہار کرتا ہے۔ جو اخفائے نعمت ہے۔ حالانکہ اسے اپنی مال داری اور تمول کے لحاظ سے خود بھی اچھا کھانا اور عمدہ لباس پہننا چاہئے اور اپنے گھر والوں کے لئے بھی بہتر ملبوسات اور عمدہ ماکولات، بہم پہنچانے چاہئیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر ظاہر ہو۔ اسلام کی (ان معقول رخصتوں کے پیش نظر اس پر قربان ہو جاؤ کہ وہ ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق معیار زندگی قائم رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

### لباس میں اسراف نہ ہو

روایت ہے عمرو بن شعیب سے اس نے نقل کی اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے۔ کہا اس نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبِسُوا مَا لَكُمْ يُحَالِطُ اسْرَافٌ وَلَا مَخِيلَةٌ)) (نسائی، ابن ماجہ) (۱)  
 ”کھاؤ اور پیو (ضرورت کے موافق) اور جو (فالتو ہو اس میں سے) لالہ دو اور (حسب حیثیت) پہنو۔ کہ نہ ہو اسراف اور نہ تکبر۔“

### مردوں کو ریشم حرام ہے

((وَعَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْرَبَ فِي أَيْنَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا وَعَنْ لُبَيْسِ الْحَرِيرِيِّ وَالذِّيْبَانِ وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ)) (بخاری، مسلم) (۲)  
 ”حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ منع کیا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے اور منع کیا پہننے اور دیباچ (ریشمی کپڑا ہے) سے اور ریشمی کپڑے پر بیٹھنے سے۔“

(۱) سنن نسائی کتاب الزکاة باب الاحتیال فی الصدقة حدیث ۲۵۶۰۔ سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب البس ما شئت ما احتطاک سرف او مخیلة حدیث ۳۶۰۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن نسائی حدیث ۲۵۵۸۔ صحیح سنن ابن ماجہ حدیث ۲۹۲۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب اللباس باب افتراش الحریر حدیث ۵۸۳۷۔

## قمیض دائیں طرف سے پہنو

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبَسَ قَمِيصًا بَدَأَ بِمِائِمَتِهِ)) (ترمذی) (۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قمیض پہنتے۔ تو شروع کرتے ساتھ دائیں طرف قمیض کے۔“

## جبریلؑ نے ریشمی قبا اُتر وا دی

حضرت جابرؓ (۲) روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (ریشم کی نبی کے نزول سے قبل) رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ریشمی قبا پہنی۔ جو حضور ﷺ کو ہدیہ دی گئی تھی۔ پھر آپ نے اسے جلد ہی اتار کر حضرت عمرؓ کی طرف بھیج دیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے قبا کو اتنی جلدی اتار دیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ نَهَانِي عَنْهُ جِبْرِيلُ جبریل نے اللہ کے حکم سے) اس کے پہننے سے مجھے منع کیا (یہ سن کر) حضرت عمرؓ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا۔ كَوَهْتُمْ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيهِ آپ نے ایک چیز کو ناپسند جانا (یعنی قبا کے پہننے کو) اور اُسے مجھے (پہننے کو) دے دیا۔ (ہائے میرا کیا حال ہوگا) آپ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّي لَمْ أَعْطِكُمْ تَلْبِسَهُ إِنَّمَا أَعْطَيْتُكُمْ تَبِيعَهُ)) (صحیح مسلم)

”میں نے تجھے قبا پہننے کے لیے نہیں دی تھی بلکہ بیچنے کے لیے دی تھی فَبَاعَهُ بِالْفَيْ دَرَهَمٍ۔ پھر حضرت نے وہ قبا دو ہزار درہم میں فروخت کر دی۔“

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكُعْبِيِّنَ مِنَ الْأَزَارِ فِي النَّارِ)) (بخاری) (۳)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جو چیز از قسم ازار (کپڑا) تہ بند شلوار پاجامہ) وغیرہ ٹخنوں سے نیچے ہو۔ وہ آگ میں ہے۔“

نوٹ :- یعنی ٹخنوں سے نیچے جتنے حصے تک کپڑا لگتا ہے۔ وہ حصہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ واضح رہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا کرنا۔ زمانہ جاہلیت کے منکبروں کا دستور ہے اور اسلام میں تکبر کی سزا دوزخ مقرر کی گئی ہے۔ اس لئے

(۱) سنن ترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی القصص حدیث ۱۷۶۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۲۸۳۔

حدیث ۱۷۶۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال۔ حدیث ۲۰۷۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب اللباس باب ما اسفل من الكعبين فهو في النار حدیث: ۵۷۸۷۔

کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر کا نشان ہونے کے باعث حرام اور موجب آتش قرار دیا گیا ہے۔  
حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت بخاری۔ مُسَلَّم میں موجود ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))<sup>(۱)</sup>

”جو شخص دراز کرے کپڑا اپنا (ٹخنوں پر) یہاں تک کہ گھسٹا جائے (زمین پر) ازراہ تکبر کے۔ تو نہیں دیکھے گا اللہ تعالیٰ (بخشش کی نظر سے) طرف اس کے قیامت کے دن۔“

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطْرًا))<sup>(۲)</sup>

”جو شخص تکبر اور اترانے کے طور پر اپنی ازار (تہ بند دھوتی، شلوار) ٹخنوں سے نیچی کرتا ہے۔ اللہ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔“

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے ہونا مردوں کے لئے نہایت خطرناک اور باعث عذاب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند، شلوار باعث عذاب ہوگی۔ جو تکبر کی نیت سے لٹکائی جائے۔ اور جو اترانے کے خیال سے نہ ہو۔ اس کا مضانقہ نہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا لٹکانا بروئے شرع چونکہ خطرے سے خالی نہیں اور اس فعل پر دوزخ کی وعیدیں آئی ہیں۔ اس لئے بہر حال ہر قسم کا لباس ٹخنوں سے ضرور اوپر ہی رہنا اچھا ہے۔ بہ تقاضائے احتیاط مخفی ضرور ضرور ننگے رہنے چاہئیں۔ تکبر کی نیت سے ازار لٹکانا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق باعث عذاب ہے ہی۔ اور بغیر نیت تکبر کے لٹکانا اہل نار سے مشابہت کرتا بھی کسی صورت میں گوارا نہیں ہو سکتا۔

”مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں صحیح حدیث موجود ہے۔ کہ ایک شخص ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا۔ کہ وضو بھی پھر کر اور دوبارہ نماز پڑھ۔ تو کتنا خطرناک ہوا ٹخنوں پر پا جامہ و شلوار کا لٹکانا۔ کہ نماز بھی باطل ہوگئی۔ اور وضو بھی از سر نو کرنا پڑا۔ (مشکوٰۃ)<sup>(۳)</sup>

(۱) صحیح بخاری کتاب اللباس باب من جرارة من غير خيلاء حديث ۵۷۸۴۔ صحیح مسلم کتاب اللباس والزينة

باب تحريم جر الثوب خيلاء و بيان حد ما يحوز الخاؤه اليه و ما يستحب۔ حديث ۲۰۸۵۔

(۲) صحیح بخاری کتاب اللباس باب من جر ثوبه من الخيلاء حديث ۵۷۸۸۔ صحیح مسلم کتاب اللباس والزينة باب

تحريم جر الثوب خيلاء و بيان حد ما يحوز ارخاؤه اليه و ما يستحب۔ حديث ۲۰۸۷۔

(۳) مشکوٰۃ المصابيح کتاب الصلاة باب السر حديث ۷۱ بحوالہ سنن ابوداؤد کتاب الصلاة باب الاسباب في الصلوٰۃ

حديث ۶۲۸ و کتاب اللباس باب ماجاء في اسباب الازار حديث ۲۰۸۶۔ محقق العصر حافظ زبير عليمی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس

حديث کو حسن قرار دیا ہے۔ تخریج ریاض الصالحين مترجم ۶۳۱/۱۔ حديث ۷۹۷۔

## غضب و تکبر اور حسد

### غصہ خرابی ایمان ہے

((وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسْلَ)) (مشکوٰۃ) <sup>(۱)</sup>

”بہز بن حکیم سے روایت ہے۔ اس نے اپنے باپ سے نقل کی اس نے نقل کی بہز کے دادا سے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تحقیق غصہ البتہ خراب کرتا ہے ایمان کو جس طرح خراب کرتا ایلا (مصر) شہد کو۔“

ملاحظہ:- غضب یعنی غصہ طبیعت کی ایک حالت کا نام ہے جو حرکت نفس بجانب خارج کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غصہ کی حالت میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور رگیں پھول جاتی ہیں آواز میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے اور ہاتھوں کی حرکت میں غیر معمولی تیزی آ جاتی ہے۔ اور پھر حالت غضب میں انسان زبان سے بالعموم ایسی ناجائز باتیں نکالتا ہے اور اسکے اعضاء وہ غیر پسندیدہ حرکتیں کرتے ہیں۔ کہ جو بروئے شرع سراسر ناجائز اور شیطانی ہوتی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ بعض اوقات انسان کے افعال غضب سے ابلیس بھی پناہ مانگنے لگتا ہے۔ کہ طبیعت اعتدال کا توازن کھو کر بے راہ رو ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت انسان کے ایمان کو خراب اور برباد کر دیتی ہے اسی لئے بانی اخلاق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا۔ کہ غصہ ایمان کو بگاڑتا اور خراب کرتا ہے۔ شہد کتنی میٹھی شیریں پاک اور لذیذ چیز ہے۔ اگر

وضاحت: اس روایت سے بعض علماء استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کٹھنوں سے نیچے شلوار پا جامہ لٹکانے والے کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ مشکوٰۃ المصابیح میں اس روایت پر تعلق میں لکھتے ہیں کہ ”اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس میں راوی ابو جعفر ہے اس سے بیان کرنے والا۔ یحییٰ بن ابی کثیر ہے۔ اور وہ انصاری مدنی مؤذن ہے جو کہ مجہول ہے جس طرح ابن القطان نے کہا ہے اور تقریب میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہے۔ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ جس نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اسے وہم ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ ص ۲۳۸) لہذا جب یہ روایت کمزور ہے اور کسی محدث نے اسے نواقض وضوء میں شمار نہیں کیا تو جس آدمی کا کپڑا کٹھنوں سے نیچے ہو جائے اس کا وضوء نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کپڑا کٹھنوں سے نیچے لٹکانا گناہ ہے اور احادیث میں اسکی شدید وعید آئی ہے۔ جیسا کہ نمبر اس سے پہلے احادیث گزری ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والکبر حدیث ۵۱۱۸ بحوالہ شعب الایمان ۶/۳۱۱ حدیث ۸۲۹۳۔ اس کی سند حسن بن عثیم کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس میں مصر پیش کر ملا دیا جائے تو یہی شہد منہ میں ڈالتے ہی طبیعت تھوک دے گی۔ ایسے ہی ایمان جو بڑا میٹھا اور پیارا ہے۔ غصہ کی حالت میں بگڑ کر نہایت کڑوا۔ کیسا بدمزہ اور بودار ہو جاتا ہے۔ اللہ سے کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ غصہ بہت بری چیز ہے۔ عدل و انصاف کا خون کراتا منہ سے واہی تباہی نکھواتا اور ایمان کے لئے موجب فساد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اخلاقیات میں غصہ رذائل میں داخل ہے۔

### ترک غضب کی وصیت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ ”غصہ مت کر۔“ اس نے پھر (وصیت کے لئے) درخواست کی کئی بار آپ نے (بار بار) یہی فرمایا کہ ”غصہ مت کر۔“ (غالباً اس شخص میں صفت غضب غالب ہو گئی) پہلوان کون ہے

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ)) (بخاری، مسلم) (۳)

”پہلوان وہ نہیں ہے جو پچھاڑے (اور اکھاڑے) میں گرائے لوگوں کو سوائے اس کے نہیں۔ کہ (درحقیقت) پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پائے۔“

### غصہ کے گھونٹ کی فضیلت

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللَّهِ

(۱) غصہ جو دین اور حمایت حق کے لئے ہو۔ وہ محمود ہے اور حکومت کے مقصود سے ہے گناہوں بدیوں برائیوں اور غیر شرع باتوں کو دیکھ کر اپنی عزت و عصمت پر ناروا حملوں کو پا کر غصہ کرنا۔ اور اعتدال پر چلتے ہوئے منکرات و مکروہات کو دفع کرنا غیرت ایمانی کا ثبوت دینا ہے ان صورتوں میں غصہ گران دین، تنظیم سیاست اور محافظہ بدن اور سب بقائے زندگی ہے۔ پھر سمجھیں کہ روح حیوانی اگر حمایت حق میں خارج کی طرف برق رفتاری سے کوندے تو سراسر رحمت ہے اور اگر نفس کے انتقام کی طرف چھٹے تو یہ غصہ بالکل شیطانی حرکت ہے۔ (صادق)

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۶۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۴۔ صحیح مسلم کتاب البر الوصلة باب فضل من

يملك نفسه عند الغضب وبأى شيء يذهب الغضب حدیث ۲۶۰۹۔

عَزَّوَجَلَّ مِنْ جُرْعَةٍ غَيْظٍ يَكْظُمُهَا ابْتِغَاءً وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى)) (رواه احمد) (۱)

”ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک اس غصے کے گھونٹ سے کوئی گھونٹ افضل نہیں ہے۔ جو (صرف) اللہ کی رضامندی کے لئے بندہ پیتا ہے۔“

غصہ میں وضو کرو

عطیہ بن عروہ سعدیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خَلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا تُطْفِئُ النَّارَ بِالْمَاءِ فَإِذَا غَضِبْتَ أَحَدَكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ)) (ابوداؤد) (۲)

”پیشک غصہ (جو نفس کے لئے ہو) شیطان (کے بہکانے) سے ہے۔ اور شیطان یقیناً آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ پھر جب تمہیں غصہ آئے اس کے لئے وضو کرنا چاہئے۔“

ملاحظہ:- سلیمان بن سرو کی ایک روایت میں غصہ کو دور کرنے کے لئے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھنا بھی آیا ہے۔ (بخاری شریف) (۳) اس لئے غیظ غضب کی حالت میں پہلے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے۔ پھر وضو (۳) کرے۔ اور ٹھنڈا پانی بھی پئے۔ انشاء اللہ غصہ کی آگ بجھ جائے گی۔“

حشر میں متکبروں کی ذلت

((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والکبر حدیث ۵۱۱۶ بحوالہ مسند احمد ۲/۱۲۸ یہ حدیث سند احمد میں دو

سندوں سے مروی ہے جس میں سے ایک صحیح ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۳۸۵ حدیث ۱۹۱۴ یہ حدیث سنن ابن ماجہ

کتاب الزهد باب العلم حدیث ۳۱۸۹ میں بھی موجود ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح سنن ابن ماجہ

۳/۳۶۸-۳۶۹ حدیث ۳۳۹۶ میں صحیح کہا ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ما یقال عند الغضب حدیث ۴۷۸۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد

حدیث ۴۷۸۴۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۵۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل من

یملك نفسه عند الغضب۔ حدیث ۲۶۱۰۔

(۴) ترمذی میں ابوداؤد کی روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ غصہ کی حالت والا اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ پھر بھی اگر غصہ فرو نہ ہو تو لیٹ

جائے۔

سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ما یقال عند الغضب حدیث ۴۷۸۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد

۳/۱۷۵۔ حدیث ۴۷۸۴۔

الْمُتَكَبِّرُونَ أَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صُورِ الرِّجَالِ يَعْشَاهُمْ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسْمَى بَوْلَسَ تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ)) (ترمذی) (۱)

”روایت ہے عمرو بن شعیب سے۔ اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے نقل کی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہ قیامت کے روز تکبر کرنے والے چھوٹی چیونٹیوں کی مانند اکٹھے کئے جائیں گے۔ بصورت مردماں ہر جگہ سے ذلت (جمع ہو کر) ان کو ڈھانکے گی۔ پھر وہ دوزخ کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام بولس ہے ہانکے جائیں گے۔ جہاں ان پر آتشوں کی آتش غالب آئے گی۔ اور انہیں دوزخیوں کا چوڑ (کچ لہوا اور پیپ) پینے کو دیا جائے گا۔ جس کا نام طینۃ الخبال ہے۔“

ملاحظہ:- جو شخص دوسرے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر ان کے مقابلہ میں بڑائی غرور، گھمنڈ اور فخر کرتا ہے۔ لوگوں کو بے قدر اور بے وقار جان کر اپنے نفس کو مقابلتہ اچھا، اونچا اور برتر سمجھتا ہے ان پر سبقت اور بلندی از راہ کبر چاہتا ہے۔ تو ایسا شخص بیشک متکبر ہے۔ اور تذکرۃ الصدر حدیث کی زد میں ہے۔ حشر کے روز اللہ تعالیٰ تمام متکبروں کو جو دنیا میں غرور کی راہ سے لوگوں میں اونچائی چاہتے تھے۔ چیونٹیوں کی مانند چھوٹے۔ حقیر اور ذلیل بنائے گا اور اہل محشر انہیں روندیں گے۔ پامال کریں گے۔ اور عجب و کبر کی پاداش میں پاؤں سے ملیں گے۔ ان گردن فرازون مغروروں، سرکشوں اور متکبروں کو محشر کے کونے کونے سے ذلت و رسوائی آڈھانے گی۔ پھر ان ذلت کے پتلوں کو فرشتے پکڑ کر جہنم کے قید خانہ بولس میں لے جائیں گے اور وہاں ان پر نار الانیار (۲) یعنی آتشوں کی آتش مسلط ہوگی۔ اور پینے کے لئے ان کو طینۃ الخبال دیا جائے گا۔ عصارہ اہل نار۔ یعنی دوزخیوں کے بدن سے نکلا ہوا کچ لہوا اور پیپ! (خداوند! ہم تیرے عذابوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں)

تکبر کرنے والوں کو اتنی سنگین سزا دینے کی وجہ یہ ہے۔ کہ تکبر صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اس کی خاص صفت ہے صرف خدائے واحد القہار ہی اپنی عاجز مخلوق کے مقابل روئے کبر اور ڈھسکتا ہے۔ اور انسان کی شان اور عظمت آن اسی میں ہے کہ وہ خالق برتر کے سامنے اپنی انتہائی پستی اور عاجزی کا ثبوت دے۔ اور عجز و صغر کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اللہ کی روئے کبر چھیننے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے لباس تکبر کو اپنے قامت فانی پر یونہی فٹ نہ کرتا پھرے۔ اور

(۱) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب ماجاء في شدة الوعيد للمتكبرين حديث ۲۳۹۲۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح

سنن ترمذی ۶۰۲/۲ حدیث ۲۳۹۲۔

(۲) نار الانیار کے معنی ہیں آتشوں کی آتش اور آتشوں کی آتش سے مراد وہ آگ ہے جو دوسری ہر قسم کی آتشوں کو جلا کر رکھ سیاہ کر دیتی ہے۔ جس طرح عام آگ دوسری چیزوں کو جلا دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح نار الانیار دوسری تمام آگوں کو بھسم کر دیتی ہے۔ یہ ظالم آگ متکبروں پر مسلط ہوگی۔ (صالح)

پروردگار عرش عظیم کی شان کبریائی میں شرکت کا دم نہ مارے۔ پھر جو شخص تواضع کے برعکس تکبر کی دوا آتشہ پیتا ہے۔ عجب کے نشہ میں اللہ کے بندوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، بڑا مولوی اپنے علم کے گھمنڈ میں کم علم مولویوں کو حقیر سمجھتا اور عام مسلمانوں کو ملنے سے نفرت کرتا ہے۔ مال دار کو دولت کے غرور سے غریب عوام کبھی چھمکھائی دیتے ہیں۔ پہلوان قوت کی لے میں زمین پر پاؤں مارتا۔ اور گردن فرازی کرتا ہے ”بوٹ“ ”پاپوش“ سے نافر ”سوٹ“ ”تہ بند“ پر خندہ زن“ شہری کو دیہاتی سے گھن اور گلغام کو حسن کی شہ پر ”گالے رنگ“ سے متلی آئے۔۔۔۔۔

یاد رہے کہ ایسے تمام گردن کش اور متکبر اللہ کی ردائے کبر کو کھینچتے ہیں۔ اس کی شان کبریائی میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ محشر کو شدید عذاب کے پائوں میں پھینکے گئے۔ مسلمان بھائیو اور بہنو! تو بہ کرو تا زیست تکبر اور غرور نہ کرنا۔ اس آگ سے بچنا۔ پھر بچنا اور بار بار بچنا۔ کہ کبر ذلت محشر موجب بوس و نیران ہے۔

### رائی بھرتکبر کا انجام

ابن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ حَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ)) (مسلم) (۱)

”نہیں داخل ہوگا (سابقین کے ہمراہ) بہشت میں وہ شخص کہ جس کے دل میں دانہ رائی کے برابر بھی تکبر ہو۔“

### حسد سے نیکیاں برباد

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَابِكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ)) (ابوداؤد) (۲)

”حسد سے بچو۔ کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔“

ملاحظہ:- کسی کے علم و ہنر، دولت، مال، مکان، تجارت، زمین، گائے، بھینس، موڑ، حسن و جمال، اچھا لباس، زیور اور دیگر نعمتیں، دیکھ کر ان کا زوال چاہنا، اور دل میں جلنا اور کڑھنا حسد کہلاتا ہے۔ یہ اتنی بری چیز ہے۔ کہ آگ کی مانند نیکیوں کو مٹاتا ہے۔ اور جلاتا ہے، چونکہ حاسد لوگوں کو اچھے حال میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ بلکہ اچھے حال کا زوال چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ اس کی دوسری نیکیوں کو حسد کی سزا میں قبول نہیں کرتا۔ کتنی بری چیز ہے حسد اور کس قدر کمینی اور

(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحريم الكبر و بيانه حديث ۹۱۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد حديث ۴۹۰۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث

۴۹۰۳۔ اس حدیث کی سند ابراہیم بن اسد کے دادا کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۳/۳۷۵

حدیث ۱۹۰۲۔ بتخریح ریاض الصالحین مترجم الحافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ تعالیٰ ۲/۳۳۵۔ حدیث ۱۵۶۹۔



رذیلی صفت ہے۔ یہ۔ حسد کی مذمت میں اللہ نے فرمایا:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (سورة النساء : ۵۴)

کیا وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز پر کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے؟ مسلمانو! حسد سے بچو۔ اپنے بھائیوں کو اچھے حال میں دیکھ کر خوش ہوا کرو۔ اور اپنے لئے بھی اللہ سے اچھے حال کی دعا کیا کرو۔

## عفو و حیا اور شکر گزاری

سب سے عزت والا

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ يَا رَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ مِيرے پروردگار تیرے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ قَالَ مَنْ إِذَا قَدَّرَ غَفَرَ خدائے جواب دیا وہ شخص کہ جو بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور معاف کر دے۔“ (مشکوٰۃ) (۱)

ملاحظہ:- کسی کی بدی، برائی، سختی، زیادتی، گالی، گلوچ، ظلم و ستم کو باوجود قادر الانقام ہونے کے معاف کر لینا، اخلاق کی بہت بڑی بلندی پر دال ہے۔ اللہ کے نزدیک معزز ہونا اور اس کا قرب پانا ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ایک دوسرے کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دیا کریں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا)) (۲)

”جو شخص کسی کی غلطی کو معاف کر دے۔ اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔“ (مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ برائی کے عوض برائی نہ کرتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے تھے اور درگزر کرتے۔“ (ترمذی) (۳)

ننانو صدیقہؓ سے ایک روایت ابوداؤد میں ہے وہ کہتی ہیں۔

((مَا أَنْتَمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَنْتَهَكَ حُرْمَةَ اللَّهِ فَيَنْتَقِمَ إِلَيْهِ))

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والكبر حدیث ۵۱۲۰ بحوالہ شعب الایمان ۶/۳۱۹ حدیث ۸۳۲۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر۔ حدیث ۳۰۶۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب استحباب العفو والتواضع حدیث ۲۵۸۸۔

(۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی خلق النبی ﷺ حدیث ۲۰۱۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی

۳۸۳/۲ حدیث ۲۰۱۶۔

(بھا) (ابوداؤد) (۱)

”رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنے نفس کے لئے بدلہ نہیں لیا۔ ہاں اللہ کے دین کی بے حرمتی پر ضرور اللہ کے حکم سے انتقام لیتے (یعنی حدیں اور تعزیریں لگاتے۔“

حیاسب سے عمدہ خلق ہے

زید بن طلحہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ عُلُقًا وَ خُلُقًا الْإِسْلَامَ الْحَيَاءُ) (مشکوٰۃ) (۲)

”بے شک ہر دین کے لئے ایک (نفس اور قابل تعریف) خلق ہے اور اسلام کا (وہ نفس اور غالب خلق) حیا ہے۔“

نوٹ :- اس حدیث کا یہ مطلب ہے۔ کہ جتنے دین ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ ان میں ایک نہ ایک اچھی خصلت نمایاں طور پر موجود رہی ہے۔ سوائے حیا کے، یعنی حیا کو اسلام کے اندر تمام اخلاق میں جو بلند مقام اور غالب حیثیت حاصل ہے۔ وہ پہلے ادیان میں نہ تھی۔ اسلام سے قبل اگر حیا ستارہ بن کر چمکتی تھی تو اسلام میں اسے آفتاب کا درجہ حاصل ہے۔ حیا کی اس نمایاں مقدرت اور اہمیت سے مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ جہاں وہ دوسرے اخلاق حسد کو اپنائیں۔ ان میں حیا کو امتیازی درجہ دیں۔ اخلاق میں حیا سرفہرست ہو۔

حیا کا مطلب

ہر بدی اور برائی سے نفس کے انقباض کو حیا کہتے ہیں یعنی حیا ایک حالت ہے جو بدی کو دیکھ کر اللہ کے خوف سے طبیعت پر وارد ہوتی ہے۔ اور پھر انسان اس سے بچتا ہے۔

زنا کاری، شراب خوری، جو، پرانی عورتوں کو شہوانی جذبات سے قصد اُدیکھنا، جھوٹ بولنا، عمدہ وعدہ خلافی کرنا۔ مسلمانوں کی ہتک عزت کرنا، انہیں لین دین اور معاملہ داری میں دھوکہ دینا۔ گالیاں نکالنا، مغفلات بکنا، اور تمام غیر شرع برائیوں پر دھڑلے سے عمل کرنا۔ بے حیائی ہے۔ اور ان تمام بدیوں سے طبیعت کا چھپنا، کئی کترانا، کنارہ پکڑنا، اور بچھانی واقع حیا ہے یہ حیا ہی تو ہے۔ جو انسان کو اللہ کی نافرمانیوں، سرکشیوں، بغاوتوں، قانون شکنیوں اور تمام جرائم و معاصی سے روکتی ہے۔ اس سے آپ بہ آسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ واقعی حیا اخلاقیات میں ریڑھ

(۱) صحیح بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ حدیث ۳۵۶۰۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب مباحثہ

ﷺ لِلْأَنَامِ، واختياره من المباح اسهله وانتقامه لله تعالى عند انتهاك حرمانه حدیث ۲۳۲۷۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الرفق والحیاء و حسن الخلق حدیث ۵۰۹۰ بحوالہ موطا امام مالک کتاب

حسن الخلق باب ما جاء فی الحیاء ۲/۹۰۵ و سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب الحیاء حدیث ۳۱۸۱۔ یہ حدیث صحیح بخاری

ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۵/۳ حدیث ۲۶۳۳۔ ۲۶۳۴۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲/۲۱۶ حدیث ۹۴۰۔

کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے۔ سیرت کے فلک بوس ایوان کی بنیاد اور اصل واساس ہے۔ اور اخلاق حسنہ کے تاج میں جگمگاتا ہیرا ہے۔ اگر حیا ہے تو دوسرے فضائل بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ نہیں ہے۔ تو کسی اچھائی کا اعتبار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ))

”حیا ایمان کا جزو ہے۔“

((وَالْإِيمَانُ فِي الْحَيَاءِ))

”اور ایمان بہشت میں لے جاتا ہے۔“

((وَالْبَدَأُ مِنَ الْحَفَاءِ))

”اور بے حیائی بدکاری ہے۔“

((وَالْحَفَاءُ فِي النَّارِ))

”اور بدکاری دوزخ میں لے جاتی ہے۔“ (ابن ماجہ) <sup>(۱)</sup>

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت انور ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرْنَاءُ جَمِيعًا))

”حیا اور ایمان اکٹھے کئے گئے ہیں۔“

فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا پھر جب ان میں سے ایک اٹھ جاتا ہے۔“

رُفِعَ الْأُخْرُ؟“ تو دوسرا بھی (خود بخود) چلا جاتا ہے۔“ (مشکوٰۃ) <sup>(۲)</sup>

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

حضرت ابن مسعودؓ <sup>(۳)</sup> سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ انبیائے سابقین سے یہ بات لوگوں

تک پہنچی ہے کہ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ”جب تو حیا نہیں کرتا۔ تو پھر جو چاہے کر۔“ یعنی جب حیا نہ

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلوة باب ماجاء فی الحياء حدیث ۲۰۰۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۱۔

حدیث ۲۰۰۹۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱/۸۹۳ حدیث ۲۹۵۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الرفق والحياء و حسن الخلق حدیث ۵۰۹۳ بحوالہ شعب الایمان ۶/۱۳۰۔

حدیث ۶۷۷۔ یہ حدیث مستدرک حاکم کتاب الایمان ۱/۷۳ حدیث ۵۸ طبع جدید و طبع قدیم ۱/۲۲ میں بھی موجود

ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۱۶۰۳۔ صحیح الترغیب والترہیب ۳/۶ حدیث ۲۶۳۶۔

(۳) صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ۵۲۔ حدیث ۳۳۸۲۔ و کتاب الادب باب اذا لم تستحی فاصنع ما

شئت حدیث ۶۱۲۰۔

رہی۔ تو ایمان بھی نہ رہا۔ اور جب ایمان و حیا دونوں اٹھ گئے۔ تو پھر کھلی چھٹی ہوئی۔ جو چاہے بے حیا کرتا پھرے۔ کیونکہ حیا ہی بدیوں سے روک تھی۔ جب حیا نہ رہی تو روک جاتی رہی۔“

### محسن کی شکرگزاری کا ارشاد

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ)) (ترمذی) <sup>(۱)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو (احسان کرنے والے) لوگوں کا شکر نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا شکر بھی نہیں کرتا۔“

ملاحظہ:- اسلام کی اخلاقی تعلیم اتنی پاکیزہ کامیاب مقبول اور ہمہ گیر ہے۔ کہ اس میں محسن کی شکرگزاری کو مذہبی درجہ حاصل ہے۔ جو شخص آپ کی خیر خواہی کرے آپ کا کوئی کام کر دے۔ آپ کے ساتھ کسی قسم کی نیکی یا احسان کرے۔ تو آپ کا اخلاقی طور پر فرض ہے۔ کہ اس محسن بھائی کا شکر یہ ادا کریں۔ جزاک <sup>(۲)</sup> اللہ کہیں۔ تبسم ریز شکر یہ کے پھول پیش کریں۔ ایسا کرنے سے ایک تو محسن کی اس شکرگزاری پر اللہ بھی خوش ہوگا۔ اور اگر اس صورت کے برعکس کوئی کسی کی خیر خواہی کی قدر نہ جانے۔ اس کے منہ پر خوشی کا اظہار نہ کرے نہ اس کو دعا دے اور نہ شکر یہ کے الفاظ منہ سے نکالے۔ تو ایسا شخص اللہ کا ناشکر گزار ہے۔ نیکی اور احسان کا ناقدر دان۔ عجب و غرور کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ناقدر شناس خیر کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

بھائیو! یاد رکھو! اگر کوئی آپ کا معمولی سا کام بھی کر دے۔ تو نہایت خندہ پیشانی سے اس کی شکرگزاری کرو۔ اُسے خوش کرو کہ محسن کی شکرگزاری کو اسلام نے اللہ کی شکرگزاری کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص کو کچھ عطیہ دیا جائے۔ اُسے چاہئے کہ اگر ہو سکے۔ تو اس کا بدلہ (عطیے کی شکل میں) دے اور اگر عطیہ نہ پائے فائینش بہ ”تو معطلی کی تعریف کر دے۔“ فَمَنْ أَتْنِي بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ ” کیونکہ اس کی تعریف کر دینے سے اس کی شکرگزاری کا حق ادا ہو جائے گا۔“ وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ اور (خبردار! عطیہ نہ دے سکنے کی صورت

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلوة باب ماجاء في الشكر لمن احسن اليك حديث ۱۹۵۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۱۱/۲۔ حدیث ۱۹۵۴۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۷/۷۶۔ حدیث ۳۱۶۔

(۲) حضور فرماتے ہیں جو شخص (کم از کم) اپنے محسن کو جزاک اللہ خیرا کہہ دے تو اس نے اپنے محسن کی تعریف کا پورا حق ادا کر دیا۔“ (ترمذی)

سنن ترمذی ابواب البر والصلوة باب ماجاء في الشاء بالمعروف حديث ۲۰۳۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۹۲/۲۔ حدیث ۲۰۳۵۔

میں) جس نے معطلی کی تعریف بھی نہ کی۔ تو اس نے کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا۔“ (ابوداؤد) <sup>(۱)</sup>

### عورتوں کا کفرانِ نعمت

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”میں نے (دراز نماز کسوف میں) دوزخ کو دیکھا۔ اور جس ہولناک صورت میں آج دیکھا پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ (سنو!) میں نے دوزخ میں اکثر عورتوں کو دیکھا ہے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا (حضور ﷺ) اس کی وجہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا بکُفْرِهِنَّ عورتیں اپنے کفر کی وجہ سے بکثرت دوزخ میں ہیں۔ صحابہؓ نے پھر عرض کیا۔ یُکْفِرُونَ بِاللَّهِ کیا وہ اللہ کی منکر ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں (بلکہ) اپنے خاندانوں کا کفرانِ نعمت کرتی ہیں۔ اور ان کی احسان فراموش ہوتی ہیں۔

((لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَىٰ إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)) <sup>(۲)</sup>

اگر تو ساری عمر عورت کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا رہے۔ پھر اگر وہ تجھ سے ایک بات بھی اپنی مرضی کے خلاف دیکھے تو (ساری عمر کے کئے کرانے پر پانی پھیر کر) کہتی ہے۔ میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔“ (بخاری شریف)

ملاحظہ :- ہم اپنی معزز بہنوں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں۔ کہ اپنے خاندانوں کی پوری پوری فرمان برداری کیا کریں۔ جو کچھ وہ کما کر لائیں۔ اور آپ کو اس سے کھلائیں پلائیں اور پہنائیں۔ آپ ان کا بے حد شکر یہ ادا کریں۔ ان کے حق میں بکثرت دعائیں مانگا کریں اور ان کی خیر خواہی اور خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ ان کی ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور احسان کی پوری قدر کیا کریں۔ اور خیردار! یہ کلمہ کبھی منہ سے نہ نکالیں۔ میں نے تیرا کیا دیکھا ہے۔ یہ کلمہ ہی سب سے بڑھ کر کفرانِ نعمت کا موجب ہے۔ اور عورتوں کو دوزخ میں لے جانے کا باعث!

### رفق و حلم اور انکسار

#### رفق موجب عطا ہے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ مَا لَا

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف حدیث ۲۸۱۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۸۳/۳ حدیث ۲۸۱۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب النکاح باب کفران العشير وهو الزوج وهو الخليط من المعاشرة حدیث ۵۱۹۷۔ صحیح مسلم کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاة الکسوف من امر الحنة والنار حدیث ۹۰۷۔

(۱) يُعْطَى عَلَى الْعُنْفِ (ابن ماجہ)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رفیق (نزی کرنے والا) ہے۔ اور جو کچھ وہ رفیق (نزی) پر عطا فرماتا ہے۔ وہ سختی پر عطا نہیں کرتا۔“

### نزی اور بردباری کی برکت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کو نزی سے حصہ مل گیا۔ اُسے دُنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ مل گیا اور جو شخص نزی اور بردباری کے حصہ سے خالی رہا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے حصہ سے محروم رہا۔“ (مشکوٰۃ) (۲)

### دوزخ کی آگ حرام

((وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلا أَخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ هَيْئٍ لَيْبٍ قَرِيبٍ سَهْلٍ)) (ترمذی) (۳)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں۔ کہ حرام ہو آگ پر اور وہ شخص کہ آگ حرام ہو اس پر۔ (سنو) حرام ہے آگ ہر آہستہ مزاج نزم طبیعت! لمنسار اور نزم ہو پر۔“

نوٹ :- معلوم ہوا کہ آہستہ مزاجی، نزم طبعی، لمنساری، حوصلہ مندی، بردباری اور برداشت اللہ کو بہت پسند ہیں۔ دراصل یہ اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سیرت کی دہن کا سنگار ہیں۔ کہ مومن موحد کو حلیم و رفیق اور متحمل و برو بار ہونا اخلاق کے تقاضوں سے ہے۔ ایک اور حدیث بطریق ارسال حضرت کھول کی روایت سے ترمذی میں ہے۔

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الرفق حدیث ۳۶۸۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳/۲۱۹ حدیث ۲۹۸۹۔ یہ الفاظ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق حدیث ۲۵۹۳ میں سیدہ عائشہؓ کی روایت میں بھی موجود ہیں۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الرفق والحیاء و حسن الخلق حدیث ۵۶۷۵ بحوالہ شرح السنۃ للبلغوی ۱۳/۷۴ حدیث ۳۳۹۱۔ اس حدیث میں پہلا حصہ مسند احمد ۶/۱۵۹ میں بھی موجود ہے۔ جبکہ یہ حدیث سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الرفق حدیث ۲۰۱۳ میں سیدنا ابی الدرداءؓ سے بھی مروی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۲ حدیث ۲۰۱۳۔ اس روایت کی مکمل تخریج کے لیے ملاحظہ ہوں۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲/۲۸ حدیث ۵۱۹۔

(۳) سنن الترمذی ابواب صفة القيامة باب فضل كل قريب هين سهل۔ حدیث ۲۲۸۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۲۰۱ حدیث ۲۲۸۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۴/۶۱۱ حدیث ۹۳۸۔

حضور فرماتے ہیں۔

((الْمُؤْمِنُونَ هَيَّبُونَ كَالْحَمَلِ الْآنْفِ اِنْ قَيْدَ اَنْقَادَ وَاِنْ اُنْبِخَ عَلٰى صَخْرَةٍ  
اِسْتِنَاخَ)) (ترمذی) <sup>(۱)</sup>

”مومن نرم خو، بردبار اور منقاد ہوتے ہیں۔ مثل اونٹ مہاردار کے۔ اگر (اونٹ کو) کھیچا جائے۔ تو کھینچ جائے اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے۔ تو بیٹھ جائے۔“

نوٹ :- اس حدیث میں مومن کی پچان بردباری، فرمانبرداری اور نرم خو ہونا بتایا گیا ہے۔ اور شریعت کی تابعداری میں وہ مثل اونٹ، دھرا دھر مڑتا، اٹھتا بیٹھتا اور چلتا پھرتا ہے۔ اسی طرح مومن بھی جسکی تکلیف شریعت کے ہاتھ میں ہے۔ اشاؤں پر چلتا ہے۔ اسوہ رسول ﷺ کی پیروی میں نہایت خلیق، شگفتہ مزاج، نرم خو اور شیریں کلامی سے بیگانوں کو اپنانے والا ہوتا ہے۔

### انکسار اختیار کرو

((عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ بْنِ الْمُجَاشِعِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ أَوْخَى  
إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ)) (ابن ماجہ) <sup>(۲)</sup>

”عیاض بن حمار جاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی (خفی) بھیجی۔ کہ تم (سب لوگ) انکسار تو واضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی شخص کسی شخص پر (علم، ہنر، مال، طاقت، حسن، اولاد، سرداری میں) فخر نہ کرے۔“

### رحمت للعالمین کا انکسار

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز (سواری کے لئے) تین تین

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الرفق والعیاض و حسن الخلق حدیث ۵۰۸۶۔ بحوالہ ترمذی۔ یہ روایت مرسل ہے۔ سنن ترمذی میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ واللہ اعلم بالصواب شرح السنۃ بغوی ۱۳/۸۶ میں یہ روایت نقلیاً موجود ہے۔ اس طرح یہ روایت حلیۃ الاولیاء ۵/۲۰۵ حدیث ۶۸۶۵ اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی کتاب الزہد ۱۳۰/۳۸۷ میں موجود ہے۔ یہ مرسل صحیح الاسناد ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲/۶۱۰-۶۰۹ حدیث ۹۳۶۔ سنن ابن ماجہ المقدمۃ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدين المہدیین حدیث ۳۳ کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ فانما المؤمن کالحمل الانف۔ حیثما قید انفار۔ بے شک مومن اس اونٹ کی مانند ہے جس کی ناک میں (ککڑی) ڈالی گئی ہے جدھر کچھ چوڑا دھر چلتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳۳/۳۳-۳۲ حدیث ۴۱۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۴/۶۱۰ حدیث ۹۳۷۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الحنۃ و صفۃ نعیما و اہلہا حدیث ۲۸۶۵۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب البراءۃ من الکبیر و التواضع حدیث ۴۱۷۹۔

آدمیوں کے لئے ایک ایک اونٹ تھا۔ اور ہم باری باری (ایک اونٹ پر) سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابولبابہؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ شریک تھے (چلتے چلتے) جب حضرت انور ﷺ کی پیادہ چلنے کی باری آئی۔ تو آپ کے ہمراہیوں نے عرض کیا۔ (آپ سوار ہیں) ہم آپ کی جگہ پیدل چلتے ہیں۔ آپ نے (اونٹ سے اتر کر) فرمایا۔ مَا أَنْتُمْ بِأَقْوَى مِنِّي وَمَا أَنَا أَعْنَى عَنِ الْأَجْرِ مِنْكُمْ ابولبابہؓ علیؓ (سنو) تم دونوں مجھ سے کوئی زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔ اور میں تم دونوں میں سے اجر و ثواب کا کسی سے کم محتاج نہیں ہوں۔“ (مشکوٰۃ) (۱)

ملاحظہ:- عالموں، واعظوں، خطیبوں، پیروں، صوفیوں، گدی نشینوں، سرداروں اور سب مسلمانوں کو حضرت انور ﷺ کے متذکرۃ الصدر انکسار کی طرف غور کرنا چاہئے۔ کہ شمع رسالت کے پروانے آپ کی باری میں پیدل چلنا چاہتے ہیں۔ لیکن رحمت دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ اور کیسی حکمت اور آئینہ ولی سے ان کی درد خواہی کرتے ہوئے ان کو سفر کی مشقت سے بچاتے ہیں۔ کہ تم کوئی مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔“ کہ تم پیدل چلو اور میں سوار ہی رہوں، نہیں۔ بلکہ اب تم اپنی باری سے سوار ہو جاؤ۔ اور میں پیدل چلون گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ میں ثواب کا تم سے کم محتاج نہیں ہوں۔

یا اللہ! ایسے غمخوار اُمت اور ہمدرد بے کساں رسول اللہ ﷺ پر درختوں کے پتوں، بارش کے قطروں اور آسمان کے ستاروں برابر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ درود و سلام کی برکھا برسا۔

حضرت عبداللہ بن اوفیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (مضور از راہ تواضع) بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے یا ان کا کام کرنے میں عار نہیں کرتے تھے۔“ (نسائی شریف) (۲)

کتے اور سور سے خوار تر

حضرت عمرؓ نے برسر منبر فرمایا لوگو! تواضع اور انکسار اختیار کرو۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ جو شخص اللہ کی خوشی کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ اس کا رتبہ بلند کر دیتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی نظر میں خود کو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد باب آداب السفر حدیث ۳۹۱۵ بحوالہ شرح السنة ۱۱/۳۵ حدیث ۲۶۸۶۔ مسند احمد ۱/۳۲۳، ۳۲۲، ۳۱۸، ۳۱۱ مستدرک حاکم کتاب المغازی والسرایا ۳/۲۳ حدیث ۳۲۹۹ طبع جدید طبع قدیم ۳/۲۰۔ الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان کتاب السیر باب الخروج و کیفیة الجہاد ۱۱/۳۵ حدیث ۳۷۳۳۔ علامہ شعیب الارناؤط فرماتے ہیں اسنادہ حسن۔ اس کی سند حسن ہے۔ بتحقیق صحیح ابن حبان ۱۱/۳۵ حدیث ۳۷۳۳۔ بتحقیق شرح السنة ۱۱/۳۶ حدیث ۲۶۸۶۔ علامہ البانی یونس نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الموارد الطمان الی زوائد ابن حبان ۴/۱۳۵ حدیث ۱۳۰۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۵/۳۲۶ حدیث ۲۲۵۷۔

(۲) سنن نسائی کتاب الجمعة باب ما يستحب من تفسیر الخطبة حدیث ۱۳۱۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن نسائی ۱/۳۵۶ حدیث ۱۳۱۳۔



چھوٹا (حقیر) سمجھتا ہے۔ لیکن وہ لوگوں کی نظروں میں بڑا عزت والا ہوتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور اس میں اپنی عزت جانتا ہے۔ وہ درحقیقت لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ (جب وہ بڑا مغرور اور متکبر ہو جاتا ہے تو) لوگ اس کو کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔“ (مشکوٰۃ) (۱)

﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورة الحجر : ۸۸)

”اے پیغمبر! ایمان والوں کے لئے اپنا بازو (بازوئے رحمت) جھکا دے۔“

جب رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں مسلمانوں کے لئے تواضع اور انکسار کا ارشاد ہو رہا ہے۔ تو اس سے امت کو تواضع کی اہمیت پر غور کرنا چاہئے۔ اور پھر تازیت سرپائے انکسار بن کر زندگی گزارنی چاہئے۔

## ارسال ہدایا اور مہمان نوازی

ارمغان سے کینے دُور

((وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُهْدِي الضَّغَائِنَ)) (ترمذی) (۲)

”حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کر کے روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (مسلمانو!) آپس میں ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو۔ کہ تحفے بھیجنا کینوں کو دور کرتا ہے۔“

ملاحظہ:- دل کی رنجشوں، کدورتوں، کینوں اور بغض و عناد کو دور کرنے کے لئے تحفہ سب سے بڑا تریاق اور علاج الامثال ہے۔ تحفہ نہ صرف دل کے ان روگوں کو مٹاتا ہے۔ بلکہ آپس میں الفت و محبت اور یگانگت پیدا کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے درمیان میل ملاپ اور محبت کی راہیں کھولتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور دینی بھائیوں اور دوستوں، آشناؤں کو ضرور ضرور تحفے بھیجا کریں۔ اور اس نیک پاک مسنون طریق کو سماج میں رواج دیں۔ ارسال ہدایا کی رسم کو عام کریں شجرۃ العطا یا کے بیٹھے پھل بکثرت کھایا کھلایا کریں۔ تاکہ اسلامی معاشرہ سینے کی بیماریوں سے پاک ہو جائے۔ اور الفت و اتحاد کی نسیم

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب و الکبر حدیث ۵۱۱۹ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۲۷۶/۶ حدیث ۸۱۳۰۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۳/۲۳۳ طبع جدید مع خزنج طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع باب فی الهبة و الهدیۃ حدیث ۳۰۲۷۔ مؤلف بیہقی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ترمذی کا حوالہ دیا ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ مشکوٰۃ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔ یہ حدیث مسند الشہاب ۱/۲۸۳ حدیث ۶۶۰ پر موجود ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو یوسف یعقوب بن محمد بن عبید الکوئی کذاب راجل سوء تھا۔ لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

جانفزا سے پھلے پھولے بڑھے اور ترقی کرے اور قوم کی ترقی کی راہ میں سنگ میل ثابت ہو۔

### خوشبودار پھل کا تحفہ

پھر یہ ضروری نہیں کہ تحفہ بڑا قیمتی ہی ہو۔ بلکہ کم قیمت تحائف اچھے رہتے ہیں۔ کہ نہ لینے والے پر گراں گزرتے ہیں۔ اور نہ دینے والے کی جیب پر بوجھ پڑتا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔ تحفے بھیجا کرو۔ کہ وہ سینوں کے کینوں کو دور کرتے ہیں۔ اگر ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا (مراد نہایت کم قیمت) تحفہ بھیجے۔ تو اسے حقیر نہ جانا چاہئے۔“ (ترمذی) (۱)

معلم کتاب و حکمت بانی اخلاق پیغمبر آفاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَنْ عَرَضَ عَلَيْهِ رِيحًا فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرِّيحِ)) (مسلم) (۲)

”جس شخص کو خوشبودار پھول (تحفہ) دیا جائے تو اسے واپس نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں احسان تھوڑا ہے۔ اور خوشبو بہت ہے۔“

### مہمان نوازی کے آداب

جب کوئی مہمان گھر آئے۔ تو دل و جان کے ساتھ اس کا استقبال بڑی محبت سے اس سے مصافحہ اور دیر سے ملیں تو معانقہ بھی کرنا چاہئے۔ پھر اسے بڑی عزت سے اچھی جگہ بٹھا کر خیریت و عافیت پوچھیں۔ رشتہ دار دوست آشنا ہو۔ تو دوسرے متعلقین کی خیریت بھی دریافت کریں۔ اور یہ سب باتیں ایسی محبت خوشی اور خندہ پیشانی سے بجا لائیں کہ اس حسن سلوک اور تپا کا نہ ملاپ سے اس کی بھوک پیاس ایک حد تک فرو ہو جائے۔ اور وہ محسوس کرنے کہ کسی صاحب اخلاق محبت کے پتلے اور مروت کے مجسمہ سے ملا ہے۔ اس کے لئے چائے یا پانی کا انتظام کریں۔ پھر وقت پر اسے اچھا کھانا کھلائیں اور جہاں تک ہو سکے مہمان کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں۔ اور اس کی

(۱) سنن ترمذی ابواب الولاء والہبة باب فی حث النبی ﷺ علی الہدیة حدیث ۲۱۳۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف

سنن ترمذی حدیث ۲۱۳۰۔ اس حدیث کی سند ابو مشر راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ الادب المفرد للبخاری باب قبول

الہدیة حدیث ۵۹۳ میں یہ روایت موجود ہے۔ تہادو و تحابوا۔ ایک دوسرے کو ہدیے دے دو اس سے تم باہم محبت کرو۔ علامہ البانی رحمہ اللہ

نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ صحیح الادب المفرد حدیث ۳۶۲۔ ارواء الغلیل حدیث ۱۶۰۱۔ اسی طرح اس حدیث کا

آخری حصہ ”کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو (یا اس کے ہدیے کو) حقیر نہ سمجھے اگرچہ اس کا بھیجا ہوا ہدیہ بکری کا آدھا پایا ہی ہو۔“ صحیح

بخاری کتاب الہبة و فضلها و التحریض علیہا حدیث ۲۵۶۶ اور صحیح مسلم کتاب الزکاة باب الحث علی

الصدقة ولو بالقلیل ولا تمتع من القلیل لاحتقاره حدیث ۱۰۳۰۔ میں موجود ہے۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب و غیرہا باب استعمال المسک و انه اطیب الطیب و کراهة رد الريحان

والطیب حدیث ۲۲۵۳۔



یادچی سے معلوم کر کے) فرمایا۔ لاتجمعن جو عا و کذبا۔۔۔۔۔ ”بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرو“۔  
(ابن ماجہ) (۱)

## بخل و امساک۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ سخاوت و خیرات

بخیل کون ہوتا ہے

جو شخص مال دار صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہ دے۔ اس کو بخیل کہتے ہیں۔ یہ بخیل بے رحم۔ سنگ دل۔ تنگ خیال۔ بے مروت۔ ناپاس‘ حق تلف اور قوم کش ہو کر اللہ کے نزدیک معتبوب اور مسلمانوں کے ہاں مطرود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:-

﴿وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنْتَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرًّا لَّهُمْ ط سَيَطُوفُونَ مَا بِبَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (سورۃ آل عمران : ۱۸۰)

”جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہے اور وہ اس کے ساتھ بخل کرتے ہیں۔ (زکوٰۃ و خیرات نہیں دیتے) انہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ایسا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ یہ (بخل) ان کے لیے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے روز اسی بخل کئے گئے (بے زکوٰۃ) مال کو طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔“ (آل عمران)

بخیل کا انجام

ظاہر ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ صدقہ فرض سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ وہ ناقلاً طور پر کس طرح صدقات و خیرات دے سکتا ہے۔ اسلام نے بخل اور امساک کی سخت مذمت کی ہے۔ اور ایسے تجوس‘ طامع‘ حریص اور تنگ دل انسان کو سخت جھنجھوڑا ہے۔ گوشمالی کی ہے۔ اور اللہ کے عذابوں سے سخت ڈرایا ہے۔ خود حضرت انور ﷺ نے بخل سے پناہ مانگتے ہوئے امت کو اس رذالت سے بچنے کا سبق دیا ہے۔ (۲) ارشاد نبوی ﷺ ہوتا ہے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ ..... مِنَ الْبُخْلِ ..... ”خداوند! میں بخل سے تیری جناب میں پناہ چاہتا ہوں۔“ (۳) پھر حضور ﷺ نے فرمایا السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ ..... قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب عرض الطعام حدیث ۳۲۹۸۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳/۱۲۵ ابن ماجہ حدیث ۲۶۸۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التعود من عذاب القبر حدیث ۲۳۶۵۔

(۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی السخاء حدیث ۱۹۶۱ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۹۶۱۔ اس حدیث کی سند سعید بن محمد الوراق کی وجہ سے انتہائی ضعیف ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۱/۲۸۵ حدیث

قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ . بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ ..... ”خنی (زکوٰۃ) خیرات اور صدقات دینے والا) نزدیک ہے اللہ تعالیٰ کے، نزدیک ہے بہشت کے، نزدیک ہے لوگوں (کے دلوں) کے، اور دور ہے دوزخ سے۔ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ . بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ ..... ”اور بخیل (زکوٰۃ) خیرات صدقات نہ دینے والا) دور ہے اللہ تعالیٰ سے، دور ہے بہشت سے، دور ہے لوگوں (کے دلوں) سے، نزدیک ہے دوزخ کے۔“ وَالْجَاهِلُ السَّخِيُّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ عَابِدِ الْبَخِيلِ۔“ اور جاہل مخیر خدا کے نزدیک عابد کجیوں سے زیادہ محبوب ہے۔“ (ترمذی)

### صدقہ آگ سے بچاتا ہے

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ خدا نے فرمایا:-  
 ((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)) (نسائی) (۱)  
 ”صدقہ کر کے آگ سے بچو۔ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔“

### صدقات و خیرات کا وقت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کونسا صدقہ ثواب میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ صدقہ جو تندرستی کی حالت میں کرے۔ جب کہ مال اکٹھا کرنے کی تجھے حرص ہو۔ افلاس کا خوف اور مالداری کی امید ہو، نہ اس وقت کہ ﴿إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا. وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.....﴾۔ ”جب جان نکل رہی ہو۔ تو تو کہے یہ چیز فلاں شخص کو دے دو۔ اور یہ مال فلاں کے لیے ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں (اور مال و دولت) خود بخود اس وقت دوسروں کی ہو جاتی ہیں۔“ (بخاری) (۲)

## پردہ پوشی اور زکرت گاہاں

### پردہ پوشی کا شرعی حکم

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا إِلَّا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (مسلم) (۳)

- (۱) صحیح بخاری کتاب الزکاة باب اتقوا النار ولو بشق تمره والقليل من الصلقة حديث ۱۳۱۷۔ صحیح مسلم کتاب الزکاة باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمره او كلمة طيبة وانها حجاب من النار حديث ۱۰۱۶۔  
 (۲) صحیح بخاری کتاب الزکاة باب فضل صدقة الشحيح الصحيح حديث ۱۳۱۹۔  
 (۳) صحیح مسلم کتاب البر والصله باب بشاره من ستر الله تعالى عليه في الدنيا بان يستره عليه في الآخرة حديث

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالے گا قیامت کے روز اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔“

### مسلمان بھائیوں کے عیب چھپاؤ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے قیامت کے روز اللہ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کرتا ہے (کہ رسوا ہو) اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ظاہر کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کے گھر میں اس کو رسوا کر دے گا۔ (ابن ماجہ) <sup>(۱)</sup>

### زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کا احیا

حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من رای عورۃ فسترھا کان کمن احیاموودة ”جس شخص نے دیکھا کسی کا عیب پھر پردہ ڈالا اس پر۔ اس کو اتنا ثواب ہے کہ گویا اس نے زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکال کر جان بچائی۔“ <sup>(۲)</sup>

### نہ عار دلاؤ نہ عیب ڈھونڈو

حضرت ابن عمرؓ <sup>(۳)</sup> سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) منبر پر چڑھے۔ اور بلند آواز سے (نہایت اہم و عظم) فرمایا۔ اے لوگو! جو زبان تو ایمان لائے ہو۔ لیکن دل پر ایمان نہیں اترا۔ (سنو!) تم مسلمانوں کو (کسی قسم کی) ایذا نہ دو۔ انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کے عیب نہ ڈھونڈو۔ ان کی پوشیدگیوں کے پیچھے (بلاوجہ) نہ پڑوان کی لغزشیں انہیں ذلیل کرنے کی غرض سے نہ ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیبوں اور پوشیدگیوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اور جس کے عیبوں کے پیچھے اللہ پڑ جائے۔ اللہ اسے بدنام کر کے رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے گھر میں بھی اس کی بدنامی اور رسوائی ہو جاتی ہے۔“

- (۱) سنن ابن ماجہ کتاب الحدود باب المستر علی المومن و رفع الحدود بالشبهات حدیث ۲۵۴۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۳۱۹-۳۱۸ حدیث ۲۰۷۹۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۵/۳۲۸ حدیث ۲۴۳۱۔
- (۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی المستر علی المسلم حدیث ۳۸۹۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۸۹۱۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۳/۳۲۳۔ حدیث ۱۲۶۵۔
- (۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی تعظیم المومن حدیث ۲۰۳۲۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی حدیث ۳۹۱/۲۔

نوٹ:- اس حدیث سے پتہ چلا کہ جو شخص مسلمانوں کو ایذا دیتا ہے انہیں عار دلاتا ہے۔ ان کے عیب ڈھونڈتا ہے وہ نام کا مسلمان ہے۔ اس کا دل نور ایمان سے خالی ہے۔

مرے ہوؤں کو نیکی سے یاد کرو

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ كُرُوا مَحَاسِينَ مَوْتَانِكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ))<sup>(۱)</sup>

”حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے مرے ہوؤں کی نیکی کا ذکر کیا کرو۔ اور ان کی برائیوں کے ذکر سے زبان بند رکھو۔“ (ابوداؤد)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرے ہوئے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے برائی سے یاد کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

((لَا تَذْكُرُوا هَلْكَائِكُمْ الْإِخْوَانِ)) (نسائی)<sup>(۲)</sup>

”اپنے مرے ہوؤں کو ہمیشہ نیکی سے یاد کیا کرو۔“

جناب عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

((لَا تَسْبُوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَرُوا إِلَيَّ مَا قَدَّمُوا))<sup>(۳)</sup>

”مرے ہوؤں کو (خبردار!) برانہ کہو۔ اس لیے کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ چکے ہیں۔“ (نسائی)

## تجسس بدظنی

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَظَنٌّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ

الْحَدِيثِ وَلَا تَحْسَسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ

اللَّهِ إِخْوَانًا وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا تَنَافَسُوا)) (بخاری - مسلم)<sup>(۴)</sup>

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی النهی عن سب الموتی حدیث ۳۹۰۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ صحیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۹۰۰۔

(۲) سنن نسائی کتاب الحناظر باب النهی عن ذکر الهلکی الا بخاری حدیث ۱۹۳۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن نسائی ۳۹/۲ حدیث ۱۹۳۳۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الحناظر باب ما ینہی من سب الاموات حدیث ۱۳۹۳۔ سنن نسائی کتاب الحناظر باب النهی عن سب الاموات حدیث ۱۹۳۸۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینہی عن التحاسد والتدابیر حدیث ۶۰۶۳۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحريم الظن والتجسس والتنافس والتناجش ونحوها حدیث ۲۵۶۳۔

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ گمان بد سے بچو۔ کیونکہ گمان بد دروغ ترین گفتار ہے۔ اور خیریں نہ نکالا کرو۔ اور کھوج نہ کیا کرو۔ اور ہو بدی پر افسوس نہ کرو۔ اور آپس میں حسد نہ کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور جاؤ بندے اللہ کے بھائی بن کر۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ اور (اللہ سے غافل ہو کر) نہ سمجھ جاؤ دنیا میں۔“

### آٹھ ممانعتیں

یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے جوامع الکلم سے ایک اعجازی حدیث ہے۔ جو دروس اخلاق میں ایک بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ اگر مسلمان اس ایک حدیث پر عمل کریں تو ان کے سینے کے سینکڑوں اخلاقی روگ مٹ سکتے ہیں۔ اور ایک مطمئن زندگی کی موالاتی برکات اور مواخاتی نعمتوں سے سارا معاشرہ مستفیض ہو سکتا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے آٹھ باتوں سے منع فرمایا ہے۔ ہم انہیں آپ کے عمل کی خاطر بالتشریح بیان کرتے ہیں۔

❶ گمان بد سے اجتناب :- حضور ﷺ نے گمان بد کو اکذب الحدیث فرمایا ہے۔ گویا بدگمانی تمام بری اور جھوٹی باتوں میں سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِنَّمَا (سورۃ الحجرات : ۱۲) کہہ کر گمان بد سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ نفس جب کسی پر کچھ گمان کرتا ہے کہ فلاں ایسا ہے۔ اور درحقیقت وہ ویسا نہیں ہوتا۔ تو پھر وہ گمان جھوٹ اور شیطانی القا ہوا۔ اور جس گمان کو اکذب الحدیث کہا ہے اور اس سے سختی منع کیا ہے۔ مراد اس سے وہ برائے ظن ہے۔ جو دل میں مضبوط پختہ اور مصمم ہو۔ بغیر کسی قرینہ و دلیل کے۔ گمان بد سے عام طور پر اجتناب کا حکم ہی آیا ہے۔ جب تک کوئی بات یقین کے درجہ کو نہ پہنچ جائے۔ قرآن اور دلائل کے ساتھ اس وقت تک ہر مسلمان پر نیک ظن رکھنے کا ہی حکم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

(حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ) (۱)

”نیک گمان رکھنا حسن عبادت سے ہے۔“

❷ تجسس کی ممانعت :- تجسس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عیبوں اور پوشیدہ باتوں کی (بلا ضرورت شرعی) چھان بین کرنا دریافت اور جستجو میں رہنا۔ کھوج اور سراغ لگاتے رہنا۔ بذات خود مسلمانوں کے عیبوں کا تفحص کرنا۔ شریعت میں ایسا کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ کسی مسلمان کو رو دیا نہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیبوں کی ٹوہ میں رہے۔ بدیوں کو تلاش کرتا پھرے۔ اس سے بعض وعناد بڑھتا ہے۔ اور فتنہ و فساد کے شعلے

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی حسن الظن حدیث ۴۹۹۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث

۴۹۹۳۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۱۴۰/۷۔ حدیث ۳۱۵۰۔



بلند ہوتے ہیں۔

تجسس کی بندش:۔ تجسس اور تجسس دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ خبریں نکالنا۔ جاسوس اور جاسوس خبریں ڈھونڈنے والے کو کہتے ہیں۔ جاسوس وہ ہے۔ جو دوسرے کی خاطر خبریں ڈھونڈ کر لائے۔ اور جاسوس اپنے لیے سراغ لگاتا اور کھوج نکالتا ہے۔

تتبعش سے کنارہ کشی:۔ تتبعش کے معنی کسی کو بدی اور شرارت پر اکسانا اور ورغلانا تو تتبعش سے نہیں کا یہ مطلب ہوا۔ کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کسی قسم کی برائی۔ بدی۔ شرارت اور غیر شرعی بات پر نہ اکسائے۔ نہ رغبت دلائے۔ نہ ورغلائے اور نہ آمادہ کرے۔ اور تتبعش کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ کہ ایک چیز کی قیمت زیادہ لگانی بغیر خریدنے کے ارادہ کے تاکہ لوگ دیکھا دیکھی اس قیمت پر خرید لیں۔ اس مرض میں مسلمان بکثرت مبتلا ہیں۔ نیلاموں۔ منڈیوں اور بازاروں میں خرید و فروخت کے وقت اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مالکوں نے اپنے آدمی چھوڑ رکھے ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کو ورغلائے اور پھسانے کے لیے فرضی طور پر مال کی قیمت بڑھا کر آواز دیتے ہیں۔ اور اس طرح دھوکہ فریب کے ذریعہ مال کے بڑے دام وصول کرتے ہیں یہ تتبعش ہے۔ جس کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اخلاقی عیب ہے۔ اور اس طرح کی کمائی پاکیزہ نہیں ہو سکتی۔

تحاسد سے احتراز:۔ حسد بڑی بری بیماری ہے۔ کہ اس کا مریض دوسرے (غیر ظالم) کی خوشحالی، حسن و جوانی، مال و دولت اور انعام و اکرام کو دیکھ کر زوال چاہتے ہوئے اپنے لیے خواہش کرتا ہے۔ یاد رہے کہ حسد حد درجہ اخلاقی برائی اور بدی ہے، جسبھی تو حدیث میں آیا ہے۔ کہ حسد ایمان کو کھا جاتا ہے۔ بالکل اس طرح جس طرح لکڑی کو آگ۔

بغض سے علیحدگی:۔ بغض دل میں کسی کے متعلق کینہ۔ نفرت اور بیرکھنے کو کہتے ہیں۔ اس مرض سے قوم میں افتراق و انتشار اور فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکتے ہیں۔ انسانی ہمدردی اور بھائی بندی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس لیے اسلام نے بغض (نه بغض للہ) سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ حضرت انور ؑ نے فرمایا:۔

((الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ))<sup>(۱)</sup>

”حسد اور بغض..... موٹہ نے والے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ بالوں کو موٹہ تے ہیں۔ بلکہ دین کو موٹہ تے ہیں۔“

## تین دن سے زیادہ ترک ملاقات حرام ہے

حضرت ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں۔ کہ

(۱) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب فی فضل صلاح ذات البین حدیث ۲۵۱۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن

ترمذی ۲/۶۰۷ حدیث ۲۵۱۰۔

اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات کرے۔ کہ جب (آتے جاتے) دونوں ملیں۔ پھر منہ پھیر لے یہ ایک طرف اور منہ پھیر لے وہ دوسری طرف اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے۔ جو کہ ابتدا کرے سلام کے ساتھ۔ (مسلم)<sup>(۱)</sup>

## رشوت، خیانت اور مشورہ

### راشی مرتشی ملعون ہیں

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِيِ وَالْمُرْتَشِيِ)) (ابن ماجه) (۲)

”حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رشوت دینے والے (راشی) اور رشوت لینے والے (مرتشی) پر خدا کی لعنت و پھینکا ہو۔“

(نوٹ:۔)۔ خدا کی لعنت نہایت شدید بددعا اور غضب خدا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کفار مکہ نے احد کے میدان میں سخت ایذا پہنچائی۔ طائف میں جب آپ پر مشرکوں نے پتھر برسائے اور آپ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ تو دوستوں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ! ان پر بددعا (لعنت) کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي لَم أَبْعَثُ لِعَانًا وَلَكِنْ بُعِثْتُ رَحْمَةً)) (۳) [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

”خدا نے مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا (لوگوں کے لیے رحمت بن کر آیا ہوں)۔“

غور کریں کہ کافروں اور مشرکوں پر ان کے کمال ظلم کی حالت میں حضور ﷺ نے کبھی لعنت نہیں فرمائی۔ لیکن راشی مرتشی پر آپ لعنت فرما رہے ہیں۔ اس سے رشوت کی برائی کی سنگینی اور سختی کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب الهجرة حديث ۶۰۷۷۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحريم الهجرة فوق ثلاثة ايام بلا عذر شرعي حديث ۲۵۶۰۔

(۲) سنن ابن ماجه كتاب الاحكام باب التغليظ في الحيف و الرشوة حديث ۲۳۱۳۔ حديث صحيح ہے۔ صحیح ابن ماجه ۲/۲۵۰۔ حديث ۱۸۸۵۔ یہ حدیث ”عن رسول اللہ ﷺ الراشي والمرتشي۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔“ کے الفاظ کے ساتھ سنن ابوداؤد کتاب الاقضية باب في كراهية الرشوة حديث ۳۵۸۰۔ سنن ترمذی ابواب الاحكام باب ماجاء في الراشي والمرتشي في الحكم حديث ۱۳۳۷ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۴/۳۹۳۔ حديث ۳۵۸۰۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۲۹۴۔ حديث ۱۳۳۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب النهي عن لعن الدواب وغيرها حديث ۲۵۹۹۔

## سفارش کے عوض تحفہ لینا

حدیث شریف میں ایک دوسرے کی طرف تحفے بھیجنے کا ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ اور دل صاف ہوتا ہے۔ لیکن یہی تحفہ جب کسی سفارش جائز کے عوض قبول کیا جائے۔ تو ناجائز ہو جاتا ہے۔ حضرت انور ﷺ فرماتے ہیں:

”جو کسی کی سفارش کرے۔ اور سفارش کی عوض وہ اسے تحفہ بھیجے۔ اور وہ قبول کر لے۔ تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوا“۔<sup>(۱)</sup>

## مسلمان خیانت نہیں کرتا

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْحُو الْمُسْلِمَ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ))<sup>(۲)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ مسلمان بھائی ہے مسلمان کا۔ پھر وہ (بحیثیت مسلمان) اپنے مسلمان بھائی سے خیانت نہیں کرتا۔“

## خیانت سے اللہ کی بیزاری

حضرت ابو ہریرہؓ مروفا روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

((أَنَا تَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ))<sup>(۳)</sup>

”میں دو (کاروباری) شریکوں کے ساتھ تیسرا شریک ہوتا ہوں۔ جب تک کہ وہ ایک دوسرے کی خیانت نہیں کرتے فَاذًا اخَانَهُ خَوَّجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا پھر جب ایک شریک دوسرے کی خیانت کرنے لگتا ہے۔ تو میں اس شرکت سے نکل جاتا ہوں۔“

(نوٹ):۔ دو شریکوں میں اللہ کے شریک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جب دو شریک ایمان داری اور راست بازی

(۱) سنن ابوداؤد کتاب البيوع باب في الهدية لقضاء الحاجة حديث ۳۵۳۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳۸۳/۲۔ حدیث ۳۵۳۱۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحريم ظلم المسلم و خذله و احتقاره و دمه و عرضه و ماله حديث ۲۵۶۳۔ سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم حديث ۱۹۲۷۔

(۳) سنن ابوداؤد کتاب البيوع باب في الشركة حديث ۳۲۸۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۲۸۳۔ ارواء الغلیل ۲۸۸/۵۔ حدیث ۱۳۶۸۔

سے کاروبار کرتے ہیں۔ تو تیسرا اللہ ان میں شریک ہو کر اس کام کی خیریت و برکت اور یمن و سعادت کا باعث ہوتا ہے۔ پھر جب ان دونوں میں سے کوئی خیانت کرتا ہے۔ تو اللہ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی جگہ شیطان آ جاتا ہے۔ پھر وہ کاروبار بے برکت اور برباد ہو جاتا ہے۔

### مشورہ امانت ہے

((عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ)) (ابن ماجہ)<sup>(۱)</sup>

”حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ جس شخص سے مشورہ پوچھا جائے۔ وہ بمنزلہ امین کے ہوتا ہے۔“

(نوٹ):۔ یعنی مشورہ پوچھنے پر اگر کسی نے دیانت داری سے صحیح صحیح مشورہ دے دیا۔ تو اس نے امانت مشورہ ادا کر دی اور اگر جان بوجھ کر غلط مشورہ دیا۔ تو اس نے جرم خیانت کا ارتکاب کیا۔ وہ قیامت کے روز پوچھا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

((إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُبَشِّرْ عَلَيْهِ)) (ابن ماجہ)<sup>(۲)</sup>

”تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی سے مشورہ چاہے تو اسے چاہئے کہ اس کو (ایمانداری سے نیک) مشورہ دے۔“

## صلح و صفائی

### صلح کروانے کا درجہ

حضرت ابی درداءؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ ذَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلَاةِ))<sup>(۳)</sup>

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المستشار مؤتمن حدیث ۴۷۴۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ

۲۳۱/۳۔ حدیث ۳۰۳۵۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۱۹۳/۳۔

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المستشار مؤتمن حدیث ۴۷۴۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابن ماجہ

حدیث ۷۵۳۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۳۳۲/۵۔ حدیث ۲۳۱۷۔ اس حدیث کی سند ابی الزہیر کی تدلیس اور عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اصلاح ذات البین حدیث ۴۹۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۰۶/۳۔

حدیث ۴۹۱۹۔

”کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں۔ کہ جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقے کے درجہ سے افضل ہے؟“  
صحابہؓ نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیے اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا۔ ﴿اصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ﴾ ”دو آدمیوں کے درمیان صلح کر دینا“۔ اور (سنو!)  
(فَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْخَالِقَةُ)

”دو آدمیوں کے درمیان فتنہ و فساد ڈالنا دین کو موثر بنا ہے“ (ابوداؤد)<sup>(۱)</sup>

حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مسلمانوں کے درمیان ایسی صلح کرانی جائز نہیں۔ جو حلال کو حرام کر دے۔ اور حرام کو حلال کر دے۔ (ابن ماجہ)  
ملاحظہ:- صلح کروانے کا بیشک بڑا درجہ ہے۔ دونوں ناراض آدمیوں یا برادر یوں کو آپس میں ملا دینا اجر عظیم کا موجب ہے۔ لیکن صلح کے لیے اگر کوئی فریق غیر شرع شرط پیش کرے۔ یا کسی کو کسی کفریہ شریکہ رسم و رواج پر عمل کرنے کے لیے مجبور کیا جائے۔ تو ایسی صلح کرانا ناجائز ہے۔

## حیوانوں پر رحم

بدکار عورت کی بخشش:-

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غُفْرَتُ لِامْرَأَةٍ مُؤْمِسَةٍ ”ایک بدکار عورت کی بخشش دی گئی“۔ (کیسے؟) اس نے ایک کنوئیں کے قریب ایک کتے کو دیکھا۔ جو زبان نکال رہا تھا۔ اور پیاس کے مارے مرنے کے قریب تھا۔ اس عورت نے (پاؤں سے) اپنا مونہ نکال کر اپنے دوپٹے سے باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا۔ اور کتے کو پلایا۔ اس پر اللہ نے اس کو بخش دیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ کیا حیوانوں پر رحم کرنا بھی کارِ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا:- فِي كُلِّ ذَاتٍ كَبِدٌ رَطْبَةٌ اَجْرٌ۔ ”ہر ایک حیوان پر رحم کرنے سے اللہ اجر دیتا ہے“۔ (بخاری مسلم)<sup>(۲)</sup>

(۱) سنن ترمذی ابواب الاحکام باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس حدیث ۱۳۵۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب الصلح حدیث ۲۳۵۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۶۷/۲ حدیث ۱۳۵۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲۶۱/۴ حدیث ۱۹۱۹۔ ارواء الغلیل حدیث ۱۴۰۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیضمہ فان فی احدی جناحہ رإو و فی الاخری شفاء حدیث ۳۳۲۱۔ و کتاب المعظالم باب الابار علی الطرق اذا لم یتاذبها حدیث ۲۲۶۶۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البہائم المحترمة و اطعامها حدیث ۲۲۳۵۔ ۲۲۳۲۔

### ایک عورت عذاب میں

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے قبیلہ حمیر کی ایک گندی رنگ کی عورت کو درزخ میں دیکھا جو اس وجہ سے عذاب دی جا رہی تھی کہ اس نے (دنیا کی زندگی میں) ایک بلی کو باندھا رکھا تھا اور کھانے کو کچھ نہ دیا۔ اور نہ ہی اسے کھولا کہ وہ حشرات الارض اور چوہے وغیرہ کھا لیتی۔ (مسند امام اعظم) (۱)

### بے زبان حیوانوں کا حق

حضرت سہل بن حذلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) ایک اونٹ کے پاس سے گزرے۔ جس کی پیٹھ (کنزوری کی وجہ سے) اس کے پیٹ کے ساتھ مل گئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اِتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ۔ ”ان بے زبان حیوانوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو“۔ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوهَا صَالِحَةً۔ ”سواری کرو ان پر جب تک طاقت در اور قوی ہوں۔ اور ابھی طاقت در اور مضبوط ہی ہوں تو انہیں چھوڑ دو“۔ (ابوداؤد) (۲)

### جانوروں کو آپس میں مت لڑاؤ

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْوِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ)) (۳)  
”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے“۔ (ابوداؤد)

## آداب محفل

### جگہ فراخ کر دو

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (آداب مجلس کے متعلق) فرمایا۔ کوئی شخص کسی

- (۱) صحیح بخاری کتاب المساقاة باب فضل سقى الماء حديث ۲۳۶۵۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب تحريم قتل الهرة حديث ۲۴۳۴۔
- (۲) سنن ابوداؤد کتاب الجهاد باب ما يومر بن من القيام على الدواب والبهائم حديث ۲۵۳۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۱۰/۲۔ حدیث ۲۵۳۸۔
- (۳) سنن ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی التحریش بین البهائم حديث ۲۵۶۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۲۵۶۲۔

شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ ہاں (جب کوئی آجائے) تو کھل جاؤ۔ اور فراخ کر دو جگہ  
کو۔ (مسلم) (۱)

### دو آدمیوں کی مجلس

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
(لَا يَجْلُ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا) (ترمذی) (۲)  
”دو آدمیوں کے درمیان جا کر بیٹھ جانا بغیر ان کی اجازت کے جائز نہیں ہے۔“

### قیام تعظیمی کی ممانعت

((وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكَبِّرًا عَلَى عَصَا فَقُمْنَا لَهُ فَقَالَ  
لَا تَقُومُوا كَمَا يَقُومُ الْأَعَاجِمُ يُعْظَمُ بَعْضُهَا بَعْضًا)) (ابوداؤد) (۳)

”حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ عصار پر سہارا کئے ہوئے (ہماری مجلس  
میں) تشریف لائے۔ ہم آپ کی خاطر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ عجیبوں کی طرح کھڑے نہ  
ہوا کرو۔ کہ بعض ان کا بعض کی تعظیم کرتا ہے۔“

(نوٹ:)- کسی بزرگ عالم یا سردار کی آمد پر اہل مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ قیام تعظیمی حرام ہے۔  
رسول خدا نے جب اپنے لئے اس قیام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا۔ تو پھر امت میں سے اور کون اس قیام کے لائق ہو  
سکتا ہے۔ حضرت انورؓ نے یہاں تک فرمادیا:-

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرَّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) (ترمذی) (۴)

”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے تعظیماً کھڑے رہیں۔ تو اسے اپنی جگہ آگ میں بنا لینی  
چاہئے۔“

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قبل لكم نفسحوا فی المجلس فافسحوا حدیث ۲۴۷۰۔ صحیح مسلم

کتاب السلام باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه حدیث ۴۱۷۷۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنیہما حدیث ۲۷۵۲۔ یہ حدیث حسن صحیح  
ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۹۹ حدیث ۲۷۵۲۔

(۳) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قیام الرجل للرجل حدیث ۵۲۳۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد  
حدیث ۵۲۳۰۔

(۴) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن  
ترمذی ۳/۱۰۰ حدیث ۲۷۵۵۔

ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو عزیز نہ جانتے تھے۔ پھر جب آپ تشریف لاتے تو صحابہؓ آپ کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اس بات کو پسند نہیں فرماتے۔ (ترمذی) (۱)

### منہجائے مجلس میں بیٹھتے

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے۔ کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شرف باریابی پاتے۔ تو منہجائے مجلس میں بیٹھ جاتے تھے۔ (مسند امام اعظم) (۲)

(نوٹ):۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جب کوئی مجلس میں آئے۔ تو منہجائے مجلس میں ہی بیٹھ جائے۔ یہ کوشش نہ کرے کہ آگے ہی جا کر بیٹھے۔ یہ بات تہذیب اور اخلاق کے خلاف ہے۔

### دوسرے کی جگہ پر نہ بیٹھو

حضرت نافعؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا ایک آدمی دوسرے آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ حضرت نافعؓ سے پوچھا گیا۔ یہ حکم نماز جمعہ کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جمعہ کے لیے بھی۔ اور اس کے سوا بھی۔ (بخاری) (۳)

### مخفل کے درمیان آ بیٹھنے کی ممانعت

(عَنْ حُذَيْفَةَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ) (ترمذی) (۴)

”حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ اس شخص پر لعنت بھیجتے تھے جو حلقہ مجلس کے درمیان آ کر بیٹھ جاتا۔“

(نوٹ):۔ حلقہ مجلس کے درمیان آ کر بیٹھ جانا نہایت معیوب اور متکبرانہ فعل ہے۔ اس سے بچنا چاہئے

- (۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۰۰/۳ حدیث ۲۷۵۳۔
- (۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی التحلق حدیث ۳۸۲۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۸۶/۳۔ حدیث ۳۸۲۵۔
- (۳) صحیح بخاری کتاب الجمعة باب لا یقیم الرجل اعناه یوم الجمعة و یقدم مکانه حدیث ۹۱۱۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب تحريم اقامة الانسان من موضعه المباح الذي سبق اليه حدیث ۲۱۷۷۔
- (۴) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة القعود وسط الحلقة حدیث ۲۷۵۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۷۵۳۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۴/۹۷ حدیث ۶۲۸۔



اٹھ کر جگہ نہ دو

حضرت سعید بن ابوالحسنؒ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ شہادت دینے کے لیے ہماری مجلس میں تشریف لائے۔ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی جگہ ان کے لیے خالی کر دی حضرت ابو بکرؓ نے اس کی جگہ پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا:

((إِنَّ النَّبِيَّ نَهَى عَنْ ذَا)) (ابوداؤد) <sup>(۱)</sup>

”حضرت انور ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے۔“

## دعوت طعام

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ ائی الاسلام خیر اسلام کی کونسی خوبی بہتر ہے؟“ آپ نے فرمایا۔ تَطْعِمُ الطَّعَامِ۔ <sup>(۲)</sup> ”کھلانا طعام کا“۔ (بخاری)۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو کھانا کھلایا کرو۔ اس سے اسلامی اخوت۔ محبت۔ پیار۔ اور ہمدردی بڑھتی ہے۔ باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

وَيُجِبُهُ إِذَا دَعَا۔ <sup>(۳)</sup> ”جب کوئی کھانے کے لیے بلائے تو اس کی دعوت قبول کرو“۔ (مشکوٰۃ)۔ آج ایک صاحب چند دوستوں کو بلا کر کھانا کھلا دیں۔ کل دوسرے صاحب اور دو چار احباب کو اپنے دسترخوان پر بلا لیں۔ مہینے میں ایک دو بار ہر مرد مومن کو چاہئے۔ کہ وہ دعوت کی برکت و سعادت سے اپنے گھر کو اللہ کی رحمتوں سے معمور کیا کرے۔ اس نسخہ موالات پر عمل کر کے دیکھو کہ کس حیرت انگیز طور پر آپس میں برادرانہ اور دوستانہ تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے تعلقات کہ رشتہ داری کے روابط ان کے سامنے ہیچ ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلاموں کی دعوت بھی قبول فرمایا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ) <sup>(۴)</sup>

دعوت و لیمہ کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب تم کو شادی کے کھانا پر بلایا جائے۔ تو قبول کر لینا

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسہ حدیث ۴۸۲۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۸۲۷۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الاسلام حدیث ۱۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل حدیث ۳۹۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب اسلام حدیث ۴۶۳۰۔ سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تسمیت العاطس حدیث ۲۷۳۷ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۹۳/۳۔ حدیث ۲۷۳۷۔

(۴) سنن ترمذی ابواب الحنائز باب آخر فی سنة عیادة المریض و شہود الجنائز حدیث ۱۰۱۷۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب البراءة من الکبر والتواضع حدیث ۴۱۷۸۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۰۱۷۔ ضعیف سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۳۹۔ حدیث ۳۹۶۹۔ ۳۲۵۳۔

چاہئے۔ (ابن ماجہ) (۱)

((مَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ)) (۲)

”جو شخص دعوت (ولیمہ) قبول نہیں کرتا۔ وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔“

## شعر و شاعری

متنلی اور مسجع کلام کو کہنے والے نے موزونیت کا قصد کیا ہو۔ شعر کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو شعر کا ذکر کیا گیا۔ (یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ شعر اچھا ہے یا برا)۔ آپ نے فرمایا:-

((هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنَةٌ حَسَنٌ وَقَبِيحَةٌ قَبِيحٌ)) (۳)

”شعر (بھی) کلام ہے۔ پس اچھا اس کا اچھا ہے۔ اور برا اس کا برا ہے۔“ (دارقطنی)

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ عام کلام کی طرح شعر بھی ایک کلام ہے۔ اگر اس کلام کا مضمون اچھا ہے تو شعر بھی اچھا ہے۔ بہتر ہے۔ جائز ہے۔ اس کے کہنے سنانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اور اگر شعر کا مضمون برا ہے۔ فحش۔ غلیظ۔ گندہ۔ جھوٹ۔ اور مبالغہ آمیزی سے بھرا ہوا ہے۔ تو ایسا شعر برا اور خراب ہے۔ نکما۔ ناقص۔ ناشائستہ مکروہ اور ناجائز ہے۔ ایسے شعر کے کہنے سنانے میں اخلاق کی خرابی اور بربادی ہے۔

## بری شاعری کا نشان

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سفر میں جا رہے تھے۔ تو مقام عرج (۴) پر ایک شاعر سے حضور ﷺ کا سامنا ہوا۔ وہ شاعر (بڑی بیباکی سے) فحش شعر پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ خذُوا الشَّيْطَانَ۔ ”پکڑو اس شیطان کو۔ (یعنی منع کرو اس کو ایسے شعر پڑھنے سے) لَأَنَّ يَمْتَلِي جَوْفَ رَجُلٍ قَبِيحًا خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِي

(۱) صحیح بخاری کتاب النکاح باب حق اجابة الوليمة والدعوة و من اولم سبعة ايام و نحوه حديث ۵۱۶۳۔ صحیح

مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابة الداعي الى دعوة حديث ۱۳۲۹۔ سنن ابن ماجه كتاب النکاح باب اجابة الداعي حديث ۱۹۱۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب النکاح باب من ترك الدعوة فقد عصى الله و رسوله حديث ۵۱۶۶۔ صحیح مسلم کتاب

النکاح باب الامر باجابة الداعي الى دعوة حديث ۱۳۲۹۔

(۳) سنن الدارقطنی کتاب الوکالة باب خبر الواحد یوجب العمل ۹۰/۳۔ مشکوة المصابیح کتاب الآداب

باب البیان و الشعر حديث ۳۸۰۷۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسنادہ حسن۔ مشکوة بتحقیق البانی ۱۳۵۵/۳۔ سلسلہ الاحادیث الصحیحة ۱/۸۰۔

(۴) ایک بستی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے راستے میں آتی ہے۔

شعراً "البتة آدمی کا پیٹ اس کے لیے پیپ سے بھرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ بھرے ساتھ (ایسے گندے) شعر کے"۔ (صحیح مسلم) <sup>(۱)</sup>

اس حدیث میں گندے۔ غلیظ۔ اور فحش شعروں کو پیپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ بلکہ ایسے شعروں سے پیپ کو بہتر کہہ کر فحش کلامی کے براز سے نفرت دلائی گئی ہے۔ یعنی جس کے اندر سے ایسے ناپاک مضمون کے اشعار نکلیں۔ ان اشعار سے تو پیٹ کا پیپ سے بھرا ہونا بہتر ہے۔ سرور عالم ﷺ کی شعر سے متعلق اس تصریح سے معلوم ہوا کہ ہمارے اسلامی شعراء کا کلام لچریات۔ لغویات۔ فحاشی۔ عریانی۔ جھوٹ اور مبالغہ آمیزی سے قطعاً پاک ہونا چاہئے۔ نہ حصول زر کی خاطر ان کے اشعار میں لجاجت اور خوشامد ہونی چاہئے۔ اور نہ انہیں کسی کی شہہ پر یا نفس کے اشارہ سے کسی کی ہجو کرنی چاہئے۔ مسلمان شعراء کو اپنے (خم) کلام سے صرف شراب طہور کی سقاقت ہی زیب دینی ہے۔ نہ کہ "بیٹھی لیڈ سپرٹ" کی۔

پھر جس طرح عریاں اور فحش شاعری کا مواد پیپ سے بدتر ہے۔ اور اس سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح وہ کلام جس میں جھوٹ اور مبالغہ بھرا ہوا ہو۔ جو شرک اور بدعت کے میلے کی سنڈ اس (LATRINE) ہو۔ اس سے گریز و اجتناب بھی واجب ہے بہت سے اشعار، نعتیں، نظمیں، غزلیں، مدحیں اور قصیدے ایسے ہیں۔ جن میں کتاب و سنت کی تعلیم کے برعکس شریکہ خیالات اور بدعیہ عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ اگر ایسے تمام اشعار کو ہم اکٹھا کریں۔ تو علیحدہ رسالہ ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ فحش اور عریاں اشعار سے نفرت کرنے کی طرح جو نعتیں اور نظمیں توحید کے عقائد کے منافی اور قرآن و حدیث کی خالص تعلیم کے برعکس ہوں۔ ان کے سننے، سنانے سے بھی بچیں۔ اور یقین کریں۔ کہ عریاں شاعری سے عقائد بگاڑنے والا کلام بدرجہا خطرناک اور مہلک ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل اشعار ایک مرید مرزا قادیانی کے حق میں کہتا ہے۔ اور مرزا صاحب انہیں سن کر پسند کرتے ہیں جگر تھام کر ملاحظہ فرمائیں:-

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں  
اور پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں  
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل  
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار البدر قادیان ۱۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

دیکھا آپ نے کہ صاف الفاظ میں مرزا قادیانی کو حضرت محمد ﷺ کہہ دیا ہے۔ بلکہ "پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں"۔ بیان کر کے مرزا کے رتبہ کو حضرت سید المرسلین رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کے درجہ سے بڑھا دیا ہے۔ اس کو کہتے ہیں۔ اندھی ارادت۔ ایسی ارادت دین اور ایمان کو لے ڈوبتی ہے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الشعر باب فی انتشار الاشعار و بیان اشعر الکلمة و ذم الشعر حدیث ۲۲۵۹۔

اسی طرح ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔ مرید اپنے پیر صدر دین صاحب کے بارے میں کہتا ہے۔

برائے چشمِ بینا از مدینہ بر سرِ ملتان  
بشکل ”صدر دین“ خود رحمتہ اللعالمین آمد

حضرت محمد ﷺ مدینہ سے چل کر پیر صدر دین صاحب کی صورت میں ملتان آگئے ہیں۔

پیارے بھائیو!..... اور معزز بہنو!..... کیا آپ کا ایمان یہ گواہی دیتا ہے۔ کہ جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ، شافع روز جزاء ﷺ کی صورت اور سیرت کا۔ کوئی انسان ہو سکتا ہے؟۔ تو بے معاذ اللہ!..... اس سید البشر کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کسی بزرگ صدر دین صاحب کو رحمتہ اللعالمین قرار دینا کس قدر اخلاقی اور ایمانی پستی ہے۔ اور یہ سب عقیدت عمیار کے پچھن ہیں۔ بھائیو!..... سوچو اور سمجھو۔ اور ہر ایک کے مرتبے کا لحاظ رکھو۔ اللہ سے ڈرو اور بزرگوں اور ولیوں کو ان کے صحیح مقام پر ہی رہنے دو۔ کہ اسی میں جانِ ایمان کی سلامتی ہے۔ اسی طرح ایک شاعر اپنے پیشوا کے گاؤں کا مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے:-

مدینہ کا کھڑا علی پور ہے بے شک  
وہاں چل تو اے دل گہر بارہوگا

(لمعات الصوفیہ جون ۱۹۵۲ء)

بھائیو! یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ مدینہ منورہ حرم ہے اور روئے زمین پر کوئی جگہ حرم مدینہ کے ہم پلہ نہیں ہے۔ جس طرح رسول اکرم کے مرتبہ کا جواب نہیں ہے۔ اسی طرح ارض مدینہ کی شرافت اور عظمت لامثال ہے۔ پھر جو شخص اپنے پیر کے گاؤں کو مدینہ کا کھڑا کہتا ہے۔ اس کے دل میں مدینہ اور علی پور کی زمین میں کیا فرق رہا؟۔ یہ ہے وہ شاعری جو اندھی محبت اور تاریک تخیل کی پیداوار ہے۔ ایک اور شعر ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ ذرا غور کریں۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر  
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ جس کی صفت استوی علی العرش ہے۔ وہی مصطفیٰ بن کر مدینے میں آگیا۔ یعنی صرف محمد ﷺ دراصل خدا تھے۔ آپ احمد بلا میم اور عرب بلا عین تھے۔ حقیقت میں خدا ہی انسانی جامہ میں آیا تھا۔ فرمائیے یہ شاعری کیسی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کو خدا کہا گیا ہے۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے:-

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورة المائدة : ۱۷)  
”جنہوں نے کہا۔ کہ مسیح ابن مریم خدا ہے وہ کافر ہو گئے۔“

بھائیو!..... سوچو!..... عیسائیوں نے محبت میں حضرت مسیح کو اللہ کہا۔ تو وہ خدا کہنے سے کافر ہو گئے۔ اور اگر

ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو اللہ کہیں۔ تو کس طرح مسلمان رہ سکتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ ایسی شاعری کو اسلام برداشت نہیں کر سکتا۔ جس کا مضمون قرآن و حدیث اور اسلامی معتقدات کے خلاف ہو۔

### مبالغہ آمیز شاعری

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

((إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْبَلِغِ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِينَ يَتَحَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا يَتَحَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا))<sup>(۱)</sup>

”تحقیق اللہ دشمن رکھتا ہے۔ اس شخص کو جو مبالغہ کرے فصاحت کلام میں (شعر و شاعری میں) وہ جو پھیرے اپنی زبان کو (مبالغہ گوئی کرتے ہوئے اظہار بلاغت کے لیے) جیسے کھاتی ہیں گا میں چارہ اپنی زبان کے ساتھ۔“ (ترمذی۔ ابوداؤد)

(نوٹ): اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ کلام جو بقدر ضرورت اور حاجت کے حقیقت اور صداقت پر مبنی ہو۔ شریعت کے مطابق ہو۔ بہت اچھا ہے۔ ایسی شاعری محمود ہے اور جو مبالغہ آمیز می اور جھوٹ سے پر ہو۔ فصاحت اور بلاغت چھانٹنے کے لیے جس میں زمین اور آسمان کے قلابے ملائے گئے ہوں۔ کتاب و سنت کے خلاف ہو ابابندھی گئی ہو۔ اور جس طرح چارہ کھاتے وقت گائے اپنی زبان کو ہلاتی ہے۔ اسی طرح چارہ (صلہ) حاصل کرنے کے لیے شاعر بھی مدح سرائی، لجاجت اور مبالغہ آمیز می سے زبان کو ہلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے شاعر سے بغض اور دشمنی کرتا ہے۔ اور اس سے بیزاری اور ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا:-

”جو شخص سیکھے پھیرنا کلام کا۔ (یعنی مختلف بحر و اور ردیف کا فیہ میں مبالغہ آمیز می کے ساتھ شاعری کرے)۔ تاکہ اس (شاعری کے ہنر) کے ساتھ لوگوں کے دلوں کو پھیرے۔“

((لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَوْفًا وَلَا عَدْلًا))<sup>(۲)</sup>

”تو ایسے شاعر سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ نفل قبول کرے گا۔ اور نہ فرض۔“ (ابوداؤد)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

((لَا تَقَوْمُ السَّاعَةَ حَتَّى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَأْكُلُونَ بِالسِّنْتِهِمْ كَمَا تَأْكُلُ الْبَقْرَةُ بِالسِّنْتِهَا))<sup>(۳)</sup>

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الفصاحة والبيان حديث ۲۸۵۳۔ سنن ابوداؤد كتاب الادب باب ماجاء فی المتشدد فی الكلام حديث ۵۰۰۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۳۸/۳۔ حدیث ۲۸۵۳۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۳۹/۳۔ حدیث ۵۰۰۵۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۵۳۰/۴۔ حدیث ۸۸۰۔

(۲) سنن ابوداؤد كتاب الادب باب ماجاء فی المتشدد فی الكلام حديث ۵۰۰۶۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حديث ۵۰۰۶۔

(۳) مسند احمد ۱۸۳/۱۔ مشکوٰۃ المصابیح كتاب الآداب والبيان والشعر حديث ۳۷۹۹۔ اس کی سند حسن ہے۔ مشکوٰۃ بتحقیق البانی ۱۳۵۳/۳۔ علامہ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس حدیث کو حسن الغیرہ قرار دیا ہے۔ بتحقیق المسند ۱۵۴/۳۔ حدیث ۱۵۹۷۔

”قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ نکلے گی ایک قوم (جماعت شعراء) کھائے گی اپنی زبانوں کے ساتھ (لوگوں کی مدح و بھجو کر کے) جیسے کھاتی ہے گائے (رطب و یابس) اپنی زبان کے ساتھ۔“

(نوٹ):۔ اس حدیث شریف میں ان شعراء کی مذمت آئی ہے۔ جو اپنے شعروں کے ساتھ کسی کی مبالغہ آمیز مدح کر کے ان سے مال حاصل کرتے ہیں۔ یا کسی کی مذمت اور بھجو کر کے اس کی پگڑی اچھالتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنی عزت بچانے کے لیے شاعر کو کچھ دے دلا کر خاموش کر دیتے ہیں۔ گویا جس طرح گائے اپنی زبان سے کھاتی جاتی ہے۔ اور کچھ تیز نہیں کرتی چارہ میں کہ رطب ہے یا یابس ہے۔ ہر اے یا خشک ہے اسی طرح شعراء سوئے بھی اپنی زبان کے ساتھ کھاتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی جھوٹی تعریف اور مزمت کرتے۔ اور فصاحت اور بلاغت پر مبالغہ کی کامیابی کے لیے خوب زور دیتے ہیں۔ تاکہ عوام کلام کے دام زیادہ چکائیں۔ اور کئی لوگ مبالغہ آمیز نظموں، نعتوں اور غزلوں کو بطور پیشہ کے سنا سنا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

یہ ہے کلام فیج یا بری شاعری جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی اس پر قدغن لگائی ہے۔

﴿وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَأَهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهْتُمُونَ﴾ (سورة الشعراء : ۲۲۳-۲۲۵)

”اور (غیر شرع مضمون باندھنے والے) شعراء (خود بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی) پیروی (بھی) گمراہ کرتے ہیں۔ (اے پیغمبر) کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ کہ یہ شاعر لوگ (مبالغہ آمیز۔ اور جھوٹی شاعری کے) ہر جنگل میں سرگرداں پھرتے ہیں۔“

## اچھی شاعری کا پتہ

جس شعر کا مضمون اچھا اور پاکیزہ ہو۔ کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ حقیقت اور صداقت پر مبنی ہو۔ وہ کلام حسن ہے۔ عمدہ شعر ہے۔ اور ایسی شاعری بروئے شرع سراسر مباح اور حلال۔ اور جائز ہے۔ چنانچہ الاستیعاب<sup>(۱)</sup> لابن عبد البر کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البیان والشعر حدیث ۴۷۹۵۔ بحوالہ شرح السنة للبیہقی ۳۷۸/۱۲ حدیث ۳۳۰۹ بحوالہ مسند احمد ۳/۳۵۶/۳-۳۶۰/۶-۳۸۷۔ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب الادب باب فی محاء اهل الشرك حدیث ۲۰۱۹-۲۰۱۸۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ بتحقیق شرح السنة ۳۷۸/۱۲ حدیث ۳۳۰۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح الموارد الظمان ۲/۲۷۴ حدیث ۱۶۹۳ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۱۹۳۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۳/۷۲ احادیث ۱۶۳۱۔

(حضور ﷺ!) اللہ تعالیٰ نے شعر کہنے کے بارے میں نازل کی ہے وہ چیز کہ نازل کی یعنی (قرآن میں شاعری کی خدمت آئی ہے۔ اس پر کچھ روشنی ڈالنے!)۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا:۔

تحقیق مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار کے ساتھ (بھی) اور زبان (شعر) کے ساتھ (بھی) وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَاثِمًا تَرْمُوهُمْ بِهِ نَصْحَ النَّبِيِّ "قسم ہے اس ذات کی۔ کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے گویا مارتے ہو تم کافروں کو ساتھ شعر کے مانند مارنے تیر کے"۔

ملاحظہ:۔ حضرت انور ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا۔ کہ جو شعر حمایت حق۔ توحید کی تائید۔ اور کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے کہا جائے۔ وہ نہ صرف جائز ہی ہے۔ بلکہ موجب ثواب اور باعث اجر بھی ہے۔ حتیٰ کہ کافروں، مشرکوں کی تردید اور بدعت و شرک کے استیصال کی خاطر شاعر کا کلام اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ بالکل تلوار چلانے اور تیر مارنے کی مانند شعراء کرام کی خدمت میں ہم صدق دل سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی شاعری کے دھارے کا رخ بدلنے کی سعی فرمائیں۔ اپنے پاکیزہ کلام سے اسلام کی خدمت کریں۔ کتاب و سنت کی شراب طہور کے ساقی بنیں۔ حدیث کی فضا میں توحید کو اچھالیں، اخلاق اور کردار پیدا کرنے والی شاعری کی طرح ڈالیں شعر کے تیر سے بدی کو ٹھنڈا کریں۔ اور مدحت کے غازہ سے نیکی کے حسن کو چار چاند لگائیں۔ اپنے "بحروں" کے بحر میں عریانی، فحاشی اور لادینی کے جہازوں کو ڈوب دیں۔ اور "قافیوں" کے ایراد میں بندوں کی خدائی کا قافیہ تنگ کریں۔ ملازم کے خاشاک پر شاعری کی بجلی گرائیں۔ اور عروس اسلام کے پریشان گیسوؤں کو غزل کے شانہ سے سنواریں اور بنا لیں۔ یہ ہے وہ شاعری جس کو رسول اللہ ﷺ نے کلام حسن سے تعبیر کیا ہے۔ اور جہاد کے لفظ سے نوازا ہے۔ ایسے شاعر بے شک بڑے اجر کے مستحق ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک ان کے مرتبے بہت بلند ہیں۔

مصرعہ حق پر زبان رسول ﷺ

حضرت ابو ہریرہ<sup>(۱)</sup> روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةٌ لَبِيدٌ ..... "بہت سچا کلمہ جسے شاعر نے کہا کلمہ لبید کا ہے"۔  
الْأَكْلُ شَيْءٌ مَا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ ..... "خبردار! ..... ہر چیز سوائے اللہ کے فانی ہے"۔ (بخاری شریف)

ملاحظہ:۔ معلوم ہوا۔ کہ جو اشعار حقائق اور سچائی پر مشتمل ہوں ان کے پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لبید کا مصرعہ حضرت انور ﷺ کو بہت پسند آیا۔ آپ نے اسے بہت سچا کلمہ فرمایا۔ صحیح مسلم میں

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه حديث ۶۱۳۷۔ صحیح مسلم کتاب الشعر باب فی انشاد الاشعار و بیان اشعر الکلمة و ذم الشعر حديث ۲۲۵۶۔

ہے۔ کہ عمرو بن شرید کے والد ایک دن سواری پر حضور انور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ آپ نے مجھے فرمایا:-

((هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمِّيَّةِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ))<sup>(۱)</sup>

”کیا تجھے امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں سے کچھ یاد ہے؟“

میں نے کہا۔ (حضور ﷺ!) یاد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پڑھ۔ میں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ اور پڑھ۔ ایک شعر میں نے اور پڑھ دیا۔ آپ نے مزید پڑھنے کے لیے فرمایا۔ پھر میں نے سو شعروں تک پڑھ دیئے۔ (مسلم)

حضرت اکرم ﷺ نے جو یہ سو شعر سنے۔ تو یہ تمام کے تمام حقائق اور نصائح سے لبریز تھے۔ ان کا مضمون اخلاق حسنہ پر مبنی تھا۔ اس سے یہ پتہ چلا۔ کہ آپ بھی اگر کسی شاعر کا کلام پڑھنا چاہیں۔ تو وہی پڑھیں۔ جو سراسر اسلامی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ہو۔ نصیحت اور عبرت کا موقع اعلیٰ کردار کا حامل۔ بلند اخلاق کا ضامن..... عکاس کتاب و سنت۔ اور اسوہ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہو۔

زندگی کیا لذت عصیاں کی ناداں غور کر  
برق رو دھارے پہ اک تنکا ہے جو بہ جائے گا  
دیکھتے ہی دیکھتے لذت فنا ہو جائے گی  
اور عذاب اس کا ہمیشہ کے لیے رہ جائے گا



(۱) صحیح مسلم کتاب الشعر باب فی انشار الاشعار و بیان اشعر الکلمة و ذم الشعر جدید ۲۲۵۵۔



## خاتمہ اور دعا

پیارے بھائیو اور معزز بہنو! ﴿اِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ﴾ (سورۃ القلم : ۴) کے ارشاد خداوندی سے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ اخلاقِ حسنہ کی معراج پر فائز تھے۔ آپ سے بڑا کوئی معلم اخلاق نہ ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ یہی رحمتِ دو عالم ﷺ ہیں۔ جن کے نورِ کردار سے اس کتاب کا فانوس جگمگا رہا ہے۔ اور اقوال و افعال کی اخلاقی شمعیں انسانی زندگی کے گوشہ گوشہ میں فروزاں ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں ”ریاض الاخلاق“ کے مطالعہ کے بعد خلوصِ دل سے عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

﴿اللَّهُمَّ أَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ط وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ مُشِينِينَ بِهَا قَابِلِيهَا وَأَتَمِّهَا عَلَيْنَا. وَاخِرْ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ﴾

ترجمہ:- ”یا اللہ!..... ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال۔ اور ہمارے حال کی اصلاح فرما۔ ہمیں سلامتی کے راستے دکھا۔ اور بد اخلاقی کے اندھیروں سے نکال کر اخلاقِ حسنہ کی روشنی میں لے آ۔ ہمیں ہر قسم کی کھلی یا پوشیدہ بے حیائیوں سے کنارہ کش رکھ۔ ہمارے کانوں آنکھوں اور دلوں کو اپنی برکات سے نواز۔ اور ہماری پیہوں اور بچوں کو یمن و سعادت کے انوار سے بہرہ ور فرما۔ ہم پر ایک بار (اپنی رحمتوں کے ساتھ) لوٹ آ۔ کہ تو ٹھیک لوٹ آنے والا مہربان ہے..... ہمیں اپنی نعمتوں کے شکر کرنے کی توفیق دے۔ اور (ازراہِ کرم) ہم پر اپنی نعمتوں کی برکھا برسسا۔ کہ درحقیقت سب تعریفوں کا تو ہی مالک ہے۔ اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر بے شمار رحمتیں نازل فرما“۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۚ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ رَبُّنَا فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ وَأَمَرَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَيُسَلَّمَ ط صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ مَا نَهَلَتْ الدِّيمُ وَمَا جُرَّتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَذْيَالُ الْكُرْمِ وَسَلَّم تَسْلِيمًا وَشَرَفَ وَكْرَمَ



## بوستان اخلاق میں دعاؤں کی باد بہاری

روح کو چکا خودی کو توڑ کر زینے بنا  
دو یہ تدبیریں ہیں دنیا میں ابھرنے کے لیے

علم الاخلاق کے تقاضوں میں نفس کی تہذیب اور تزکیہ بھی شامل ہے اور نفس کی تہذیب اور تزکیہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور شرک آمیز عبادت اور ندائیں روح کو میلا اور تاریک کر دیتے ہیں چونکہ انسان دنیا کی زندگی میں طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے بے بسی اور بے چارگی اسے نعل در آتش رکھتی ہے اس لیے اس کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو اسے دکھوں دردوں، مشکلوں، مصیبتوں، لاچار یوں اور رنج و الم کی تاریک رات سے نکال کر امن و عافیت کے روز روشن میں لائے۔ اور وہ ہستی صرف اللہ واحد القہار، علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کی ذات ہی ہے۔

اگر ناچار انسان مصیبت اور مشکل میں سر اللہ کے حضور زمین پر رکھ کر روتا، اور گڑ گڑاتا ہے اسے پکارتا اور آوازیں دیتا ہے۔ تو یقیناً وہ اپنے نفس کو نور کا لباس پہناتا ہے اور تہذیب نفس کا بہت بڑا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور اگر کسی قبر پر جا کر سجدہ ریز ہو کر اہل قبر سے مشکل کشائی کی التجا کرتا ہے یا اسے پکارتا ہے۔ تو وہ ذلت کا ناپاک اور نجس لباس حوروش اخلاق کو پہناتا ہے اور سو کرتا ہے رسول اللہ ﷺ پر کروڑوں درد و سلام ہوں کہ انہوں نے ہر حال میں ہر کام کے لیے صرف خدائے لم یزل کو پکارنے کے لیے زور دیا ہے وہ ذات جو غَالِبِ عَلٰی اَمْرِہ ہے صرف اسی کے دروازے کو دستک دینے کا ارشاد فرمایا ہے اس سلسلہ میں روح کو جلا، نفس کو ضیا اور اخلاق کو نور کا لباس پہنانے کے لیے حضور ﷺ نے دعاؤں کے موتی بکھیرے ہیں:-

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ سَأَلَ أَحَدٌ كُمْ رَبَّهُ حَاجَةً كُفَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ نِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ))<sup>(۱)</sup>

”چاہئے کہ مانگے ایک تمہارا اپنے پروردگار سے ساری حاجتیں اپنی یہاں تک کہ مانگے تمہ جوتی اپنی کا جب کہ ٹوٹ جائے۔“

(۱) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب يسأل احدكم ربه حاجته كلها۔ حدیث ۳۶۰۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف

سنن ترمذی حدیث ۳۶۰۴۔ ۸۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۵۴۷۔ حدیث ۱۳۶۲۔

اور ایک روایت میں بطریق ارسال یہ بھی ہے ﴿حَتَّى يَسْأَلَهُ الْمَلْحُ﴾  
 ”یہاں تک مانگے اللہ سے نمک“۔ (ترمذی شریف) (۱)

کس قدر عزت نفس کا سبق دیا گیا ہے کہ جوتی کا تمہ ٹوٹ جائے تو بھی اللہ سے سوال کر۔ یہاں تک کہ نمک بھی اللہ سے مانگ، نفس میں تہذیب کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔

### دس غلام آزاد کرنے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کہے (یہ کلمات) دن میں سو بار۔ ہوگا اس کے لیے ثواب برابر آزاد کرنے دس بردوں کے اور لکھی جاتی ہیں اس کے لیے سونکیاں اور دور کی جاتی ہیں اس سے سو برائیاں اور ہوتی ہے اس کے لیے پناہ شیطان سے اس دن شام تک۔ کلمات یہ ہیں:-  
 ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) (۲)  
 ”نہیں کوئی معبود مگر اللہ تھا نہیں شریک کوئی اس کا“ اسی کے لیے ہے بادشاہت اور اسی کے لیے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

حضور نے اس دعا میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دیا ہے کہ توحید کے عقیدے نفس کا دھواں اور غبار دور ہوتا ہے اور ایمان کی فضا پاک اور اجلی ہو جاتی ہے۔

### سو (۱۰۰) حج کا ثواب

عمر بن شعیبؓ سے روایت ہے کہ نقل کی انہوں نے اپنے باپ سے اس نے نقل کی اپنے دادا سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص کہے سو ۱۰۰ بار ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ﴾ اول دن میں اور سو بار آخر دن میں ہوتا ہے وہ مانند اس شخص کے کہ کئے سو حج (نقلی) اور جس نے کہا ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ سو بار اول دن میں اور سو بار آخر دن میں ہوتا ہے مانند اس شخص کے سوار کیا اس نے لوگوں کو سگھوڑوں پر اللہ کی راہ میں (یعنی سگھوڑے عاز یوں کو دیئے کہ اللہ کی راہ میں قتال کریں) اور جس نے کہا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ سو بار اول دن میں اور سو بار آخر دن میں ہوتا ہے وہ مانند اس شخص کے کہ آزاد کئے اس نے سو بردے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے اور جس نے کہا ﴿اللَّهُ أَكْبَرُ﴾ سو بار اول

(۱) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب يسأل احدكم ربه حاجته كلها ..... حدیث ۳۶۰۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

سنن ترمذی حدیث ۳۶۰۴/۴۔ ۹ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۵۳۷/۳۔ حدیث ۱۳۶۲۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل التهليل حدیث ۶۴۰۳۔ صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل

التهليل والتسبيح والدعاء حدیث ۲۶۹۱۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب فی ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير حدیث ۳۶۷۱۔ یہ حدیث منکر ہے۔

ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۶۷۱۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۵۸۰/۳۔ حدیث ۱۳۱۵۔

دن میں اور سو بار آخردن میں نہیں لائے گا اس دن (قیامت) میں کوئی شخص ثواب زیادہ اس ثواب سے کہ لائے گا وہ اس کو مگر جس نے کہا مثل اس کے (وہ برابر اس کے ہو گا یا کہ زیادہ اس سے)۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب اسماء اللہ)

غور کریں کہ ذکر سہل اور آسان کس قدر اجر کا موجب ہے۔ یہ مقابلہ عبادات شاقہ کے اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے کہ آسان اذکار سے اسکی رحمت اور بخشش ہونے لگتی ہے۔

### ایک اعرابی کو ذکر الہی کی تعلیم

سعد بن ابی وقاص<sup>(۱)</sup> روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک اعرابی (زمیندار) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی۔ (حضور) سکھاؤ مجھ کو ایک ذکر کہ (ہر دم) کہتا رہوں میں اس کو (یعنی ورد کروں) فرمایا آپ نے کہو یہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَمُسْتَحَنُّ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ ”نہیں کوئی معبود! مگر اللہ کیلئے نہیں کوئی شریک اس کا اللہ بہت بڑا ہے بڑا۔ اور تعریف واسطے اللہ کے بہت ہے پاکی ہے اللہ کو پالنے والا سب جہانوں کا۔ نہیں ہے پھرنا گناہوں سے اور نہیں طاقت عبادت پر مگر ساتھ مدد اللہ غالب حکمت والے کے)۔“

اس اعرابی نے کہا۔ یہ الفاظ تو ہیں واسطے ذکر رب میرے کے پس کیا ہے واسطے میرے کہ دعا کروں ساتھ اس کے اپنے لیے؟ فرمایا حضور ﷺ نے کہ ﴿اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَأرْزُقْنِي وَعَافِنِي﴾ ط

”اے اللہ بخش مجھ کو اور رحم کر مجھ پر اور ہدایت کر مجھ کو اور روزی دے مجھ کو اور عافیت سے رکھ مجھ کو“۔ (مشکوٰۃ کتاب

www.KitaboSunnat.com

اسماء اللہ)

### ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بھاری کلمات

حضور ﷺ<sup>(۲)</sup> فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کی کہ اے اللہ! سکھا مجھ کو کوئی ایسی چیز کہ یاد

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسييح والتحميد والتهليل والتكبير حديث ۲۳۱۶ بحوالہ صحيح

مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل التهليل والتسييح والدعاء حديث ۲۶۹۶۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسييح والتحميد والتهليل والتكبير حديث ۲۳۰۹ بحوالہ شرح السنة

۵/۵۴ حديث ۱۲۷۳۔ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب الاذکار باب فضل التسييح والتهليل والتحميد

حديث ۲۳۲۳۔ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان کتاب التاريخ باب بدء الخلق ۱۳/۱۰۲۔ حديث ۶۲۱۸۔ علامہ

شعیب الارناؤط نے اس کی اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ضعیف الموارد الظمان صفحہ

۱۹۲۔ حديث ۲۹۵ عمل اليوم والليلة للنسائي حديث ۱۱۳۱۔ ۸۳۳۔ مستدرک حاکم کتاب الدعاء والتكبير والتهليل

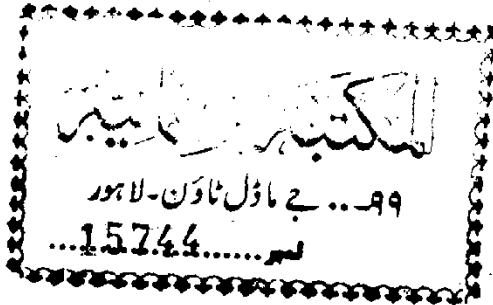
والتسييح والذکر ۱/۱۰۱۔ حديث ۱۹۳۶ طبع جدید طبع قدیم ۱/۵۲۸۔ مسند ابی یعلیٰ الموصليٰ ۱/۵۷۹۔ حديث ۱۳۸۹۔

کروں میں تجھ کو ساتھ اس کے اور دعا کروں میں تجھ سے ساتھ اس کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ! کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! سارے بندے تیرے کہتے ہیں یہ میں ایسی چیز چاہتا ہوں کہ خاص کرے تو مجھ کو ساتھ اس کے (یعنی مجھے کوئی وظیفہ ایسا بتا جو کسی کو نہیں بتایا ہے) فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! (سن) اگر ساتوں آسمان اور اہل آسمان اور ساتوں زمینیں رکھی جائیں ایک پلڑے میں اور رکھا جائے (ثواب) ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا ایک پلڑے میں تو جھک جائے ان چیزوں کے پلڑے سے پلڑا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا (مکتوٰۃ شریف)

پس توحید کے عقیدے سے بھرپور اعمال ہی نجات کا باعث ہو سکتے ہیں اور انسان کو اونچے اخلاق کا معیاری مسلمان بناتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

فنا ہو جا جھلک اٹھے گا سینہ شمع عرفاں سے  
ابھی تو دل کے آئینے پہ غافل داغ ہستی ہے



الشیخ وحید عبد السلام البانی کی

”جنات، شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زبانہ کتاب

”وقایة الإنسان من الجن والشیطان“

کتاب

جنات اور جادو کا توڑ

(قرآن و سنت کی روشنی میں)



الحمد للہ اس مشہور ترین کتاب میں قرآن الکریم اور احادیث نبوی

کے دلائل کے ساتھ درج ذیل امور (عنوانات) کو واضح کیا گیا ہے۔

باب اول : جنات حقیقت ہیں کوئی خیالی چیز نہیں۔ ایمان بالغیب کی اہمیت۔

جنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اگر جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کے

کافروں کو آگ سے عذاب کیسے ہوگا؟ جنات کی اقسام جنات کی رہائش جنات کی غذا جنات انسانوں سے ڈرتے

ہیں؟ کیا جنات کی شادی ہوتی ہے اور ان سے اولاد ہوتی ہے؟ حیوانات شیطان کو دیکھتے ہیں؟ جنات کے لیے ذبح

کرنا حرام ہے۔ گھر سے جنات کو کیسے نکالا جائے؟ کیا جنات لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں؟

باب دوم : حقیقت مرگی اور اس کا علاج۔ جنات انسانوں میں کیسے داخل ہوتے ہیں اور کہاں ٹھہرتے ہیں انسانی

جسم میں جن کے داخلے کی علامات جن کے داخلے کی اقسام معالج کے اوصاف علاج کی مرحلہ وار تفصیل۔ آپ

غیر مسلم جن سے کیسے معاملات طے کریں؟ معالج کے لیے ضروری ہدایات مرگی سے بچنے کے لیے چوتھیں۔

باب سوم : جادو۔ جادو کی تعریف۔ جادو کی تعلیم و علم جادو کی اقسام جہانی ڈالنے والے جادو کی علامات جادو کا

علاج (محبت کا جادو) کی علامات اور اسباب جادو کی جائز قسم نظر بندی کا جادو اور اس کی علامات نظر بندی کے جادو

کا علاج شادی میں رکاوٹ ڈالنے کا جادو اور اس کی علامات جادوئی رکاوٹوں کا علاج اور اس کے متعلق اہم نکات

قرآنی معالج میں شرائط جادو کے مقام کی تلاش۔

باب چہارم : یہ باب شیطان کے تعارف شیطان کے جال اور انسانوں میں اس کے داخلے کے بارے میں ہے۔

باب پنجم : لوگوں کے دل سزاوردہ کرنے کے لیے شیطان کے داخلی راستے کون سے ہیں؟

باب ششم : شیطان کے بھاؤ کی تدابیر۔ یہ آخری باب ان اذکار مستونہ سے عزمین ہے جن سے ہر مسلمان فائدہ اٹھا

سکتا ہے۔ یہ کتاب آپ کے شہر کے ہر اسلامی کتب خانے میں دستیاب ہے۔ صرف 90 روپے میں بڈریعینی

آرڈر درج ذیل ایڈریس سے منگوا کر گھر بیٹھے یہ کتاب پڑھیے۔

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ



یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک شاپ یا  
ذیل ایڈریس سے طلب فرمائیں۔

E-Mail: nomania2000@hotmail.com



نگار من کہ بہ مکتب زلفت و خط نوشت  
بغمرہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

مفتی رفیع الرحمن کے ساتھ (اساتذہ شریفین)

# رسائل الاخلاق

یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لامثال اخلاقی حدیثوں پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ حدیثیں  
گزار رسالت کے الگ الگ مہک کے سدا بہار پھول ہیں جن کی روح پرور عطریں بیزیاں اور  
جاں نواز عطر افشانیاں انسانیت کی جان اور طاقتور لاتی کی روح رواں ہیں۔